Postal Reg. No. L/P/ GDP-1, DEC 2009

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ وَعَلٰی عَبۡدِہِ الۡمَسِیۡحِ الۡمَوۡعُوۡدِ

وَلَقَدۡ نَصَرَکُمُ اللّٰہُ بِبَدۡرٍ وَّاَنۡتُمۡ اَذِلَّۃٌ

جلد 58

ایڈیٹر
منیر احمد خادمؔ

نائبین
قریشی محمد فضل اللہ
محمد ابراہیم سرور

شمارہ 52-53

شرح چندہ
سالانہ 350 روپے
بیرونی ممالک
بذریعہ ہوائی ڈاک
35 پاؤنڈ یا 60 ڈالر امریکن
65 کینیڈین ڈالر
یا 40 یورو

6-13 محرم 1430 ہجری، 24-31 فتح 1388 ہش 24-31 دسمبر 2009ء

اخبار احمدیہ

قادیان دارالامان: سیدنا حضرت امیر المومنین مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اللہ تعالیٰ کے فضل سے بخیر وعافیت ہیں۔ الحمدللہ۔ احباب کرام حضور انور کی صحت وتندرستی، درازئ عمر، مقاصد عالیہ میں کامیابی اور خصوصی حفاظت کے لئے دُعائیں جاری رکھیں۔ اللہ تعالیٰ حضور انور کا ہر آن حافظ و ناصر ہو اور تائید ونصرت فرمائے۔ آمین

اللھم اید امامنا بروح القدس وبارک لنا فی عمرہ وامرہ۔

اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسبِ حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنا دے گا

ارشادِ ربّانی

وَعَدَاللّٰہُ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مِنۡکُمۡ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسۡتَخۡلِفَنَّہُمۡ فِی الۡاَرۡضِ کَمَا اسۡتَخۡلَفَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ۪ وَ لَیُمَکِّنَنَّ لَہُمۡ دِیۡنَہُمُ الَّذِی ارۡتَضٰی لَہُمۡ وَلَیُبَدِّلَنَّہُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ خَوۡفِہِمۡ اَمۡنًا ؕ یَعۡبُدُوۡنَنِیۡ لَا یُشۡرِکُوۡنَ بِیۡ شَیۡـًٔا ؕ وَمَنۡ کَفَرَ بَعۡدَ ذٰلِکَ فَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡفٰسِقُوۡنَ O (سورۃ النور:56)

’’اللہ نے تم میں سے ایمان لانے والوں اور مناسب حال عمل کرنے والوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ[1] بنا دے گا۔ جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو خلیفہ[2] بنا دیا تھا۔ اور جو دین اس نے ان کے لئے پسند کیا ہے وہ ان کے لئے اُسے مضبوطی سے قائم کردے گا اور ان کے خوف کی حالت کے بعد وہ ان کے لئے امن کی حالت تبدیل کردے گا۔ وہ میری عبادت کریں گے (اور) کسی چیز کو میرا شریک نہیں بنائیں گے اور جو لوگ اس کے بعد بھی انکار کریں گے وہ نافرمانوں میں سے قرار دیئے جائیں گے۔‘‘ (تفسیر صغیر از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)

[1] گو لفظ عام ہیں مگر مراد یہ ہے کہ تم میں سے خلیفے بنائے گا۔ یہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ کبھی عام لفظ ہوتے ہیں اور ایک شخص مراد ہوتا ہے۔ اور کبھی ایک شخص کا ذکر کیا جاتا ہے اور ایک جماعت مراد ہوتی ہے۔ (دیکھیئے فقہ اللغۃ مصنفہ تعالبی)

[2] پہلے لوگوں میں شخصی خلافت ہوئی۔ جیسے مسیحؑ کے بعد اور موسیٰؑ کے بعد۔ پس اس مثال سے آیت کا مضمون واضح ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ یہ خلافت انتخابی ہوگی نہ کہ نسلی۔ مسیحیوں میں تو نسلی ہو ہی نہ سکتی تھی، کیونکہ ان کے بڑے پادریوں کے لئے شادی حرام ہے اور یہود میں زیادہ خلافت الہام سے ہوئی۔ جیسے یوشع موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہوئے۔ اسی طرح داؤدؑ موسیٰ علیہ السلام کے خلیفہ ہوئے اور وہ صاحب الہام تھے۔

فرمان نبوی ﷺ

نبوّت کے طریق پر خلافت

عَنۡ حُذَیۡفَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡہُ قَالَ: قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ تَکُوۡنُ النُّبُوَّۃُ فِیۡکُمۡ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُہَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوۡنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنۡہَاجِ النُّبُوَّۃِ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُہَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوۡنُ مُلۡکًا عَاضًا فَتَکُوۡنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنۡ تَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُہَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوۡنُ مُلۡکًا جَبۡرِیَّۃً فَیَکُوۡنُ مَاشَآءَ اللّٰہُ اَنۡ یَکُوۡنَ ثُمَّ یَرۡفَعُہَا اللّٰہُ تَعَالٰی ثُمَّ تَکُوۡنُ خِلَافَۃٌ عَلٰی مِنۡہَاجِ النُّبُوَّۃِ ثُمَّ سَکَتَ۔ (مسند احمد بن حنبل جلد 4 صفحہ 273۔ مشکوٰۃ باب الۡاِنۡذَارِ وَالتَّحۡذِیۡرِ)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں نبوت قائم رہے گی جب تک اللہ چاہے گا پھر وہ اس کو اٹھالے گا اور خلافت علیٰ مِنۡہَاجِ النُّبُوَّۃِ قائم ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ جب چاہے گا اس نعمت کو بھی اٹھالے گا، پھر ایذا رساں بادشاہت قائم ہوگی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا۔ جب یہ دور ختم ہوگا تو اس سے بھی بڑھ کر جابر بادشاہت قائم ہوگی اور تب تک رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا پھر وہ ظلم ستم کے اس دور کو ختم کردے گا جس کے بعد پھر نبوت کے طریق پر خلافت قائم ہوگی! یہ فرما کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے۔

’’آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: اِنۡ رَأَیۡتَ یَوۡمَئِذٍ خَلِیۡفَۃَ اللّٰہِ فِی الۡاَرۡضِ فَالۡزِمۡہُ وَاِنۡ نُہِکَ جِسۡمُکَ وَاُخِذَ مَالُکَ۔ یعنی اگر تو اللہ کے خلیفہ کو زمین میں دیکھے تو اسے مضبوطی سے پکڑ لینا اگرچہ تیرا جسم نوچ دیا جائے اور تیرا مال چھین لیا جائے۔‘‘

(مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفۃ بن الیمان حدیث نمبر 22916)

منیر احمد حافظ آبادی ایم اے، پرنٹر و پبلشر نے فضل عمر آفسیٹ پرنٹنگ پریس قادیان میں چھپوا کر دفتر اخبار بدر قادیان سے شائع کیا۔ پروپرائٹر نگران بدر بورڈ قادیان

عاشقِ مسیح موعودؑ۔ مولانا نورالدینؓ

آج سے سوسال قبل اگر ہم جماعت احمدیہ کی تاریخ کو دیکھیں تو ہمیں ۱۹۰۹ء میں خلافت اولیٰ کا تابناک دور نظر آئے گا جبکہ سیدنا و مولانا حضرت اقدس نورالدین بحکم الٰہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلے خلیفہ کے طور پر جماعت احمدیہ کی قیادت فرمارہے تھے۔ اور ٹھیک سوسال بعد اللہ تعالیٰ ہمیں یہ سعادت عطا فرمارہا ہے کہ ہم حضور رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ پر مشتمل بدر کا یہ خصوصی نمبر شائع کرنے کی توفیق پارہے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ سیدنا حضرت مسیح پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دُعاؤں کا وہ پہلا پھل تھے جو اللہ نے آپ کو عطا فرمایا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس تعلق میں فرماتے ہیں۔

’’جب سے میں خدا تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حی وقیوم نے مجھے نئی زندگی بخشی ہے مجھے دین کے چیدہ مددگاروں کا شوق رہا ہے اور وہ شوق پیاسے کہیں بڑھ کر رہا ہے میں خدا تعالیٰ کے حضور آہ وزاری کرتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ الٰہی میرا اصرو مددگار کون ہے میں تنہا اور بے حقیقت ہوں پس جب دعا کا ہاتھ مسلسل اُٹھا اور فضائے آسمانی میری دُعاؤں سے معمور ہوگئی اللہ تعالیٰ نے میری عاجزانہ دعا قبول کی اور رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص اور صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ اور میرے مخلصین دین کا خلاصیہ ہے اس مددگار کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے وہ مولد کے لحاظ سے بھیروی اور نسبت کے اعتبار سے ہاشمی قریشی ہے وہ اسلام کے سرداروں میں سے ہے اور بزرگوں کی نسل سے مجھے آپ کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ جسم کا ٹکڑا مل گیا اور ایسا مسرور ہوا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے ملنے سے ہوئے تھے مجھے سارے غم بھول گئے جب وہ میرے پاس آئے اور مجھ سے ملاقات کی اور میری نگاہ ان پر پڑی تو میں نے دیکھا کہ آپ میرے رب کی آیات میں سے ہیں اور مجھے یقین ہوگیا کہ وہ میری اس دُعا کا نتیجہ ہیں جو میں ہمیشہ کیا کرتا تھا اور میری فراست نے مجھے بتادیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے منتخب بندوں میں سے ہیں‘‘ (آئینہ کمالاتِ اسلام ۵۸۳۔۵۸۱)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ وہ فرمان ہے جس میں آپ نے ایک لحاظ سے حضرت مولانا نورالدین صاحب کو آپ کے پہلے خلیفہ ہونے کی طرف اشارہ فرمادیا تھا۔ آپ نے آپ کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے تشبیہ دیتے ہوئے فرمایا۔

’’اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص اور صدیق عطا فرمایا‘‘۔

آپ کو اسلام کا سردار بیان فرمایا۔ آپ کو اپنے رب کی آیات قرار دیا اور پھر ویسی ہی آپ کی تربیت بھی فرمائی حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اس تربیت کے متعلق جو آپ علیہ السلام کے ہاتھوں آپ کو حاصل ہوئی فرماتے ہیں۔

’’احمد مرزا نے قرآن کی محبت رسول کریم کی محبت بخاری کی محبت سید عبدالقادر جیلانی کی محبت اور مجاہدات کیلئے فصل الخطاب براہین احمدیہ کی تصدیق الوہیت مسیح کا ابطال نورالدین وتفسیر وترجمہ قرآن جیسے بیج میرے اندر بوئے فارحمہُ وعافہ واکرم نزلہ وصل وسلم وبارک وارحم محبوبہ خاتم النبین سیدالاوّلین والاخرین وٰالہ وخلفاء ! آمین۔ (تاریخ احمدیت جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۰۴)

چنانچہ اسی پیشگوئی کے مطابق حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا خلیفہ بنایا اور پھر حالانکہ آپ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرح ایک رفیق القلب انسان تھے۔ مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد آپ نے ایک بہادر اور جری کی طرح مقام خلافت کی حفاظت فرمائی۔ آپ کی خلافت کے ابتدائی سالوں میں ہی جب مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب نے اپنے بعض رفقاء کے ساتھ ملکر منصب خلافت کے خلاف ریشہ دوانیاں شروع کردی تھیں اس وقت حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اس بغاوت کے خلاف ایک بہادر پہلوان کی طرح سامنے آئے اور ایک مضبوط پہلوان کی طرح خلافت احمدیہ کی حفاظت فرمائی پس خلافت اولیٰ کا عظیم کارنامہ قیام خلافت کے ساتھ ساتھ استحکام خلافت بھی ہے۔

حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کی حیات طیبہ توکل علی اللہ اور اطاعت مسیح موعود کی ایک حسین تصویر تھی۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر آپ کا توکل ایک عجیب رنگ رکھتا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عشق میں آپ اس طرح مخمور رہے کہ تاریخ احمدیت میں اس کی مثال پیش نہیں کی جاسکتی۔

آپ کا خدا تعالیٰ سے ایسا ذاتی تعلق تھا کہ آپ کی ہر ضرورت کے پورے ہونے کا غیب سے سامان ہو جاتا تھا اور اس بارے میں آپ کی زندگی میں اتنے واقعات ہیں کہ ان کا بیان کرنا مشکل ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری آمدنی کا راز خدا نے کسی کو بتانے کی اجازت نہیں دی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ اس تعلق میں فرماتے ہیں۔

’’حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کو دیکھ لو انہیں جو ضرورت ہو اس وقت پوری ہو جاتی ہے اور کوئی روک یا دیر نہیں ہوتی ان سے اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جب تمہیں ضرورت ہو ہم دیں گے۔‘‘

آپؓ ایک عاشق قرآن تھے آپؓ فرماتے ہیں:

’’مجھے قرآن مجید سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں مجھے خدا ہی کی کتاب پسند آئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بے نظیر اطاعت وفدائیت آپ کی سیرت کا ایک حسین پہلو تھا۔ اس تعلق میں تاریخ احمدیت سے چند واقعات پیش ہیں قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

’’ایک دفعہ جب ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار تھا...... اور اس کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو غالباً حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے میرے ہاتھ ہی حضرت خلیفہ اوّلؓ کو بلا بھیجا اس وقت مبارک احمد کی چارپائی دارالمسیح کے صحن میں بچھی ہوئی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔ حضرت خلیفہ اولؓ تشریف لائے۔ مبارک احمد کو دیکھا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بات کرنے کیلئے ایک سیکنڈ کی جھجک اور تامل کے بغیر چارپائی کے ساتھ صحن میں ہی ننگی زمین یعنی فرش خاک پر بیٹھ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے شفقت سے فرمایا۔ مولوی صاحب چارپائی پر بیٹھیں۔ اس وقت بس یہی ایک چارپائی تھی جس پر مبارک مرحوم لیٹا ہوا تھا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام بیٹھے تھے۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ سرک کر چارپائی کے قریب ہوگئے اور ایک ہاتھ چارپائی کے ایک کنارے پر رکھ کر بدستور فرش پر بیٹھے بیٹھے عرض کیا۔ حضرت میں ٹھیک بیٹھا ہوں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر محبت کے ساتھ فرمایا اور اس دفعہ غالباً حضرت خلیفہ اولؓ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھا کر فرمایا۔ مولوی صاحب! یہاں میرے ساتھ چارپائی پر بیٹھیں۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ ناچار اٹھے اور چارپائی کے ایک کنارے پر اس طرح جھک کر بیٹھ گئے کہ بس شاید چارپائی کے ساتھ آپ کا جسم چھوتا ہی ہوگا۔‘‘
(تاریخ احمدیت جلد نمبر ۳ صفحہ ۵۶۰۔۵۶۱)

حکیم محمد صدیق صاحب آف گھوگھیاٹ کا بیان ہے کہ آپ اپنی بیٹھک میں تشریف فرما تھے کہ کسی نے پیغام دیا کہ حضور یاد فرماتے ہیں۔ یہ سنتے ہی فوراً اُٹھ کر چل دئے پگڑی گھسٹتی جاتی تھی اور آپ اسے لپیٹے جاتے تھے۔

ایک دفعہ بٹالہ کے ایک ہندو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اجازت سے آپ کو اپنی بیمار بیوی کو دکھانے کے لئے بٹالہ لائے۔ حضور نے آپ کو اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ اُمید ہے آپ آج ہی واپس آجائیں گے یکہ پر قادیان سے شام تک بٹالہ پہنچے اور مریضہ کے لئے غذا اور دوا تجویز کر کے واپسی کیلئے بہت زور دے کر یکہ کا انتظام کرایا۔ کچھ راستہ آپ نے یکہ پر طے کیا مگر ان دنوں رستہ میں ہر طرف پانی اور کیچڑ تھا۔ گھوڑا رک رک جاتا آخر آپ پیدل ننگے پاؤں چل دئے۔ رستہ میں آپ کے پاؤں کانٹوں سے زخمی ہوگئے مگر آپ اسی عالم میں برابر چلتے رہے اور آدھی رات کے قریب قادیان پہنچ گئے۔ صبح کی نماز آپ ہی نے کرائی۔ حضرت مسیح موعودؑ نے بھی آپ کے پیچھے نماز پڑھی۔ آپ نے عرض کیا کہ میں رات کو بخیریت واپس پہنچ گیا۔ لیکن کسی قسم کی تکلیف کی طرف مطلق اشارہ نہ فرمایا۔

بالآخر قمر الانبیاء حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کے ایک لطیف اور جامع نوٹ پر یہ مضمون ختم کیا جاتا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:۔

’’حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا پایہ حقیقتاً نہایت بلند تھا اور جماعت احمدیہ کی یہ خوش قسمتی تھی کہ اسے حضرت مسیح موعودؑ کے بعد جبکہ ابھی جماعت میں کوئی دوسرا شخص اس بوجھ کے اٹھانے کا اہل نظر نہیں آتا تھا ایسے قابل اور عالم اور خداترس شخص کی قیادت نصیب ہوئی۔ حضرت خلیفہ اولؓ کو علمی کتب کے جمع کرنے کا بہت شوق تھا۔ چنانچہ زر کثیر خرچ کر کے ہزاروں کتابوں کا ذخیرہ جمع کیا۔ اور ایک نہایت قیمتی لائبریری اپنے پیچھے چھوڑی مگر آپ کا سب سے نمایاں وصف قرآن شریف کی محبت تھی۔ جو حقیقۃً عشق کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ خاکسار نے بے شمار دفعہ دیکھا کہ قرآن شریف کی تفسیر بیان کرتے ہوئے آپ کے اندر ایک عاشقانہ ولولہ کی سی کیفیت پیدا ہوجاتی تھی۔ آپ نے اوائل زمانہ سے ہی قرآن شریف کا درس دینا شروع کردیا تھا جسے اپنی خلافت کے زمانہ میں بھی جاری رکھا۔ اور آخر جب تک بیماری نے بالکل ہی نڈھال نہیں کردیا۔ اسے نبھایا۔ طبیعت نہایت سادہ اور بے تکلف اور انداز بیان بہت دلکش تھا اور گو آپ کی تقریر میں نصیحانہ گرج نہیں تھی۔ مگر ہر لفظ اثر میں ڈوبا ہوا نکلتا تھا مناظرہ میں ایسا ملکہ تھا کہ مقابل پر خواہ کتنی ہی قابلیت کا انسان ہو وہ آپ کے برجستہ جواب سے بے دست و پا ہوکر سر دھنتا رہ جاتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ فرماتے تھے کہ فلاں معاند اسلام سے میری گفتگو ہوئی اور اس نے اسلام کے خلاف یہ اعتراض کیا اور میں نے سامنے سے یہ جواب دیا اس پر تلملا کر کہنے لگا۔ میری تسلی نہ ہوئی۔ گو آپ نے میرا منہ بند کردیا۔ فرمانے لگے۔ تسلی دینا خدا کا کام ہے میرا کام چپ کرادینا ہے تاکہ تمہیں بتادوں کہ اسلام کے

(باقی صفحہ 38 پر ملاحظہ فرمائیں)

ادارہ بدر تمام قارئین کرام کی خدمت میں
جلسہ سالانہ قادیان ۲۰۰۹ء اور نئے سال ۲۰۱۰ء کی دلی مبارکباد پیش کرتا ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا بلند مقام

تحریرات حضرت مسیح موعودؑ کی روشنی میں

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُراز نور یقیں بودے

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی تحریرات میں اپنے مخلص اور جاں نثار خدام میں سے سب سے بڑھ کر جس وجود کو تعریفی کلمات سے نوازا ہے وہ حضرت مولوی نورالدین خلیفۃ المسیح الاولؓ ہیں جن کا ذکر آپ نے نہ صرف اپنی کتابوں میں فرمایا ہے بلکہ اپنے اشتہاروں، نجی خطوط اور...... تقاریر میں بھی آپ کے بلند مقام اور علومرتبت کا بڑی کثرت سے تذکرہ فرمایا ہے۔ اس ضمن میں حضور کے چند اقتباسات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

تصانیف میں ذکر:۔

حضور فتح اسلام (۱۸۹۰ء) میں فرماتے ہیں:۔

’’سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کیلئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نور اخلاص کی طرح نوردین ہے۔ میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلاء کلمہ اسلام کیلئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں۔ ان کے دل میں جو تائید دین کیلئے جوش بھرا ہے اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے‘‘۔ (صفحہ ۲۹ طبع اوّل)

’’آسمانی فیصلہ‘‘ (۱۸۹۱ء) میں تحریر فرماتے ہیں ’’حضرت مولوی صاحب کے محبت نامہ موصوفہ کے چند فقرے لکھتا ہوں غور سے پڑھنا چاہئے۔ تا معلوم ہو کہ کہاں تک رحمانی فضل سے ان کو انشراح صدر وصدق قدم ویقین کامل عطا کیا گیا ہے اور وہ فقرات یہ ہیں ’’عالی جناب مرزا جی مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو، اللہ کی رضامندی چاہتا ہوں۔ اور جس طرح وہ راضی ہو سکے تیار ہوں۔ اگر آپ کے مشن کو انسانی خون کی آبپاشی ضرور ہے۔ تو یہ نابکار (مگر محبّ انسان) چاہتا ہے کہ اسی کام میں کام آوے۔‘‘ تم کلامہ جزاہ اللہ ’’حضرت مولوی صاحب جو انکسار اور ادب اور ایثار مال وعزت اور جاں۔ فشانی میں فانی ہیں وہ خود نہیں بولتے بلکہ ان کی روح بول رہی ہے‘‘۔ (صفحہ ۳۳ حاشیہ)

’’نشان آسمانی‘‘ (۱۸۹۲ء) میں تحریر فرماتے ہیں ’’مولوی حکیم نوردین صاحب اپنے اخلاص اور محبت اور صفت ایثار اور للہ شجاعت اور سخاوت اور ہمدردی اسلام میں عجیب شان رکھتے ہیں۔ کثرت مال کے ساتھ کچھ قدر قلیل خدا تعالیٰ کی راہ میں دیتے ہوئے تو بہتوں کو دیکھا مگر خود بھوکے پیاسے رہ کر اپنا عزیز مال رضائے مولیٰ میں اٹھا دینا اور اپنے لئے دنیا میں کچھ نہ بنانا یہ صفت کامل طور پر مولوی صاحب موصوف میں ہی دیکھی۔ یا ان میں جن کے دلوں پر ان کی صحبت کا اثر ہے...... اور جس قدر ان کے مال سے مجھ کو مدد پہنچی ہے۔ اس کی نظیر اب تک میرے پاس نہیں...... خدا تعالیٰ اس خصلت اور ہمت کے آدمی اس امت میں زیادہ سے زیادہ کرے آمین ثم آمین۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پراز نور یقیں بودے

(نشانِ آسمانی طبع اوّل صفحہ ۴۶)

’’ازالہ اوہام‘‘ (۱۸۹۱ء) میں تحریر فرماتے ہیں۔ ’’ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں اس کی کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر سے دینی خدمتوں میں جاں نثار پایا۔ اگرچہ ان کی روزمرہ زندگی اسی راہ میں وقف ہے کہ وہ ہر یک پہلو سے اسلام اور مسلمانوں کے سچے خادم ہیں مگر اس سلسلہ کے ناصرین میں سے وہ اوّل درجہ کے نکلے...... میں یقیناً دیکھتا ہوں کہ جب تک وہ نسبت پیدا نہ ہو جو محبّ کو اپنے محبوب سے ہوتی ہے۔ تب تک ایسا انشراح صدر کسی میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ ان کو خدا تعالیٰ نے قوی ہاتھوں سے اپنی طرف کھینچ لیا ہے۔ اور طاقت بالائے خارق عادت اثر ان پر کیا ہے۔ انہوں نے ایسے وقت میں بلا تردد مجھے قبول کیا جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں اور بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہد بیعت فسخ کر دیا تھا اور بہتیرے سست اور متذبذب ہوگئے تھے۔ تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے اس دعویٰ کی تصدیق میں کہ میں ہی مسیح موعود ہوں۔ قادیان میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے۔ اٰمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین۔ مولوی صاحب نے وہ صدق قدم دکھایا جو مولوی صاحب کی عظمت ایمان پر ایک محکم دلیل ہے۔ دل میں از بس آرزو ہے کہ اور لوگ بھی مولوی صاحب کے نمونہ پر چلیں۔ مولوی صاحب پہلے راستبازوں کا ایک نمونہ ہیں۔ (صفحہ ۷۷۷ تا ۷۸۱ طبع اوّل)

’’برکات الدعا‘‘ (۱۸۹۳ء) میں تحریر فرماتے ہیں:۔ ’’پرجوش مردان دین سے مراد اس جگہ اخویم حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحب بھیروی ہیں۔ جنہوں نے گویا اپنا تمام مال اسی راہ میں لٹا دیا ہے‘‘۔ (برکات الدعا صفحہ ۲۶ حاشیہ)

’’سر الخلافہ‘‘ (۱۸۹۴ء) میں تحریر فرماتے ہیں:۔ (ترجمہ از عربی) میرے دوستوں میں ایک دوست سب سے محبوب اور میرے محبوب اور میرے محبوں میں سب سے زیادہ مخلص، فاضل، علامہ، عالم رموز کتاب مبین، عارف علوم الحکم والدین ہیں جن کا نام اپنی صفات کی طرح مولوی حکیم نورالدین ہے‘‘۔
(سر الخلافہ صفحہ ۵۳)

’’حمامۃ البشریٰ‘‘ (۱۸۹۴) میں تحریر فرماتے ہیں:۔ (ترجمہ از عربی) میرے سب دوست متقی ہیں لیکن ان سب سے قوی بصیرت اور کثیر العلم اور زیادہ تر نرم اور حلیم اور اکمل الایمان والاسلام اور سخت محبت اور معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات والا ایک مبارک شخص بزرگ، متقی، عالم صالح، فقیہہ اور جلیل القدر محدث اور عظیم الشان حاذق حکیم، حاجی الحرمین، حافظ قرآن قوم کا قریشی نسب کا فاروقی ہے جس کا نام نامی مع لقب گرامی حکیم نورالدین بھیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو دین ودنیا میں بڑا اجر دے اور صدق وصفا اور اخلاص اور محبت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں سے وہ اول نمبر پر ہے اور غیر اللہ سے انقطاع میں اور ایثار اور خدمات دین میں وہ عجیب شخص ہے۔ اس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مختلف وجوہات سے بہت مال خرچ کیا ہے اور میں نے اس کو ان مخلصین سے پایا ہے جو ہر ایک رضا پر اور اولاد وازواج پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور اس کی رضا کے حاصل کرنے کیلئے مال اور جانیں۔ صرف کرتے ہیں اور ہر حال میں شکر گذاری سے زندگی بسر کرتے ہیں اور وہ شخص رقیق القلب، صاف طبع، حلیم، کریم اور جامع الخیرات، بدن کے تعہد اور اس کی لذات سے بہت دور ہے۔ بھلائی اور نیکی کا موقع اس کے ہاتھ سے کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ اور وہ چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دین کے اعلاء اور تائید میں پانی کی طرح اپنا خون بہاوے اور اپنی جان کو بھی خاتم النبیینؐ کی راہ میں صرف کرے۔ وہ ہر ایک بھلائی کے پیچھے چلتا ہے اور مفسدوں کی بیخ کنی کے واسطے ہر ایک سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا اعلیٰ درجہ کا صدیق دیا جو راستباز اور جلیل القدر فاضل ہے اور باریک بین اور نکتہ رس۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مجاہدہ کرنے والا اور کمال اخلاص سے اس کیلئے ایسی اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی محبّ اس سے سبقت نہیں لے گیا۔‘‘
(حمامۃ البشریٰ ترجمہ وتلخیص صفحہ ۱۵ تا ۱۶)

ضمیمہ انجام آتھم (۱۸۹۱ء) میں فرماتے ہیں:۔ ’’مولوی حکیم نورالدین صاحب...... تمام دنیا کو پامال کر کے میرے پاس ان فقراء کے رنگ میں آبیٹھے ہیں جیسا کہ اخص صحابہ رضی اللہ عنہم نے طریق اختیار کر لیا تھا‘‘۔ (صفحہ ۳۱)

’’ضرورۃ الامام‘‘ (۱۸۹۸) میں تحریر فرماتے ہیں۔ ’’ہماری جماعت میں اور میرے بیعت کردہ بندگان خدا میں ایک مرد ہیں جو جلیل الشان فاضل ہیں اور وہ مولوی حکیم حافظ حاجی حرمین نورالدین صاحب ہیں جو گویا تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزار ہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے‘‘۔ (صفحہ ۲۶)

اشتہار میں ذکر

حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے اشتہارات میں آپ کی شان میں بہت کچھ لکھا ہے۔ مثلاً ۴ر اکتوبر ۱۸۹۹ء کے اشتہار میں لکھا

’’میں اس بات کے لکھنے سے رہ نہیں سکتا کہ کہ اس نصرت اور جانفشانی میں اول درجہ پر ہمارے خاص محبّ فی اللہ مولوی حکیم نورالدین صاحب ہیں جنہوں نے نہ صرف مالی امداد کی بلکہ دنیا کے تمام تعلقات سے دامن جھاڑ کر اور فقیروں کا جامہ پہن کر اور اپنے وطن سے ہجرت کر کے قادیان میں موت کے دن تک آبیٹھے۔ اور ہر وقت حاضر ہیں۔ اگر میں چاہوں تو مشرق میں بھیج دوں یا مغرب میں۔ میرے نزدیک یہ وہ لوگ ہیں جن کی نسبت براہین احمدیہ میں۔ یہ الہام ہے۔ اصحاب الصفہ وما ادرٰک ما اصحاب الصفہ...... اور مولوی حکیم نورالدین صاحب تو ہمارے اس سلسلہ کے ایک شمع روشن ہیں‘‘

خطوط میں ذکر:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خطوط میں بھی آپکی شاندار خدمات اور بلند منصب کا بار بار ذکر ملتا ہے۔ چنانچہ حضور نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا ہے۔ کہ ’’مجھ کو آنمخدوم کے ہر ایک خط کے پہنچنے سے خوشی پہنچتی ہے کیونکہ میں جانتا ہوں، خالص دوستوں کا وجود کبریت احمر سے عزیز تر ہے۔ اور آپ کے دین کیلئے جذبہ اور ولولہ او عالی ہمتی ایک فضل الٰہی ہے جس کو میں عظیم الشان فضل سمجھتا ہوں‘‘۔
(مکتوبات احمد جلد ۵ نمبر ۲ صفحہ ۲۶)

’’سچ تو یہ ہے کہ میں نے اس زمانہ میں یہ خلوص ومحبت وصدق قدم براہ دین کسی دوسرے میں نہیں پایا اور آپ کی عالی ہمتی کو دیکھ کر خداوند کریم جلّ شانہ کے آگے خود منفعل ہوں...... جس قدر میری طبیعت آپ کی للّٰہی خدمات سے شکر گزار ہے۔ مجھے کہاں طاقت ہے کہ میں اس کو بیان کرسکوں‘‘ (ایضاً صفحہ ۴۵)

’’بلا شبہ کلام الٰہی سے محبت رکھنا اور رسول اللہ ﷺ کے کلمات طیبات سے عشق ہونا اور اہل اللہ کے ساتھ حُبّ صافی کا تعلق حاصل ہونا یہ ایک ایسی بزرگ نعمت ہے جو خدا تعالیٰ کے خاص اور مخلص بندوں کو ملتی ہے...... فالحمد للہ کہ خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ نعمت جو رأس الخیرات ہے، عطا فرمائی ہے جیسے آپ کے اخلاص نے بطور خارق عادت اس زمانہ کے ترقی کی ہے ویسا ہی جوش حب للہ کا آپ کے لئے اور آپ کے ساتھ بڑھتا گیا۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ نے چاہا کہ اس درجہ اخلاص میں آپ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی شریک نہ ہو اس لئے اکثر لوگوں کے دلوں پر جو دعویٰ تعلق رکھتے ہیں خدا تعالیٰ نے قبض وارد کئے اور آپ کے دل کو کھول دیا‘‘۔
(ایضاً صفحہ ۷۲)

جو کچھ خدا تعالیٰ نے اس عاجز کی نصرت کیلئے محبت اور ہمدردی کا آپ کو جوش بخشا ہے وتو ایسا امر ہے جس کا شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ الحمد للہ الذی اعطانی مخلصا کمثلکم محبا کمثلکم ناصرا فی سبیل اللہ کمثلکم وھذہ کلہ فضل اللہ‘‘۔
(تاریخ احمدیت جلد سوئم صفحہ 586 تا 588 سے ماخوذ)

☆☆☆ ...... ☆☆☆

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

کا

مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد پہلا خطاب

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے الٰہی نوشتوں اور پیشگوئیوں کی روشنی میں اپنی زندگی میں ہی اپنے بعد جماعت میں قدرتِ ثانیہ کے قیام کی خوشخبری عطا فرما دی تھی۔ حضور علیہ السلام خود خدا تعالیٰ کی قدرت اولیٰ تھے۔ سنتِ قدیمہ کے مطابق آپ کے بعد جماعت میں خلافت کا قیام ہونا تھا۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب دسمبر 1905ء میں رسالہ الوصیت تحریر فرمایا جس میں جہاں نظام وصیّت کے عظیم الشان نظام کی بنیاد رکھی گئی وہاں اسی رسالہ میں آپ نے قدرت ثانیہ کے قیام کی پرشوکت پیشگوئی بھی فرما دی گویا آئندہ نظام نو جماعت احمدیہ کے ذریعہ خلافت احمدیہ کے قیام کی صورت میں دنیا میں جاری ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام قدرتِ ثانیہ یعنی خلافتِ احمدیہ کی پیشگوئی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

"اے عزیزو! جبکہ قدیم سے سنت اللہ یہی ہے کہ خدا تعالیٰ دو قدرتیں دکھلاتا ہے تا مخالفوں کی دو جھوٹی خوشیوں کو پامال کر کے دکھلاوے۔ سو اب ممکن نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنّت کو ترک کر دیوے۔ اس لئے تم میری اس بات سے جو میں نے تمہارے پاس بیان کی، غمگین مت ہو اور تمہارے دل پریشان نہ ہو جائیں کیونکہ تمہارے لئے دوسری قدرت کا بھی دیکھنا ضروری ہے اور اس کا آنا تمہارے لئے بہتر ہے۔ کیونکہ وہ دائمی ہے جس کا سلسلہ قیامت تک منقطع نہیں ہوگا اور دوسری قدرت نہیں آسکتی جب تک میں نہ جاؤں۔ لیکن میں جب جاؤں گا تو پھر خدا اس دوسری قدرت کو تمہارے لئے بھیج دے گا جو ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔"

(رسالہ الوصیّت روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 305)

پھر فرماتے ہیں:-

"میں خدا کی طرف سے ایک قدرت کے رنگ میں ظاہر ہوا اور خدا کی ایک مجسم قدرت ہوں اور میرے بعد اور وجود ہوں گے جو دوسری قدرت کے مظہر ہوں گے۔ سو تم خدا کی قدرتِ ثانی کے انتظار میں اکٹھے ہو کر دُعا کرتے رہو۔" (ایضاً صفحہ 306)

یہ وہ عظیم الشان پیشگوئی تھی جس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ کیا اور صالحین کی جماعت کو تسلی اور پیغام دے دیا کہ ضرور ہے کہ تقدیر الٰہی کے تحت میں اس دُنیا سے رخصت ہو جاؤں لیکن میرے بعد دوسرے وجود قدرتِ ثانیہ کے مظہر بن کر نمودار ہوتے رہیں گے۔ اور یہ سلسلہ دائمی ہوگا جو کبھی منقطع نہیں ہوگا اور جماعت کے لئے خیر و برکت کا موجب ہوگا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وصال:

بانی جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام مورخہ 26 مئی 1908ء کو 73 سال کی عمر میں لاہور میں وفات پا گئے۔ آپ کا وصال صبح ساڑھے دس بجے کے قریب ہوا تھا۔ لاہور میں آپ کو غسل دیا گیا اور بٹالہ کے لئے ریزرو گاڑی کا انتظام کر لیا گیا۔ لاہور میں کثیر جماعت نے جنازہ پڑھا اور زیارت کے لئے آتے رہے۔ احمدیہ بلڈنگز سے چارپائی پر جنازہ چار بجے کے بعد اٹھایا گیا۔ لاہور ریلوے اسٹیشن پہنچکر تابوت گاڑی میں رکھا گیا۔ پونے چھ بجے گاڑی لاہور سے بٹالہ کے لئے روانہ ہوئی۔ رات دس بجے گاڑی بٹالہ پہنچی۔ نعش مبارک کو ریزرو ڈبہ میں ہی رکھا گیا اور 2 بجے رات حضور کا جسد مبارک صندوق سے نکال کر چارپائی پر رکھا گیا اور خدامِ مسیح موعود علیہ السلام اپنے کندھوں پر اُٹھا کر قادیان کے لئے روانہ ہوئے۔ 27 مئی صبح آٹھ بجے جنازہ قادیان پہنچا اور نعش مبارک بہشتی مقبرہ سے ملحق باغ میں واقع پکے مکان میں رکھ دیا گئی۔

خلافت احمدیہ کی ابتداء:

نعش مبارک پہنچنے کے بعد سب سے پہلا کام جو بزرگان احمدیت نے کیا وہ خلافت احمدیہ کے لئے حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کا انتخاب تھا۔ احباب اکٹھے ہوئے تو سب کی نظریں حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ پر پڑیں۔ اکابر سلسلہ آپ کے مکان پر حاضر ہوئے اور بیعت خلافت کے لئے درخواست کی۔ آپ نے تردد کیا اور پھر فرمایا "میں دُعا کے بعد جواب دوں گا۔" آپ نے وضو کیا نماز نفل ادا کی۔ وفد انتظار کرتا رہا۔ نماز کے بعد فرمایا: "چلو ہم سب وہیں چلیں جہاں ہمارے آقا کا جسد اطہر اور جہاں ہمارے بھائی منتظر ہیں" چنانچہ آپ کی معیت میں سب لوگ باغ میں پہنچے۔

حضرت مفتی محمد صادق صاحب رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور حضرت مولوی نور الدین صاحبؓ کی خدمت میں بطور نمائندہ ایک تحریر پڑھی کہ ہم حضرت حکیم نور الدین صاحبؓ جو ہم سب میں اعلم اور اتقیٰ اور حضرت امام کے سب سے زیادہ مخلص ہیں کے ہاتھ پر احمدؑ کے نام پر تمام احمدی موجودہ اور آئندہ نئے ممبر بیعت کریں اور آپ کا فرمان آئندہ ہمارے واسطے ایسا ہی ہو جیسا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کا تھا۔

اس تحریر کے پڑھے جانے کے بعد حضرت مولوی نور الدین صاحب کھڑے ہوئے اور تشہد و تعوذ کے بعد ایک دردانگیز تقریر کی۔

آپ کا خطاب:

کلمہ شہادت اور استعاذہ کے بعد آیت

(ال عمران: 105) پڑھی اور فرمایا:

"میں اس اللہ کی تعریف کرتا ہوں جو ابدی اور ازلی ہمارا خدا ہے۔ ہر ایک نبی جو دنیا میں آتا ہے اس کا ایک کام ہوتا ہے جو کرتا ہے۔ جب کر چکتا ہے خدا تعالیٰ اس کو بلا لیتا ہے۔ حضرت موسیٰ کی نسبت یہ بات مشہور ہے کہ وہ ابھی بلاد یہاں پر شام میں نہیں پہنچے تھے کہ رستہ ہی میں فوت ہو گئے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیصر و کسریٰ کی کنجیوں کا ذکر فرمایا کہ مجھے دی گئی ہیں مگر آپؐ نے وہ کنجیاں (چابیاں) نہ دیکھیں کہ چل دیئے۔ ایسی باتوں میں اللہ تعالیٰ کے مخفی اسرار ہوتے ہیں۔ یہاں بھی بہت سے لوگ تعجب کریں گے کئی پیشگوئیاں کی گئی تھیں وہ ابھی پوری نہیں ہوئیں۔ میرے خیال میں یہ اللہ کی سنت ہے کہ وہ بتدریج کام کرتا ہے اور پھر جسے مخاطب کرتا ہے کبھی اس سے مراد اس کا مثیل بھی ہوتا ہے۔ پہلے پارہ میں فرمایا کہ تم نے موسیٰ سے پانی مانگا اور ایسا ہی اور جگہ فرمایا۔ حالانکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مخاطب وہ لوگ نہ تھے۔ پس خدا کی باتیں رنگ برنگ شکلوں میں پوری ہوتی ہیں۔ اسی طرح اللہ کی یہ بھی سنّت ہے کہ بعض مواعید الٰہیہ کسی دوسرے وقت پر ملتوی کئے جاتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا" يُصِبْكُمْ بَعْضُ......" اس بَعْضُ الَّذِیْ پر خوب غور کرو کہ اس میں یہی سرّ تھا کہ تمام وعدے نبی کی زندگی میں پورے نہ ہوں گے۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ نے فرمایا قَدْ يُوْعِدُ وَلَا يُوَفِّی یعنی بعض دفعہ خدا وعدہ کرتا ہے مگر پورا نہیں کرتا۔ نادان سمجھتا ہے کہ اس نے وفا نہیں کی حالانکہ مناسب وقت پر وہ وعدہ یا اس کی مثل پورا ہو جاتا ہے۔

میری پچھلی زندگی پر غور کر لو۔ میں کبھی امام بننے کا خواہش مند نہیں ہوا۔ مولوی عبد الکریم مرحوم امام الصلوٰۃ بنے تو میں نے بھاری ذمہ داری سے اپنے تئیں سبکدوش خیال کیا تھا۔ میں اپنی حالت سے خوب واقف ہوں اور میرا رب مجھ سے بھی زیادہ واقف ہے۔ میں دُنیا میں ظاہر داری کا خواہشمند نہیں۔ اگر خواہش ہے تو یہ کہ میرا مولیٰ مجھ سے راضی ہو جائے۔ اس خواہش کے لئے میں دعائیں کرتا ہوں۔ قادیان بھی اس لئے رہا اور رہتا ہوں اور رہوں گا۔ میں نے اس فکر میں کئی دن گزارے کہ ہماری حالت حضرت صاحب کے بعد کیا ہوگی۔ اسی لئے میں کوشش کرتا رہا کہ میاں محمود کی تعلیم اس درجہ تک پہنچ جائے۔ حضرت صاحب کے اقارب میں اس وقت تین آدمی موجود ہیں۔ اوّل میاں محمود احمد۔ وہ میرا بھائی بھی ہے اور میرا بیٹا بھی۔ اس کے ساتھ میرے خاص تعلقات ہیں۔ قرابت کے لحاظ سے میر ناصر نواب صاحب ہمارے اور حضرت کے ادب کا مقام ہیں۔ تیسرے قریبی نواب محمد علی خان صاحب ہیں۔ اسی طرح خدمت گزاران دین میں سے سید محمد احسن صاحب نہایت اعلیٰ درجہ کی لیاقت رکھتے ہیں سیّد بھی ہیں، خدمات دین میں بھی ایسے ایسے کام کئے ہیں کہ میرے جیسا انسان شرمندہ ہو جاتا ہے۔ آپ نے ضعیف العمری میں بہت سی تصانیف حضرت کی تائید میں کیں۔ یہ ایسی خدمت ہے جو انہی کا حصہ ہے۔ بعد اس کے مولوی محمد علی صاحب ہیں جو ایسی خدمات کرتے ہیں جو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتیں۔ یہ سب لوگ موجود ہیں۔ باہر کے لوگوں میں سید حامد شاہ اور مولوی غلام حسن ہیں اور بھی کئی اصحاب ہیں۔

یہ ایک بڑا بوجھ ہے۔ خطرناک بوجھ ہے۔ اس کا اُٹھانا مامور کا کام ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس سے خدا کے عجیب در عجیب وعدے ہوتے ہیں جو ایسے دُکھوں کے لئے جو پیٹھ توڑ دیں عصا بن جاتے ہیں۔ موجودہ حالت میں سوچ لو کیسا وقت ہے جو ہم پر آیا ہے۔ اس وقت مردوں بچوں عورتوں کے لئے ضروری ہے کہ وحدت کے نیچے ہوں۔ اس وحدت کے لئے ان بزرگوں میں سے کسی کی بیعت کر لو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ میں خود ضعیف ہوں، بیمار رہتا ہوں، پھر طبیعت مناسب نہیں۔ اتنا بڑا کام آسان نہیں۔

حضرت صاحب کے ساتھ چار کام تھے۔ ایک ان کی اپنی عبودیت، دوم کنبہ پروری، سوم مہمان نوازی چہارم اشاعتِ اسلام جو ان کا اصل مقصد تھا ان چار کاموں میں سے ایک سے ہم سبکدوش ہو سکتے ہیں۔ وہ آپ کی عبودیت تھی جو ان کے ساتھ رہے گی۔ آپ نے جیسے اس جہان میں خدمتیں کیں ویسے ہی بعد الموت کریں گے۔ باقی تین کام ہیں ان میں سے اشاعتِ اسلام کا کام بہت اہم اور نہایت مشکل ہے۔ اس وقت دہریت کے علاوہ اندرونی اختلاف بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے اختلاف کے مٹانے کے لئے ہماری جماعت کو منتخب کر لیا ہے۔ تم آسان سمجھتے ہو مگر بوجھ اٹھانے والے کے لئے سخت مشکل ہے۔ پس میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جن عمائد کا نام لیا ہے ان میں سے کوئی منتخب کر لو۔ میں تمہارے ساتھ بیعت کرنے کو تیار ہوں۔

اگر تم میری بیعت ہی کرنا چاہتے ہو تو سن لو کہ بیعت بِک جانے کا نام ہے۔ ایک دفعہ حضرت نے مجھے اشارۃً فرمایا کہ وطن کا خیال بھی نہ کرنا سو اس کے بعد میری ساری عزت اور سارا خیال انہی سے وابستہ ہو گیا اور میں نے کبھی وطن کا خیال تک نہیں کیا۔ پس بیعت کرنا ایک مشکل امر ہے۔ ایک شخص دوسرے کے لئے اپنی تمام حریت اور بلند پروازیوں کو چھوڑ دیتا ہے۔ اسی لئے اللہ نے اپنے بندے کا نام عبد رکھا ہے۔ اس عبودیت کا بوجھ اپنی ذات کے لئے مشکل سے اٹھایا جاتا ہے۔ کوئی دوسرے کے لئے کیا اور کیونکر اُٹھائے۔ طبائع کے اختلاف پر نظر کر کے یک رنگ ہونے کے لئے بڑی ہمت کی ضرورت ہے۔ میں تو حضرت صاحب کے کاموں میں حیران ہوتا ہوں کہ

(باقی صفحہ 38 پر ملاحظہ فرمائیں)

ہزاروں کا ایک راہ پر جمع کرنا اور ان میں وحدت اور الفت کا پیدا کر دینا خدا کے فضل کے سوا کہاں ممکن ہے؟

دیکھو تم خدا کے فضل سے بھائی بھائی ہو گئے ہو۔ اس نعمت کی قدر کرو اور اس کی حقیقت کو پہچانو اور اخلاص اور ثبات کو اپنا شیوہ بناؤ

(خطبہ جمعہ سیدنا حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمودہ ۵ جون ۱۹۰۸ء)

تشہد وتعوذ کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مندرجہ ذیل آیات کی تلاوت فرمائی۔

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ وَلَنَبْلُوَنَّکُمْ بِشَیْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ۔ الَّذِیْنَ اِذَآ اَصَابَتْھُمْ مُّصِیْبَۃٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ۔ اُولٰٓئِکَ عَلَیْھِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّھِمْ وَرَحْمَۃٌ وَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُھْتَدُوْنَ۔

(البقرۃ:۱۵۴۔۱۵۸)

اور پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ کے یہ کلمات جو میں نے تم کو اس وقت سنائے، ہیں معمولی۔ وعظ نہیں ہے اور نہ ہی ان کے متعلق کچھ بیان کرنا آج میرا مقصد تھا۔ یہ ایک علم ہے اور الٰہی علم ہے جو تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ کلام خدا کا ہے، انسان کا کلام نہیں۔ خدا کی پاک اور مجید کتاب کی سچی تعلیم ہے وہی کتاب جس کے واسطے اب اور پہلے بھی تم سب نے امام صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی تھی اور وہ کامل کتاب ہے۔ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اولم یکفھم اَنا انزلنا علیک الکتاب یُتلٰی علیھم (العنکبوت:۵۲)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات کے وقت قلم دوات منگائی اور چاہا کہ میں تم کو ایسی بات لکھ دوں کہ لَنْ تَضِلُّوْا (بخاری کتاب المرضیٰ) کہ تم میرے بعد کبھی گمراہ نہ ہو۔ جن لوگوں کی عقل باریک اور سمجھ مضبوط اور علم کامل تھا وہ سمجھ گئے کہ انہوں نے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کی طرف متوجہ کیا۔ اور جس کی زبان پر حق چلتا تھا اس نے اس بات کا یقین کر لیا کہ آپ جو بات بھی لکھنا چاہتے تھے وہ یہی پاک کتاب تھی۔ چنانچہ اس نے صاف کہا کہ حَسْبُنَا کِتَابُ اللّٰہِ۔ یہ ایک نکتہ معرفت ہے جو ایک زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کھولا تھا۔ آنحضرت ؐ کی زبان سے یہ الفاظ نکلے ہیں کہ میں ایسی بات لکھ دوں کہ لَنْ تَضِلُّوْا پس تطابق سے صاف یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ قرآن ایک کافی کتاب ہے۔

آج یہ جو دو آیات میں نے تمہارے سامنے پڑھی ہیں یہ میرے کسی خاص ارادے، غور وفکر کا نتیجہ نہیں اور نہ میں نے کوئی تیاری قبل از وقت اس مضمون اور ان آیات کے متعلق آج خطبہ جمعہ میں سنانے کی کی تھی۔ وعظ کا بیشک میں عادی ہوں مگر یہ آیتیں محض اللہ تعالیٰ کی ہی طرف سے دل میں ڈالی گئیں۔

اس کا مطلب سمجھنے کے واسطے میں پہلے تمہیں تاکید کرتا ہوں۔ توجہ سے سنو اور یاد رکھو۔ جب تمہیں کوئی وسوسہ پیدا ہو تو پہلے دائیں طرف تھوک دو، پھر لاحول پڑھو اور ان باتوں کو کثرت سے استعمال کرو۔ دعا کرو۔ پھر تاکید سے کہتا ہوں کہ اب تمہارا کام یہ ہے کہ ہتھیار بند ہو جاؤ۔ کمریں کس لو اور مضبوط ہو جاؤ۔ وہ ہتھیار کیا ہیں؟ یہی کہ دعائیں کرو۔ استغفار، لاحول، درود اور الحمد شریف کا ورد کثرت سے کرو۔ ان ہتھیاروں کو اپنے قبضہ میں لو اور ان کو کثرت سے استعمال کرو۔ میں ایک تجربہ کار انسان کی حیثیت سے اور پھر اس حیثیت سے کہ تم نے مجھ سے معاہدہ کیا ہے اور میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے تم کو بڑے زور سے اور تاکیدی حکم سے کہتا ہوں کہ سر سے پاؤں تک ہتھیاروں میں محفوظ ہو جاؤ اور ایسے بن جاؤ کہ کوئی موقع دشمن کے وار کے واسطے باقی نہ رہنے دو۔ بائیں طرف تھوکنا، لاحول کا پڑھنا، استغفار، درود اور الحمد شریف کا کثرت سے وظیفہ کرنا، ان ہتھیاروں سے مسلح ہو کر ان آیات کا مضمون سن لو۔

تم نے سنا ہوگا اور مخالفوں نے بھی محض اللہ کے فضل سے اس بات کی گواہی دی ہے اور تم میں سے بعض نے اپنی آنکھ سے بھی دیکھا ہوگا کہ حدیث شریف میں آیا۔ اَلْمَبْطُوْنُ شَھِیْدٌ (بخاری کتاب الجہاد) وہ جو دستوں کی مرض سے وفات پاوے وہ شہید ہوتا ہے۔ مبطون کہتے ہیں جس کا پیٹ چلتا ہو یعنی دست جاری ہو جاویں۔ اب جائے غور ہے کہ آپ کی وفات اسی مرض دستوں سے ہی واقع ہوئی ہے۔ اب خواہ اسی پرانے مرض کی وجہ سے جو مدت سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور ایک نشان کے آپ کے شامل حال تھا یا بقول دشمن وہ دست ہیضہ کے تھے، بہرحال جو کچھ بھی ہو یہ امر قطعی اور یقینی ہے کہ آپ کی وفات بصورت مبطون ہونے کے واقع ہوئی ہے۔ پس آپ بموجب حدیث صحیح کہ مبطون جو مرض دست سے خواہ کسی بھی رنگ میں کہو وفات پانے والا شہید ہوتا ہے۔ پس اس طرح سے خود دشمنوں کے منہ سے بھی آپ کی شہادت کا اقرار خدا نے کرا دیا۔

یُقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہ سے مراد لڑائی اور جنگ ہوتی ہے۔ لڑائی اور جنگ ہی میں صلح ہوتی ہے۔ خدا نے آپ کو پیغام صلح دینے کے بعد اٹھایا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اب جنگ کا خاتمہ ہونے کو ہے کیونکہ اب صلح کا پیغام ڈالا گیا ہے۔ مگر خدا کی حکمت اس میں یہی تھی کہ آپ کو حالت جنگ ہی میں بلا لے تا آپ کا اجر جہاد فی سبیل اللہ کا جاری اور آپ کو رتبہ شہادت عطا کیا جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ عملی طور پر اس صلح کی کاروائی کے انجام پذیر ہونے سے پہلے جبکہ ابھی زمانہ، زمانہ جنگ ہی کہلاتا تھا، اٹھا لیا۔

عجیب بات یہ ہے کہ آپ نے اس سے کئی سال پہلے ایک دفعہ کل شہر کو بلا کر شیخ میراں بخش کی کوٹھی میں جو کہ عین شہر کے وسط میں واقع ہے، ایک فیصلہ سنایا اور اس کا نام آپ نے فیصلہ آسمانی رکھا۔ عزیز عبدالکریم مرحوم کو کچھ تو اس خیال سے کہ ان کی آواز اونچی اور دلربا بھی تھی، شاید ان کو خود ان کی اپنی آواز پر بھی کچھ خیال ہوگا اور کچھ اس جوش سے جو عموماً ایسے موقعوں پر ہوا کرتا تھا، اس امر کی درخواست کی کہ میں یہ مضمون سناؤں۔ مگر آپ نے بڑے جوش اور غضب سے کہا کہ اس مضمون کا سنانا بھی میرا ہی فرض ہے۔ غرض ہزاروں ہزار مخلوق کے مجمع میں ایک مضمون آپ نے بیان کیا اور آپ نے دعاوی کو لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ پھر اس کے بعد دوسرے موقع جلسہ اعظم مذاہب میں آپ کے بے نظیر اور پر حقائق لیکچر کے سنائے جانے سے دنیا پر حجت قائم ہو گئی۔ پھر آپ نے میلہ رام کے مکان پر ایک پر زور لیکچر تحریری اور تقریری دیا۔

پھر اس کے بعد آپ نے ہم لوگوں کو حکم دیا کہ آریہ قوم پر بھی حجت قائم کر دی جاوے اور اس عرض کے پورا کرنے کے واسطے آپ نے ایک مضمون دیا جو کہ شہادت کے طور پر سنایا گیا اور جس میں آپ کا حقیقی مذہب اور سچا اعتقاد، دلی آرزو، سچی تڑپ اور خواہش تھی، وہ دے کر ہمیں بھیجا اور ہمارے آنے جانے کے کثیر اخراجات کو برداشت کیا۔ غرض اس طرح سے بھی آپ نے لاہور جیسے دارالحکومت میں لوگوں پر اپنی حجت ملزمہ قائم کر دی۔ پھر اس کے بعد آخری سفر میں تمام امراء کو دعوت دیکر ان کو اپنے دعاوی، دلائل، اعتقاد اور مذہب پہنچا دیا۔

آپ نے اپنے پیغام رسالت کو جس شان اور دھوم سے دارالسلطنت میں بار بار پہنچایا، میں نہیں سمجھ سکتا کہ اب بھی کوئی یہ کہہ دے کہ آپ جس کام کے واسطے آئے تھے وہ ابھی پورا نہیں ہوا یا نا تمام رہ گیا۔ اب آخر کار اس گرمی کے موسم میں، حالت سفر میں اور جنگ میں آپ نے پیغام صلح دیا۔ مگر قبل اس کے کہ وہ صلح اپنا عملی رنگ پکڑے، خدا نے آپ کو اٹھا لیا تا آپ حالت جنگ میں وفات پانے کا غیر منقطع اجر پاویں۔

اب اللہ تعالیٰ کہتا ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ۔ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْیَآءٌ وَّلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ۔ ہم سناتے ہیں۔ ذرا غور سے توجہ سے اور خبردار ہو کر سن لو۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! کیا کہتے ہیں؟ یہی کہ تم ان لوگوں کے حق میں یہ کبھی بھی مت کہیو۔ جو خدا کی راہ میں جان خرچ کر گئے ہیں اور خدا کی راہ میں شہید ہوئے ہیں کیا مت کہو؟ یہ مت کہیو کہ وہ مر گئے ہیں۔ وہ مرے نہیں بلکہ وہ زندہ ہیں۔ آپ نے خدا کی راہ میں تبلیغ احکام الٰہیہ میں خدا کی راہ میں حالت سفر میں وفات پائی ہے۔ پس یہ خدا کا حکم ہے اور کوئی بھی اس بات کا مجاز نہیں کہ آپ کو مردہ کہے۔ آپ مردہ نہیں آپ ہلاک شدہ نہیں بل احیاء بلکہ زندہ ہیں۔ یاد رکھو کہ یہ نہی الٰہی ہے۔ ہم وجوہات نہیں جانتے کہ ایسا کیوں حکم دیا گیا بلکہ اس جگہ ایک اور نکتہ بھی قابل یاد ہے اور وہ یہ ہے کہ اور جگہ جہاں شہداء کا ذکر کیا ہے وہاں اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ کا لفظ بھی بولا ہے مگر اس مقام پر عِنْدَ رَبِّھِمْ کا لفظ چھوڑ دیا ہے۔ دیکھو انسان جب مرتا ہے تو اس کے اجزا متفرق ہو جاتے ہیں۔ مگر یہ خدا کا خاص فضل ہے کہ اس نے حضرت مرزا صاحب کی جماعت کو جو بمنزلہ آپ کے اعضاء کے اور اجزا کے تھی اس تفرقہ سے بچا لیا اور اتفاق اور اتحاد اور وحدت کے اعلیٰ مقام پر کھڑا کر کے آپ کی زندگی اور حیات ابدی کا پہلا زندہ ثبوت دنیا میں ظاہر کر دیا۔ صرف تخم ریزی ہی نہیں کی بلکہ دشمن کے منہ پر خاک ڈال کر وحدت کو قائم کر دیا۔

دیکھو! یہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ہے اَلْمَبْطُوْنَ شَھِیْدٌ اور دوسری طرف قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں جھنجھوڑ کر کہا ہے کہ مردہ مت کہو بلکہ یہ کہو کہ اَحْیَآءٌ یہ بات ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ ہم نے خود

دم نکلتے دیکھا۔غسل دیا،کفن دیا اوراپنے ہاتھوں سے گاڑ دیا اور خدا کے سپرد کیا۔ پھر یہ کیسے ہو کہ مرے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔مگر دیکھو اللہ فرماتا ہے کہ تمہارا شعور غلطی کرتا ہے۔ میں یہ مسئلہ اپنے بھائیوں کے سامنے پیش کرتا ہوں کہ وہ اپنے اندر غیرت پیدا کریں اور سچے جوش جوحق اور راستی کے قبول کرنے سے ان میں موجود ہو گئے ہیں ان کا اظہار کریں اور ہمیں دکھاویں کہ واقعی ان میں ایک غیرت اور حمیت ہے اور ان مخالفوں سے پوچھیں کہ دشمن جو کہتا ہے کہ ہیضہ سے مرے ہیں۔اچھا مان لیا کہ دشمن سچ کہتا ہے۔ پھر ہیضہ سے مرنا شہادت نہیں ہے؟ پیغام صلح جنگ کو ثابت کرتا ہے اور دشمن بھی اس بات کو تسلیم کرے گا کہ واقعی آپ کی وفات عین جہاد فی سبیل اللہ میں واقع ہوئی ہے۔دشمن نے خود بھی ہر طرح سے مورچہ بندی کی ہوئی تھی اور اپنے پورے ہتھیاروں سے اپنی حفاظت کے سامان کرنے کی فکر میں لگ رہا تھا۔اراکین اور امراء کو دعوت دیکر آپ نے اپنے تمام دعاوی پیش کئے تھے یا کہ نہیں؟ پس ان سب لوازم کے ہوتے ہوئے بھی اگر دشمن آپ کے احیاء کے قائل نہیں تو جانور ہیں۔

مانا کہ یہ رنگ ہمارے واسطے ایک ابتلائی رنگ ہے۔صاحبزادہ میاں مبارک احمد کی وفات اور پھر خود حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کوچ کرنا واقعی اپنے اندر ضرور ابتلاء کا رنگ رکھتے ہیں مگر اس سے خدا ہم کو انعام دینا چاہتا ہے۔انعام الٰہی پانے کے واسطے ضروری ہوتا ہے کہ کچھ خوف بھی ہو۔خوف کس کا؟ خوف اللہ کا،خوف دشمن کا،خوف بعض نادان ضعیف الایمان لوگوں کے ارتداد کا،مگر وہ بہت تھوڑا ہوگا۔ یہ ایک پیشگوئی ہے اور اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۔خدا فرماتا ہے کہ میری راہ میں کچھ خوف آوے گا، کچھ جوع ہوگی۔جوع یا تو روزہ رکھنے سے ہوتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ کچھ روزے رکھو اور یا اس رنگ میں جوع اپنے اوپر اختیار کرو کہ صدقہ خیرات اس قدر نکالو کہ بعض اوقات خود تم کو فاقہ تک نوبت پہنچ جاوے۔اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں اتنا خرچ کرو کہ وہ کم ہو جاویں۔اور جانوں کو بھی اسی کی راہ میں خرچ کرو۔علیٰ ہذا پھلوں کو بھی خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ وَبَشِّرِ الصَّابِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اور ایسے لوگوں کو جو مصائب اور شدائد کے وقت ثابت قدر ہتے ہیں اور نیکی پر ثبات رکھتے ہیں،خدا کو نہیں چھوڑتے اور کہتے ہیں کہ ہم سب الٰہی رضاء کے واسطے ہی پیدا ہوئے ہیں۔جس طرح وہ راضی ہو اس راہ سے ہم اس کے حضور اس کو خوش کرنے کے واسطے حاضر و تیار اور کمر بستہ ہیں۔ہم نے اس کے حضور حاضر ہونا ہے۔پس جس کے حضور انسان نے ایک نہ ایک دن حاضر ہونا ہے وہ اگر اس سے خوش نہیں تو پھر اس ملاقات کے دن سرخروئی کیسے ہوگی،؟ پس تم خود ہی پیشتر اس کے کہ خدا کی طرف سے تم پر خوف جوع اور نقص اموال اور ثمرات کا ابتلا آوے خود اپنے اوپر ان باتوں کو اپنی طرف سے خدا کی خوشنودی کے حصول کے واسطے وارد کرلو تا کہ دوہرا اجر پاؤ اور یہ قدم خدا کیلئے اٹھاؤ تا کہ اس کا بہتر بدلہ خدا سے پاؤ اور یہ مصائب دینی نہیں بلکہ صرف معمولی اور دنیوی ہوں گے۔زیادہ سے زیادہ یہ ہوگا کہ دشمن برا بھلا کہہ لے گا۔کوئی گندہ گالیوں کا بھرا اشتہار دے دے گا یا خفگی اور ناراضگی کے لہجہ میں کوئی بودا سا اعتراض کردے گا۔مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى (آل عمران:۱۱۲) یہ تکلیف ایک معمولی سی ہوگی،کوئی بڑی بھاری تکلیف نہ ہوگی۔دیکھو خدا نے ہم کو بڑی مصیبت سے بچالیا کہ تفرقہ سے بچالیا۔اگر تم میں تفرقہ ہو جاتا اور موجودہ رنگ میں تم وحدت کی رسی میں پروئے نہ جاتے اور تم تتر بتر ہو جاتے تو واقعی بڑی بھاری مصیبت تھی اور خطرناک ابتلاء مگر یہ خدا کا خاص فضل ہے۔اگر کچھ تھوڑی سی تکلیف ہم کو ہوگی بھی تو یہیں ہوگی۔اس کا مابعد الموت سے کوئی واسطہ یا تعلق نہیں بلکہ مابعد الموت کو باعثِ اجر اور رحمتِ الٰہی ہوگی۔اور اس تھوڑی سی مشکل پر صبر کرنے اور مستقل رہنے اور سچے دل سے انا للہ وانا الیہ راجعون۔کہنے کا بہتر سے بہتر بدلہ دینے کی قدرت اور طاقت رکھنے والا تمہارا خدا موجود ہے۔وہ خاص رحمتیں جو کہ ورثہ انبیاء اور شہداء ہوتی ہیں وہ بھی تمہیں عطا کرے گا اور عام رحمتیں تمہارے شامل حال کرے گا اور آئندہ ہدایت کی راہیں اور ہر مشکل سے نجات پانے کی، ہر دکھ سے نکلنے، ہر سکھ اور کامیابی کے حصول کی راہیں تم پر کھول دے گا۔دیکھو میں یہ اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ بلوحِ خدا ہمیں است۔خدا کے اپنے وعدہ سے ہیں اور خدا اپنے وعدے کا سچا ہے۔

آج کا مضمون اور اس کی تحریک محض خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے دل میں ڈالی گئی ہے ورنہ میں نے نہ اس کا ارادہ کیا تھا اور نہ اس کے واسطے کوئی تیاری کی تھی۔پس یہ خدا کی بات ہے میں تم کو پہنچاتا ہوں اور تاکید کرتا ہوں کہ ایسے اوقات میں تم کثرت دعا، استغفار، درود، لاحول، الحمد شریف کا ورد کیا کرو۔میں بھی دعا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَوْ اَنْفَقْتَ مَافِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ (الانفال:٦٤) دیکھو! دو کو ایک کرنا سخت سے سخت مشکل کام ہے تو پھر ہزاروں کا ایک راہ پر جمع کرنا اور ان میں وحدت اور الفت کا پیدا کردینا خدا کے فضل کے سوا کہاں ممکن ہے؟ دیکھو تم خدا کے فضل سے بھائی بھائی ہوگئے ہو۔اس نعمت کی قدر کرو اور اس کی حقیقت کو پہچانو اور اخلاص اور ثبات کو اپنا شیوہ بناؤ۔

☆☆☆

بقیہ: مضمون حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی علمی خدمات از صفحہ 26

طبعی قدیم اور جدید پر نہایت عمدہ نظر ہے۔فنِ طبابت میں حاذق طبیب ہیں ہر ایک فن کی کتب بلادِ مصر و شام و یورپ سے منگوا کر ایک نادر کتب خانہ تیار کیا ہے اور جیسے اور علوم میں فاضل جلیل ہیں،مناظرات دینیہ میں بھی نہایت درجہ نظر وسیع رکھتے ہیں۔ بہت ہی عمدہ کتابوں کے مؤلف ہیں ۔ حال ہی میں ''تصدیق براہین احمدیہ'' بھی حضرت ممدوح نے ہی تالیف فرمائی ہے جو ہر ایک محققانہ طبیعت کے آدمی کی نگاہ میں جواہرات سے بھی زیادہ بیش قیمت ہے۔''

(حاشیہ فتح اسلام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۷ ۳)

قرآن کریم کا درس

آپؓ کو قرآن مجید سے بے حد عشق و محبت تھی، آپؓ ہمیشہ قرآن مجید کا درس دیا کرتے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس کے لئے آپ کو مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ آپ کی تفسیر کی شہرت پورے ہندوستان میں تھی جس کا اعتراف اس وقت کے علماء کو بھی تھا۔آپ کی تفسیر پر مبنی کتب کئی جلدوں پر مشتمل ''حقائق الفرقان'' کے نام سے شائع ہو چکی ہیں۔

مباحثات وجلسوں میں شرکت

آپؓ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو دنیا تک پہنچانے کیلئے دینی مباحثات و مناظرات کی غرض سے لمبے لمبے سفر اختیار کئے۔اسی طرح آپ نے بہت سے پبلک جلسوں میں اسلام اور جماعت کی نمائندگی میں متعدد خطابات کے ذریعہ نہ صرف اپنے خداداد علم سے لوگوں کو فائدہ پہنچایا بلکہ مخالفین اسلام و احمدیت کے مسکت و دندانِ شکن جواب دیئے۔جس کا اعتراف اغیار بھی کئے بنا نہ رہ سکے۔اس کے علاوہ آپؓ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ بہت سے مباحثات و مناظرات میں شامل رہے۔مثلاً جنگِ مقدس۔

مدارس کا باقاعدہ آغاز

مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد آپ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جاری کردہ دینی مدرسہ (تعلیم السلام) کی شاخِ دینیات کو وسعت دینے کیلئے مدرسہ احمدیہ کو ایک الگ دینی درسگاہ کے طور پر جاری فرمایا۔اور آج یہی مدرسہ احمدیہ دنیا کے کئی ممالک میں جامعہ احمدیہ کی شکل اختیار کر چکا ہے۔

اسی طرح آپؓ نے طلباء کی سہولت کے پیش نظر جو ان دنوں دینی تعلیم کیلئے دور دور سے آتے تھے ان کی رہائش کیلئے بورڈنگ تعلیم الاسلام تعمیر کروایا اور اسی طرح تعلیم السلام کالج بھی آپ کے دورِ خلافت کی دین ہے۔اس کے علاوہ آپ نے لڑکیوں کی تعلیم کے پیش نظر گرلز سکول (مدرسۃ البنات) کا باقاعدہ آغاز ۱۹۰۹ء میں فرمایا۔اور اسی سلسلہ میں آپ نے قادیان کی بستی سے باہر الگ محلّہ تعمیر کروایا۔جسے دارالعلوم کا نام دیا گیا۔

علمی فراست کے چند واقعات

ذیل میں آپ کی خداداد علمی فراست کے چند واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

☆......جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ۔ یہ مولویوں کا ایک فقرہ ہے۔ ہر بات میں ایک احتمال نکال دیتے اور کہہ دیتے ہیں۔جَاءَ الْاِحْتِمَالُ بَطَلَ الْاِسْتِدْلَالُ میں نے ایک مولوی سے کہا کہ اس کے یہ معنی نہیں کہ جس میں کوئی احتمال ہو وہ دلیل میں پیش نہ کیا جائے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب احتمال آتا ہے تو پھر استدلال سے کام لینے کی ضرورت ہی نہیں۔ کیونکہ استدلال میں تو احتمال نکل سکتا ہے۔ایسے طریق سے استدلال بھی باطل ہو جاتا ہے۔مطلب یہ کہ احتمال سے کام نہ لو۔استدلال سے کام لو۔(از مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ ۲۶۲ مرتبہ اکبر شاہ نجیب آبادی)

☆...... اسی طرح فرمایا : سورۃ المرسلات پڑھاتے ہوئے جب یہ آیت فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ تو ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ تمہاری ساری حدیثوں کا تو رد ہو گیا۔ میں نے کہا تیری اس بات کا بھی رد ہو گیا۔

☆......فرمایا: ایک مسیحی نے مجھ سے کہا کہ بائیبل کے معنی ہم ہی خوب کر سکتے ہیں،تم نہیں کر سکتے۔میں نے کہا توریت کے معنی پھر تو یہودی ہی خوب کر سکتے ہیں،تم نہیں کر سکتے۔

(از مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ ۲۸۲)

☆......فرمایا: ایک پادری نے مجھ سے کہا کہ بہشت میں کھائیں گے تو پاخانہ کیوں نہ پھریں گے۔ میں نے کہا کہ تو نے نو مہینے ماں کے پیٹ میں کھایا وہاں پاخانہ بھی پھرتا تھا۔چپ ہو گیا۔

(از مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ ۲۸۳)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام آپ کی قلمی ولسانی اور مالی تمام خدمات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کرنے کیلئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نور اخلاص کی طرح نور دین ہے۔ میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلاء کلمہ اسلام کیلئے وہ کر رہے ہیں ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہو سکتیں ۔ان کے دل میں جو تائید دین کیلئے جوش بھرا ہے اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے''۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے نقشہ قدم پر چلتے ہوئے اسلام احمدیت اور بنی نوع انسان کی کما حقہ خدمت بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے۔

خطبہ جمعہ

جب ایک احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آتا ہے تو اس کے لئے پہلی خوشخبری یہ ہے کہ اس خاتم الخلفاء کی بیعت اور اس کے بعد نظام خلافت کے جاری ہونے اور اس کی بیعت میں آنے کی وجہ سے اسے تمکنت ملتی ہے اور یہی چیز پھر اسے خیرِ اُمّت بناتی ہے۔ اب اس کا حق ادا کرنے کے لئے نماز کے قیام کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مالی قربانی کرتے ہوئے اپنے مال کا تزکیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نیک باتوں کے حکم دینے کا حکم ہے اور برائیوں کے راستے میں سدّ راہ بن جانے کا حکم ہے۔

تحریک جدید کے 76ویں سال کے آغاز کا اعلان

دنیا بھر میں تحریک جدید کی مالی قربانی میں پاکستان اوّل، امریکہ دوم اور جرمنی سوم رہا۔

اس سال تحریک جدید میں جماعت نے 49لاکھ 53ہزار 800 پاؤنڈز کی مالی قربانی پیش کی۔ باوجود نامساعد عالمی معاشی حالات کے خدا تعالیٰ کے فضل سے گزشتہ سال کے مقابلہ میں تحریک جدید میں امسال 8لاکھ 50ہزار پاؤنڈز کا اضافہ ہے۔

مقامی کرنسی کے لحاظ سے انڈیا نے اس دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے 42.19 فیصد اضافہ کے ساتھ پہلی پوزیشن لی ہے

شاملین میں اضافے کے لحاظ سے بھی انڈیا پہلے نمبر پر ہے۔ انہوں نے اس سال 32ہزار 200 افراد کا اضافہ کیا ہے

(تحریک جدید کے ثمرات و برکات کا تذکرہ اور نیکیوں میں آگے بڑھتے چلے جانے کی نہایت مؤثر تاکیدی نصائح)

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔فرمودہ 6/نومبر 2009ء بمطابق 6/نبوت 1388 ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح، لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ بدر الفضل انٹرنیشنل کے شکریہ کے ساتھ شائع کر رہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيکَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ
أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاکَ نَسْتَعِيْنُ۔
اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۔مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔
(آل عمران۔ آیت نمبر 111)

یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے آل عمران کی آیت ہے اس کے اس حصہ کہ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ کے بارہ میں کچھ بیان کروں گا۔ اس کا ترجمہ ہے کہ تم سب سے بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے فائدہ کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس میں مسلمان ہونے کی اہمیت اور اس کے مقاصد کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ مسلمان ہونا ایک بہت بڑی بات ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ ایک مسلمان آنحضرت ﷺ پر ایمان لانے کے بعد اس آخری شریعت پر ایمان لاتا ہے، جو کامل، مکمل اور جامع ہے۔ اور یہ وہ شریعت ہے جو قرآن کریم کی صورت میں خدا تعالیٰ نے اتار کر پھر یہ اعلان فرمایا کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الحجر:10) کہ اس ذکر یعنی قرآن کریم کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم ہی یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔

پس یہ وہ شریعت ہے جو قرآن کریم کی صورت میں آج تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ ہے اور آج تک ہم خدا تعالیٰ کے وعدہ کو بڑی شان سے پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں اور یہ فخر آج مذاہب کی دنیا میں صرف اور صرف اسلام کو حاصل ہے اور تا قیامت یہ فخر اسلام کو ہی حاصل رہنا ہے۔ ایک حقیقی مسلمان کو ہمیشہ سوچنا چاہئے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے اس اعلان اور اسلام کے اس فخر کا ہونا ہی اس کے لئے کافی ہے؟ اسلام کا یہ اعلیٰ مقام ہونے اور آخری اور کامل شریعت ہونے میں ایک عام مسلمان کا کیا حصہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے جو مسلمانوں کو خیرِ اُمّت کہا ہے ایک مسلمان نے یا بحیثیت اُمّہ، اُمّت مُسلمہ نے اس کے خیرِ اُمّت ہونے میں کیا حصہ ڈالا ہے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا فعل ہے کہ اس نے آنحضرت ﷺ آخری شرعی نبی بنا کر بھیجا ہے۔ قرآن کریم کو آخری شرعی کتاب کی صورت میں نازل فرمایا اور آج تک اس کی حفاظت فرمائی اور اس کو اپنی اصلی حالت میں رکھا۔ اللہ تعالیٰ تو ایک مومن سے ایمان لانے کے بعد عمل صالح کرنے کی توقع رکھتا ہے اور اسے عمل صالح کرنے کا حکم دیتا ہے۔ ایک مسلمان پر کچھ ذمہ داریاں عائد فرماتا ہے۔ اس آیت کے اس حصّہ میں خدا تعالیٰ نے انہی ذمہ داریوں کا ذکر فرمایا ہے اور فرمایا کہ ان ذمہ داریوں کو ادا کرنے کی وجہ سے تم خیرِ اُمّت ہو۔ بغیر دلیل کے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو خیرِ اُمّت کے خطاب سے نہیں نوازا۔ بلکہ وجہ اور دلیل بیان کی ہے کہ ان وجوہات سے تم خیر امت ہو۔ یہ چیزیں تمہارے اندر ہوں گی تو تم خیرِ اُمّت کہلاؤ گے۔ ایک یہ کہ تم اُخْرِجَتْ لِلنَّاس ہو، تمہیں لوگوں کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تمہیں کسی خاص قوم یا لوگوں کی بھلائی کے لئے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ انسانیت کی بھلائی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ دوسرے یہ کہ تم تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْف کرنے والے ہو۔ تم اچھی اور نیک باتوں کا حکم دیتے ہو۔ یہ پوری اُمّت کی ذمّہ داری ہے کہ نیکی کی اور اچھی باتوں کی طرف توجہ دلائیں، اس کا حکم دیں۔ اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ، خیرِ اُمّت اس لئے ہو کہ بُرائی سے روکتے ہو اور یہ کہ اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان رکھتے ہو۔

تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ اسلام کی پہلی چند صدیوں تک مسلمانوں نے خیرِ اُمّت ہونے کو دنیا پر ثابت کیا ۔حکومت کے معاملات چلاتے ہوئے بلا تخصیص مذہب اگر ایک طرف انصاف قائم کیا تو ساتھ ہی علم کی روشنی سے اس دنیا کو منور کیا۔ اگر اسلام کی خوبصورت تعلیم کی تبلیغ کر کے دنیا کو اس کے حلقے میں لائے تو ساتھ ہی علوم وفنون کے نئے نئے راستے بھی دکھائے، نئے نئے دروازے بھی کھولے۔ جہاں نیکیوں کو پھیلانے کی کوشش کی وہاں برائیوں اور ظلموں کے خاتمے کی بھی کوشش کی اور اس کے خلاف جہاد کیا۔ غرضیکہ انسانیت کی بہتری کے لئے جو کچھ وہ کر سکتے تھے کرتے رہے لیکن پھر ہوس پرستوں نے، ذاتی مفادات رکھنے والوں نے، باوجود اللہ تعالیٰ کے

وعدہ کے کہ اس تعلیم کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ محفوظ رکھے گا اس پر عمل نہ کر کے اور بھلائیوں اور نیکیوں کو خیر باد کہہ کر اور برائیوں پر عمل کر کے اپنے آپ کو بڑی تعداد سمیت

خیر اُمّت کہلانے سے محروم کرلیا اور ایک شاعر کو یہ کہنا پڑا کہ ع

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی (بانگ درا)

لیکن خدا تعالیٰ نے جب قرآن کریم کی تعلیم کو محفوظ کرنے کا وعدہ فرمایا تو اس کتاب قرآن کریم میں بیان کی گئی باتوں کو قصے کہانیوں کے طور پر محفوظ رکھنے کا وعدہ نہیں کیا تھا بلکہ اس تعلیم پر عمل کرتے چلے جانے والے گروہ اور جماعت کے پیدا کرنے کا بھی وعدہ فرمایا تھا۔ تا کہ اُمّت مُسلمہ پھر سے خیر اُمّت کی عظیم تر شوکت سے دنیا میں ابھرے۔ نیکیوں کی تلقین کرنے والی ہو۔ اسلام کے پیغام کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے والی ہو۔ برائیوں کو بیزاری سے ترک کرنے والی ہو اور بلا تخصیص مذہب وملت انسانیت کی خدمت پر مامور ہو اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدے کے مطابق آنحضرت ﷺ کے عاشق صادق کو دنیا میں بھیجا تا کہ ایمان کو ثریا سے دوبارہ زمین پر لے کر آئے اور آ کر دوبارہ اسلام کی شان وشوکت کو قائم فرمائے تا کہ اسلام کے بہترین مذہب ہونے اور مسلمانوں کے خیر اُمّت ہونے کا اعزاز ایک شان سے دوبارہ دنیا کے سامنے سورج کی طرح روشن ہو کر ابھرے۔

پس آج خیر اُمّت ہونے کا یہ اعزاز حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو حاصل ہے۔ بیشک دوسرے مسلمان فرقوں میں نیک کام کرنے والے بھی ہیں۔ برائیوں سے روکنے والے بھی ہوں گے لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم خیر اُمّت ہو۔ مِنْ حَيْثُ الْاُمّت ان نیکیوں کے بجالانے والے اور برائیوں سے روکنے والے ہو اور یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اُمّت ایک ہاتھ پر کھڑی ہونے والی اور بیٹھنے والی نہ ہو۔ مسلمان ممالک میں بھی گروہوں کی صورت میں بھی اچھے کام کرنے والے اور برے کاموں سے روکنے والے ہو سکتے ہیں اور ہوں گے۔ لیکن وہ ہر ملک میں اپنے اپنے عالم یا لیڈر کے پیچھے چل کر اپنے اپنے طریق پر کام کرنے والے لوگ ہیں اور پھر کتنے مسلمان ملک ہیں جو ایک ہو کر اسلام کا پیغام پہنچانے کی کوشش کرنے والے ہیں، دنیا میں تبلیغ اسلام کرنے والے ہیں۔

جتنے فرقے ہیں اپنے اندرونی فروعی مسائل میں الجھے ہوئے ہیں۔ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو کِسے دنیا میں پھیلانے کی فرصت ہے؟ اس تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچانے کی کِسے فرصت ہے؟ گزشتہ دنوں اتفاق سے مَیں نے ایک اسلامی ٹی وی چینل دیکھا۔ اس میں ایک شیعہ عالم تھے اور ایک سنی عالم تھے اور شاید نبوت کے بارہ میں بحث ہو رہی تھی۔ آخر میں چند منٹ مَیں نے دیکھا، وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر بھی ایک اعتراض کا جواب دے رہا تھا۔ یا اعتراض کر رہا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں تو دونوں ایک جیسے خیالات رکھنے والے تھے۔ لیکن باتوں میں شیعہ عالم اپنے مسلک کے حوالے سے ہی بات کرتا تھا تو سنّی عالم اس کو ٹوک دیتا تھا کہ یوں نہیں یوں ہونا چاہئے یا اس طرح ہے۔ اور جہاں سنّی عالم اپنے مسلک کے حوالے سے کوئی بات کرتا تھا تو شیعہ اسے ٹوک دیتا تھا کہ اس طرح نہیں اس طرح ہونا چاہئے۔ آئے تو شاید، شاید کیا یقیناً ہمارے خلاف زہر اگلنے تھے، اپنے خیال میں، اپنے زُعم میں مسلم اُمّہ کو ایک فتنے سے بچانے کے لئے تھے لیکن خود آپس میں الجھ کر فتنے کا شکار ہو رہے تھے۔ اور نہ صرف خود شکار ہو رہے تھے بلکہ دوسروں کے لئے بھی بدنمونہ ہی پیش کر رہے تھے۔ اور ان کے چہروں پر صاف عیاں تھا، صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُنہیں ایک دوسرے کو دیکھ کر بڑی بیزاری پیدا ہو رہی ہے۔ ان کے آپس میں ایک دوسرے کے خلاف جو کفر کے فتوے ہیں، ان کو دیکھ کر ایک عام سادہ مسلمان جو دل سے صرف اسلام کی عظمت دیکھنا چاہتا ہے ان مختلف مسالک اور فرقوں کو دیکھ کر سوچ میں پڑ جاتا ہے۔ اب کئی لوگ یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ یہ فرقہ مسلمان ہے یا دوسرا فرقہ مسلمان ہے۔ یہ ایک فرقہ خیر اُمّت میں شامل ہے یا دوسرا فرقہ خیر اُمّت میں شامل ہے۔

اس کا جو حل آنحضرت ﷺ نے بتایا ہے اگر اس پر عمل کریں تو مسئلہ حل ہو جاتا ہے۔ آپ انے فرمایا کہ جب ایسے حالات ہوں گے، تم لوگ کئی فرقوں میں بھی بٹے ہوئے ہو گے تو مسیح موعود کو خدا تعالیٰ مبعوث فرمائے گا اسے مان لینا اور جا کر میرا اسلام پہنچانا۔ بلکہ برف کی سلوں پر گھٹنوں کے بل چل کر بھی اگر جانا پڑے تو جانا اور اسے سلام پہنچانا اور اس کی جماعت میں شامل ہو جانا۔ وہی حَکَم اور عدل ہوگا۔ وہی حقیقی فیصلے کرے گا۔ وہی تمہیں صحیح شریعت بتائے گا۔ وہی اسلام کی برتری تمام ادیان پر ثابت کرے گا۔ وہی اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کرے گا۔

پس جہاں یہ غیر از جماعت دوستوں کے لئے اور اسلام کا درد رکھنے والوں کے لئے سوچنے کا مقام ہے، ایک احمدی پر بھی اس بات سے بہت بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ خیر اُمّت ہونے کا حق ادا کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا کہ ”سب مسلمانوں کو جو روئے زمین پر ہیں جمع کرو عَلٰی دِیْنٍ وَاحِد“ (تذکرہ۔ الہام 20/نومبر 1905ء) تو یہ ہماری ذمّہ داری ہے کہ اس کا حق ادا کریں۔ مسلمان تو پہلے ہی اس آخری شریعت قرآن کریم پر ایمان لانے والے ہیں اور آخری نبی حضرت خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ پر ایمان لانے والے ہیں۔ کسی نئے دین نے تو اب آنا نہیں ہے اور یہی ایک دین ہے جو تا قیامت قائم رہنے والا دین ہے۔ پھر یہاں کون سا دین مراد ہے جس پر مسلمانوں کو جمع کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حکم دیا ہے۔ یہ دین اسلام ہی ہے جس میں ہر فقیہ اور ہر امام کے پیچھے چلنے والوں نے فرقہ بندیاں اور گروہ بندیاں کر لی ہیں۔ اور زمانے کا امام جو آنحضرت ﷺ کی کامل پیروی میں مبعوث ہوا اور جسے حَکَم اور عَدَل بنا کر اللہ تعالیٰ نے بھیجا، وہی ہے جو اسلام کی اور قرآن کریم کی صحیح تفسیر پیش کرنے والا ہے۔ اور 13 صدیوں کے دوران پیدا ہونے والے جتنے عالم اور جتنے فقیہ اور جتنے مجدّد اور جتنے مفسر ہیں جنہوں نے اپنے اپنے حالات اور علم کے مطابق جو فیصلے دیئے یا تفسیریں لکھیں ان میں سے جن کی تصدیق اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا یہ خاتم الخلفاء اور حَکَم اور عَدَل کرے وہی تفسیر وتشریح صحیح ہے اور وہی حقیقی دین ہے جس پر جمع کرنا ہے۔ اس لئے اب کسی قسم کے فقہی یا فروعی مسائل میں الجھنے کی ضرورت نہیں۔ جو فیصلہ آنحضرت ا کے عاشق صادق نے اللہ تعالیٰ سے حکم پا کر اس زمانہ میں کیا وہی وہ حقیقی دین ہے جو آنحضرت ﷺ لائے تھے اور اسی پر اب تمام اُمّت کی بقا ہے کہ اس پر جمع ہو جائے۔

پس آج احمدی اس ہاتھ پر جمع ہونے کی وجہ سے خیر اُمّت کہلاتے ہیں اور یہ ان کی ذمّہ داری ہے کہ نیک باتوں کا حکم دیں اور بُری باتوں سے روکیں اور یہ سب کچھ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک اپنے عمل بھی اس کے مطابق نہ ہوں اور جب تک خدا تعالیٰ پر مضبوط ایمان نہ ہو اور پھر ان نیکیوں کو پھیلانے اور برائیوں سے روکنے کے لئے مِنْ حَيْثُ الجماعة قربانی کا جذبہ نہ ہو۔ بڑے مقاصد حاصل کرنے کے لئے بہرحال قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ اپنی عبادتوں کے معیار قائم کرنے پڑتے ہیں اور اپنے مال کا تزکیہ کرنا ہوتا ہے۔ سورۃ حج میں اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو اس طرح بیان فرمایا ہے۔ فرمایا: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۔وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (الحج:42) کہ جنہیں اگر ہم زمین میں تمکنت عطا کریں تو وہ نماز کو قائم کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور نیک باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں اور ہر بات کا انجام اللہ تعالیٰ ہی کے اختیار میں ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جنہیں ہم زمین میں تمکنت دیتے ہیں، ان کی ایک منفرد شان ہو جاتی ہے۔ وہ فتنوں اور فسادوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں۔ وہ ایک ڈھال کے پیچھے ہوتے ہیں اس لحاظ سے دینی اور روحانی لحاظ سے وہ محفوظ ہو جاتے ہیں۔ اب اس آیت کو اگر آیت استخلاف کے ساتھ ملائیں جس میں خدا تعالیٰ نے خلافت کا وعدہ فرمایا ہے تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمال صالحہ بجالانے والوں کو خلافت کے انعام کے ساتھ تمکنت عطا فرمانے کا وعدہ فرمایا ہے۔

پس جب ایک احمدی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آتا ہے تو اس کے لئے پہلی خوشخبری یہ ہے کہ اس خاتم الخلفاء کی بیعت اور اس کے بعد نظام خلافت کے جاری ہونے اور اس کی بیعت میں آنے کی وجہ سے اسے تمکنت ملی ہے اور یہی چیز پھر اسے خیر امت بناتی ہے۔ اب اس کا حق ادا کرنے کے لئے نماز کے قیام کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ مالی قربانی کرتے ہوئے اپنے مال کا تزکیہ کرنے کی ضرورت ہے۔ نیک باتوں کا حکم دینے کا حکم ہے۔ اُنہیں پھیلانے کا حکم اور اس کی ضرورت ہے۔ اسلام کی خوبصورت تعلیم کو دنیا میں پھیلانے کی تلقین ہے۔ اور برائیوں کے راستے میں سدراہ بن جانے کا حکم ہے۔ ایک روک کھڑی کرنے کا حکم ہے۔ تم برائیوں کے رستے میں ایسے کھڑے ہو جاؤ جیسے ایک سیسہ پلائی دیوار ہوتی ہے جس سے کوئی چیز گزر نہیں سکتی۔ پس اگر نیک نیتی سے ایک احمدی اس حق کو ادا کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، خدا تعالیٰ کی طرف سے تمہیں مدد ملے گی، قوت اور طاقت بھی ملے گی۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا تھا کہ جب تک مسلمان ان نیکیوں پر قائم رہے انہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قوت اور طاقت اور مدد ملتی رہی اور خیر اُمّت بنے رہے اور جب اپنے فرائض کو بھولے تو اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے بھی محروم ہو گئے۔ جس کا مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بھی ذکر کیا تھا۔ مَیں نے یہ آیت پڑھی تھی کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد: 12) یعنی اللہ تعالیٰ کبھی کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی اندرونی حالت کو نہ بدلیں۔ جب تک عبادتیں قائم رہیں گی، جب تک تزکیہ اموال کی طرف توجہ رہے گی، جب تک اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال خرچ کرنے پر کمر بستہ رہیں گے، جب تک نیکیوں کو پھیلاتے رہیں گے، جب تک برائیوں سے روکتے رہیں گے، جب تک خلافت سے تعلق قائم رکھیں گے تمکنت دین حاصل کرنے والوں کا حصہ بنے رہیں گے اور خوف کی حالت کو خدا تعالیٰ امن میں ہمیشہ بدلتا چلا جائے گا۔

جیسا کہ مَیں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ خیر اُمّت کہہ کر ایک مجموعی ذمہ داری سب پر ڈالی گئی ہے کہ نیکیاں پھیلانے اور برائیوں کو روکنے کے لئے مل کر کام کریں۔ اب ہر ایک تو اپنے علم میں اتنا نہیں ہوتا کہ بعض کام کر سکے یا اپنی مصروفیت کی وجہ سے بھی بعض دفعہ اس کو وقت نہیں ملتا۔ اپنی بعض دوسری ذمہ داریوں کی وجہ سے بھی وہ ہر وقت اس کام کے لئے تیار نہیں ہوسکتا۔ اُن پروگراموں کو بجالانے کے لئے جو نیکیوں کو پھیلانے اور تبلیغ اسلام کرنے کے لئے ہیں وہ پوری طرح اپنا عہد نبھا نہیں سکتا اور ذاتی طور پر جیسا کہ مَیں نے کہا ہر ایک کے لئے بہت مشکل ہے اور اگر وقت دے بھی دے تو اکثر کام بلکہ فی زمانہ تو سارے کام ہی ایسے ہیں کہ جن کے لئے سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے ہمیشہ الٰہی جماعتیں مالی قربانیاں بھی کرتی ہیں اور وہ لوگ جو ذاتی طور پر یہ کام انجام نہیں دے سکتے وہ اس زمانہ میں خاص طور پر مالی قربانیوں کے ذریعہ سے اس کام کو سرانجام دیتے ہیں تا کہ

خدا تعالیٰ کے پیغام کو پہنچانے کے لئے جو منصوبے مرکزی طور پر انبیاء کے زمانے میں انبیاء کے حکم کے مطابق اور بعد میں خلافت کے تابع تیار کئے جاتے ہیں انہیں پورا کیا جا سکے۔

آنحضرت ﷺ کے زمانے میں بھی اس کی ضرورت پڑتی تھی اور مالی قربانیوں کا حکم تھا۔ اسی لئے قرآن کریم نے متعدد جگہ عبادتوں کے ساتھ مالی قربانیوں کا بھی ذکر فرمایا۔ پھر جو آپ ﷺ کے خلفاء راشدین کہلاتے ہیں انہوں نے بھی مالی قربانیوں کے لئے اُمّت میں تحریک کی۔ اس کے علاوہ بھی مومنین ان کاموں کے لئے قربانیاں کرتے رہے۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں بھی یہ قربانی جاری رہی۔ پھر آپ کے بعد ہر خلافت کے دور میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت مالی قربانیوں میں حصہ لیتی رہی اور یہ سلسلہ انشاء اللہ تا قیامت چلتے چلے جانے والا ہے، چاہے جتنے بھی جماعت کے وسائل ہو جائیں۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ جماعت کے پاس بہت پیسہ آ جائے گا، جب جماعتیں بہت ہو جائیں گی تو چندوں کی کوئی ضرورت نہیں رہے گی۔ یہ بالکل غلط تصور ہے۔ مالی قربانیوں کا مطالبہ تو ہر صورت میں ہوتا چلا جائے گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں مالی قربانیوں کو تزکیہ نفس کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔

جماعت میں مالی قربانیوں کا سلسلہ جیسا کہ مَیں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے چلتا چلا جا رہا ہے۔ علاوہ آمد پر چندے کے اور وصیت وغیرہ کے مختلف تحریکات بھی ہوتی رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک مستقل تحریک، تحریک جدید کی بھی ہے جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی تھی۔ جب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ تحریک کی تو اس کا بہت بڑا مقصد ہندوستان سے باہر دنیا میں تبلیغ اسلام تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے بہترین نتائج نکلے اور آج احمدیت اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کے 193 ممالک میں یا تو اچھی طرح قائم ہو چکی ہے یا ایسے پودے لگے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی صحت کے ساتھ پروان چڑھ رہے ہیں۔ 193 ممالک میں رہنے والے احمدی اُمّت واحدہ کا نظارہ پیش کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جہاں جہاں بھی جماعتیں قائم ہیں مالی قربانیوں میں حصہ لیتی ہیں۔ بعض تیز دوڑنے والی جماعتیں ہیں بعض آہستہ چلنے والی ہیں اور جوں جوں تربیت ہو رہی ہے بہتری آتی جا رہی ہے اور قربانیاں بڑھ رہی ہیں۔

آج سے چند سال پہلے مثلاً جامعہ احمدیہ صرف ربوہ میں تھا جہاں مبلغین تیار ہوتے تھے، مربیان ہوتے تھے۔ اور اس میں ہر سال زیادہ سے زیادہ تیس پینتیس لڑکے داخل ہوتے تھے جو وقف کر کے آتے تھے۔ اور اب جب سے وقف نو کے بچے جوان ہونے شروع ہوئے ہیں گزشتہ تقریباً تین سال سے جامعہ ربوہ میں ہی ہر سال 200 سے اوپر بچے داخل ہوتے ہیں۔ ظاہر ہے اس کے انتظامات کے لئے اخراجات میں اضافہ بھی ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پاکستان کی جو جماعتیں ہیں خود یہ تمام اخراجات برداشت کرتی ہیں۔ اسی طرح اب یوکے، جرمنی، کینیڈا، انڈونیشیا وغیرہ میں بھی جامعات ہیں اور یہ ممالک بھی تقریباً اپنے وسائل سے اپنے جامعات کے اخراجات پورے کر رہے ہیں۔ لیکن بنگلہ دیش، نائیجیریا، گھانا، کینیا اور بعض اور ممالک ہیں جن کے جامعہ احمدیہ کے اخراجات چلانے کے لئے مرکز سے مدد دینی پڑتی ہے۔ اور اس کے علاوہ اخراجات ہوتے ہیں۔ لٹریچر ہے۔ جو بڑی کتب ہیں ان کی تو مرکزی طور پر اشاعت ہوتی ہے۔ مساجد کی تعمیر ہے جو غریب ممالک میں مرکز کی مدد کے بغیر ممکن نہیں۔ وہاں مرکز مساجد بنا کر دیتا ہے۔ اسی طرح مشن ہاؤسز ہیں۔ مبلغین کو بھجوانے اور ان کے الاؤنسز اور متفرق اخراجات ہیں جو مرکز کرتا ہے جس میں چندہ تحریک جدید کا بھی ایک بہت بڑا اور اہم کردار ہے۔ ایک تو جیسا کہ مَیں نے بتایا شروع میں تحریک جدید نے اپنا کردار ادا کیا کہ ہندوستان سے باہر تبلیغ پھیلی اور باہر آنے کے بعد مزید وسعت پیدا ہوتی چلی جا رہی ہے۔ پس یہ وہ کام ہیں جس میں چندہ تحریک جدید میں شامل ہونے والے ہر احمدی بڑے اور بچے کا حصہ ہو جاتا ہے اور وہ بجا طور پر کہہ سکتا ہے کہ ہم وہ اُمّت ہیں جو نیکیوں کی تلقین کرتے ہیں اور برائیوں سے روکنے والے ہیں، برائیوں سے روکنے میں حصہ لیتے ہیں۔ ہر مالی قربانی کرنے والا ایک احمدی علاوہ اپنی انفرادی کوشش کے جو وہ اپنے ماحول میں نیکیوں کو پھیلانے کے لئے اور برائیوں کو روکنے کے لئے کرتا ہے اور یہی احمدیوں سے توقع کی جاتی ہے کہ کرتا ہو اور کرے۔ کوئی بعید نہیں کہ ایک عام احمدی کی معمولی سی قربانی جو وہ انگلستان میں بیٹھ کر کر رہا ہے یا جرمنی میں بیٹھ کر وہ کرتا ہے یا امریکہ کینیڈا میں بیٹھ کر کر رہا ہے یا آسٹریلیا میں بیٹھ کر کر رہا ہے یا ہالینڈ اور فرانس میں بیٹھ کر کر رہا ہے یا یورپ یا کسی بھی دنیا کے ملک میں بیٹھ کر کر رہا ہے وہ قربانی افریقہ کے دور دراز علاقوں میں کسی نیک بخت کی تربیت کا باعث بن رہی ہے۔ وہ برائیوں کو روکنے کا باعث بن رہی ہے۔ پھر جیسا کہ قرآن کریم میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر فرقہ میں سے کچھ لوگ تَفَقُّه فِي الدِّيْن کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف بلائیں تو ان تفقُّه فِي الدِّيْن کرنے والوں پر جو اخراجات ہیں اس میں بھی چندہ دینے والے احمدی کا حصہ شامل ہو کر اسے بھی اس ثواب میں شامل کر رہا ہوتا ہے جو دین کا پیغام پہنچانے والے کو مل رہا ہوتا ہے۔ پس یہ قربانیاں جو احمدی کرتے ہیں ایسی قربانیاں ہیں جو تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَر کے دائرے کو وسیع کرتی چلی جاتی ہیں۔

اب مَیں بعض کوائف پیش کروں گا جو چندہ تحریک جدید کے ختم ہونے والے گزشتہ سال کے ہیں اور ساتھ ہی حسب روایت نومبر کے پہلے جمعہ میں جو تحریک جدید کے نئے سال کا اعلان ہوتا ہے اس کا بھی اعلان کرتا ہوں۔ مالی لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے چندے کی اس مد میں یا اس تحریک میں جو فضل فرمائے ہیں ان کو دیکھ کر ایک مومن اللہ تعالیٰ کی حمد اور شکر کرتا ہے۔ ایک احمدی کے جذبات اللہ تعالیٰ کے حضور شکر گزاری سے جھکتے ہیں۔

دنیا جانتی ہے کہ گزشتہ سال معاشی لحاظ سے بدترین سال گزرا ہے۔ کاروباروں پر بھی بے انتہا منفی اثرات ہوئے ہیں۔ ملازمتوں سے بھی کئی لوگوں کی فراغت ہوئی ہے۔ مہنگائی بڑھنے کی وجہ سے گھریلو اخراجات بھی بہت بڑھ گئے ہیں۔ اگر عام نظر سے، دنیا کی نظر سے دیکھا جائے تو اس کا نتیجہ چندوں پر منفی صورت میں ظاہر ہونا چاہئے تھا۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس جماعت نے خیر اُمّت ہونے کا ایسا نمونہ دکھایا ہے کہ دل اللہ تعالیٰ کی حمد سے بھر جاتا ہے لیکن اس کے باوجود ہم کسی لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا حق ادا نہیں کر سکتے۔ ہمارے حمد اور شکر کے پیالے جتنے بڑے ہوں تو وہ پھر بھی محدود ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضل لامحدود ہیں۔

اب مَیں بعض کوائف پیش کر دیتا ہوں۔ تحریک جدید کا یہ 75 واں سال گزرا ہے۔ باقی دفاتر جو ہیں، دفتر اوّل دوئم سوئم ان کا رپورٹ میں ذکر نہیں آیا۔ مجھے بھی یاد نہیں رہا کہ نوٹ کر کے لے آتا۔ بہرحال دفتر دوم 19 سال بعد شروع ہوا تھا۔ پھر دفتر سوئم حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے غالباً 1965ء میں جنوری میں شروع کیا تھا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 19 سال بعد شاید 1985ء میں دفتر چہارم شروع کیا۔ اور 2004ء میں میرا خیال ہے کہ مَیں نے دفتر پنجم شروع کیا تھا اور مَیں نے یہ کہا تھا کہ دفتر پنجم میں نئے بچے اور نئے شامل ہونے والے احمدی شامل ہوں۔ بہرحال تحریک جدید کو شروع ہوئے 75 سال ہو گئے ہیں۔ 75 واں سال اختتام پذیر ہو گیا ہے۔ 76 واں سال شروع ہو گیا ہے اور رپورٹس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا کی جماعتوں نے اس سال تحریک جدید میں 49 لاکھ 53 ہزار 800 پاؤنڈ کی مالی قربانی پیش کی ہے اور یہ وصولی گزشتہ سال کی وصولی کے مقابلے پر اللہ تعالیٰ کے فضل سے 8 لاکھ 50 ہزار پاؤنڈ زیادہ ہے۔

اوپر کی جو دس جماعتیں ہیں ان میں پہلے نمبر پر پاکستان کا نمبر آتا ہے۔ باوجود غربت کے ابھی تک انہوں نے اپنا پہلا اعزاز برقرار رکھا ہوا ہے۔ دوسرے نمبر پر امریکہ ہے۔ تیسرے پر جرمنی۔ چوتھے پر برطانیہ۔ پھر کینیڈا، انڈونیشیا، پھر ہندوستان، پھر آسٹریلیا پھر بیلجیئم پھر سوئٹزرلینڈ۔ برطانیہ اور جرمنی کا ویسے تو تھوڑا سا ہی فرق ہے صرف 15 سو پاؤنڈ کا۔ میرا خیال تھا کہ پچھلے سال تیسری پوزیشن تھی۔ اب بھی شاید تیسری آ جائے لیکن جرمنی نے اس سال بڑی محنت کی ہے۔ بہرحال اس کے علاوہ ماریشس، نائیجیریا، ناروے، فرانس، ہالینڈ، مڈل ایسٹ کی دو جماعتوں کی وصولی بھی کافی قابل ذکر ہے۔

دنیا میں جو معاشی انحطاط پیدا ہو رہا ہے اس کی وجہ سے دنیا کی ہر کرنسی جو ہے ڈسٹرب ہو گئی ہے۔ کسی بھی کرنسی کو انڈیکس بنا کر اگر ہم لیں تو خاص طور پر غریب ممالک کی کرنسیاں بہت متاثر ہوئی ہیں۔ بہرحال مقامی کرنسی کے لحاظ سے گزشتہ سال کے مقابلہ پہ یہ جائزہ مَیں نے اس لئے دے دیا ہے تا کہ ان کے جائزے بھی پتہ لگتے رہیں۔ اس میں انڈیا نے اس دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلی پوزیشن لی ہے۔ اس نے 42.19 فیصد اضافہ کیا ہے۔ قادیان انڈیا کی جو وکالت مال ہے اس کے وکیل المال صاحب نے لگتا ہے کافی محنت کی ہے۔ اور اللہ کے فضل سے 42 فیصد سے زیادہ وصولی ہوئی ہے۔ جرمنی نے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ فرق تو تھوڑا ہے لیکن اس دفعہ انہوں نے بہت محنت کی ہے بڑا جمپ لیا ہے۔ 32.8 فیصد انہوں نے گزشتہ سال کی نسبت اپنا اضافہ کیا ہے اور آسٹریلیا نے 18 فیصد اور برطانیہ نے 17 فیصد۔ انہوں نے بھی زور تو بڑا لگایا تھا لیکن اب دیکھ لیں جرمنی کے مقابلے میں جو کوشش ہے وہ تقریباً نصف ہے، گو کہ جرمنی والوں کے امیر صاحب کو شکوہ ہے کہ ہمارے بہت سارے چندہ دینے والے مائگریٹ (Migrate) کر کے برطانیہ چلے گئے ہیں۔ بیلجیئم 12.2 فیصد، سوئٹزرلینڈ تقریباً 9 فیصد۔ اسی طرح پاکستان 9 فیصد، پاکستان تو اپنے معیاروں کو چھو رہا ہے۔ کینیڈا تقریباً 6.2، امریکہ 3.7۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اگر امریکہ نے 3.7 حاصل کیا ہے تو انہوں نے اپنا معیار حاصل کر لیا ہے ابھی وہاں بہت گنجائش ہے۔ اسی طرح انڈونیشیا میں صرف 2 فیصد اضافہ ہے۔ ان میں بھی گنجائش ہے۔

تحریک جدید میں نئے مجاہدین کو شامل کرنے کے لئے مَیں نے گزشتہ سال جماعتوں کو توجہ دلائی تھی۔ جیسا کہ مَیں نے ابھی کہا کہ بچوں کو شامل کریں اور مرکز کی طرف سے بھی نئے مجاہدین کو شامل کرنے کے لئے ٹارگٹ دیئے گئے تھے۔ جماعتوں نے ان ٹارگٹس کے حصول کے لئے امسال جو محنت کی ہے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے 90 ہزار افراد تحریک جدید کی قربانی میں شامل ہوئے ہیں۔ یہ ٹوٹل نہیں بلکہ گزشتہ سال جتنے شامل ہوئے تھے ان میں 90 ہزار کا اضافہ ہوا ہے اور اب کل 5 لاکھ 93 ہزار ہو گئے ہیں۔ گزشتہ سال 5 لاکھ تھے۔ ابھی بھی بہت گنجائش ہے۔ جماعتیں کوشش کریں تو اضافہ ہو سکتا ہے۔ شاملین میں اضافے کے لحاظ سے بھی انڈیا پہلے نمبر پہ ہے۔ انہوں نے اس سال 32 ہزار 200 افراد کا اضافہ کیا ہے۔ 76 ہزار سے ایک لاکھ 8 ہزار افراد تک لے گئے ہیں اور پاکستان 14 ہزار 200، نائیجیریا 9 ہزار، سیرالیون 5 ہزار، آئیوری کوسٹ 5 ہزار 200، انڈونیشیا 4 ہزار یہ اضافہ ہے جو ان میں ہوا۔ گھانا 3 ہزار 300، بینن 2 ہزار 400۔ بینن چھوٹا سا ملک ہے لیکن اللہ کے فضل سے جماعت وہاں پھیل رہی ہے۔ اس طرح گیمبیا بھی چھوٹا سا ملک ہے وہاں بھی 2 ہزار 300 کے قریب اضافہ ہوا ہے۔ برطانیہ میں 2 ہزار کا اضافہ ہوا ہے۔ کینیڈا 1700 کا۔ کینیا 1500۔ بنگلہ دیش میں بھی تھوڑا سا 1100 اضافہ ہوا ہے۔ ایک ہزار سے اوپر جو اضافے تھے وہ مَیں نے بتائے ہیں۔

تحریک جدید کے جو پانچ ہزاری مخلصین تھے جو پہلے دفتر اوّل کے تھے ان کا تمام ریکارڈ مع کوڈ نمبر الاسلام

ویب سائیٹ پر آ گیا ہوا ہے۔مرحومین کے جو ورثاء ہیں،عزیز واقارب ہیں انہوں نے اس سے دیکھ کر کھاتے جاری کئے ہیں۔اللہ کے فضل سے اب سارے کھاتے جاری ہو چکے ہیں۔

پاکستان کی بڑی جماعتوں میں سے اوّل لاہور ہے۔دوم ربوہ ہے،سوئم کراچی ہے۔اس کے علاوہ شہری جماعتوں میں پہلے نمبر پر راولپنڈی، پھر اسلام آباد، پھر شیخو پورہ، حیدر آباد، بہاولنگر، چھٹے نمبر پہ بہاولپور، ساتویں پہ پشاور۔(پشاور کا شامل ہونا اور پوزیشن لینا بھی بڑی ہمت کی بات ہے کیونکہ وہاں تو ہر روز ہی بم دھماکے اور فساد اور آ گیں لگی رہتی ہیں۔اس کے باوجود احمدیوں نے قربانی کا نمونہ دکھایا ہے۔)جہلم نمبر آٹھ پر، پھر کوٹلی آزاد کشمیر ہے۔کوٹلی آزاد کشمیر میں مخالفت بہت زیادہ ہے یہاں بڑے حالات خراب رہتے ہیں۔ان کے لئے بھی دعا کریں۔اللہ تعالیٰ ان کو بھی امن اور سکون اور چین کی زندگی نصیب کرے۔خانیوال نمبر 10 پہ۔

ضلعی سطح پر قربانی کرنے والے پہلے 10 اضلاع یہ ہیں۔ سیالکوٹ نمبر 1، پھر سرگودھا، گوجرانوالہ۔عمر کوٹ۔نمبر 5 اوکاڑہ۔نمبر 6 میر پور خاص۔7 نارووال۔8 پہ فیصل آباد۔9 میر پور آزاد کشمیر۔10 پہ حافظ آباد اور سانگھڑ۔

گزشتہ سال کی نسبت بعض اور جو اچھی جماعتیں ہیں وہ واہ کینٹ، کنری، چونڈہ، کھوکھر غربی وغیرہ چھوٹی جماعتیں ہیں۔انہوں نے اچھا کام کیا۔امریکہ کی پہلی چار جماعتیں جو ہیں ان میں سیلیکون ویلی۔نمبر 2 لاس اینجلیس ویسٹ۔3۔ڈیٹرائیٹ اور 4 شکاگو ویسٹ۔

دفتر پنجم کا جو مَیں نے ذکر کیا تھا کہ بچوں کو شامل کریں تو امریکہ نے اس بارہ میں بہت اچھی کوشش کی ہے اور ایسے بچے جن کی عمر 5 سال سے کم تھی اور تحریک جدید میں شامل نہیں تھے ان میں سے بھی تقریباً 80 فیصد بچوں کو انہوں نے کم از کم 20 ڈالر کے ساتھ شامل کیا۔ مجھے تصویروں کی البم بھی بھجوائی تھی۔بچوں کو خود بھی ان کے ہاتھ سے قربانی دلوانی چاہئے تا کہ ان کو بھی آئندہ قربانیوں کی عادت پڑے۔

کینیڈا کی جو چار اچھی جماعتیں ہیں وہ کیلگری نارتھ ویسٹ ہے۔پیس ولیج ایسٹ۔پیس ولیج سنٹر اور سرے ایسٹ۔اور چوتھے نمبر پہ وینکوور ہیں۔

انگلستان کی جو دس بڑی جماعتیں ہیں ان میں مسجد فضل پہلے نمبر پر ہے۔دوسرے پہ سربٹن۔پھر کیمبرج، پھر جلنگھم، نیو مولڈن، برمنگھم ویسٹ، ووسٹر پارک، پرلے، ساؤتھ ایسٹ لنڈن اور آکسفورڈ شامل ہیں۔چھوٹی جماعتوں میں سکنتھورپ، ڈیگنہم، کارنوال، وولور ہیمپٹن، نارتھ ویلز، سپن ویلی، برسٹل، پیٹر برا، آلڈ گیٹ، لیمنگٹن سپا، کیتھلے۔ریجنز جو ہیں ان میں لنڈن ریجن، ساؤتھ ریجن، نارتھ ویسٹ ریجن، ہارٹفورڈ شائر، مڈلینڈز، نارتھ ایسٹ ریجن، ساؤتھ ویسٹ ریجن اور ایسٹ لنڈن ہے۔

فی کس ادائیگی کے لحاظ سے جرمنی کی (پوزیشن حاصل کرنے والی) جو جماعتیں ہیں وہ ہیں مہدی آباد (یہ ہمبرگ کے قریب ہماری ایک چھوٹی سی جگہ ہے وہاں جماعت کی زمین ہے اور اس میں کچھ آبادی بھی ہے) اور دوسرے نمبر پر مائینز، ویزباڈن، گروس گراؤ، فرانز ہائم، ڈی بُرگ، ماربُرگ، بُوکسٹے ہُوڈے، کولون، ہائیڈل برگ اور ریڈ شٹڈ۔اور جو دوسری جماعتیں ہیں ان میں آگس بُرگ، میونخ، میونسٹر، کیمپٹن، ٹونئے ہاؤزن، نیورن برگ، وائن گارٹن، شٹول برگ، الزائے، ہیز ڈورف اور ہوف شامل ہیں۔

وصیتوں کی تحریک کرنے پر جب جماعت کا وصیت کی طرف رجحان ہوا تو بعض کا خیال تھا کہ باقی چندوں میں ادائیگی کی رفتار شاید اتنی نہ رہے جتنی پہلے تھی۔لیکن جیسا کہ ہم نے دیکھا اور کوائف نے ثابت کر دیا کہ چندہ دہندگان کی تعداد میں بھی خوش کن اضافہ ہے اور وصولی میں بھی۔الحمد للہ۔جہاں اللہ تعالیٰ کی حمد سے دل بھرتا ہے وہاں اس طرف بھی توجہ جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کاموں میں مزید وسعت بھی انشاء اللہ تعالیٰ پیدا فرمانے والا ہے اور جو پہلے سے انتظام کر رہا ہے اور ہمیں ہوشیار بھی کر رہا ہے۔قربانیوں کی طرف بھی مائل کر رہا ہے۔جو کام ہمارے سپرد ہیں ان میں انشاء اللہ بہت وسعت پیدا ہونے والی ہے اور یہ بھی کہ تم دنیا کے کسی کریڈٹ کرنچ (Credit Crunch) کی فکر نہ کرو۔میرے ساتھ سودا کرتے جاؤ مَیں انشاء اللہ تعالیٰ تمہاری توفیقیں بڑھاتا چلا جاؤں گا۔

اللہ کرے کہ ہمارے ایمان بھی ان کو دیکھ کر بڑھتے چلے جائیں۔ہماری قربانیاں بھی بڑھیں۔ہماری ترقی کی ترقی کی رفتار بھی بڑھے اور ہم فتح کے نظارے بھی دیکھنے والے ہوں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحریک جدید کے بارے میں فرمایا تھا کہ یہ وصیت کی ارہاص کے طور پر ہے۔وصیت کے لئے ایک بنیادی اینٹ ہے۔اس سے وصیت کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگی اور قربانی کی طرف بھی توجہ پیدا ہوگی۔لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا جہاں جماعت کو وصیت کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے وہاں تحریک جدید میں بھی اضافہ ہوا ہے۔یعنی یہ بنیاد ایسی ہے جو خود بھی پھیلتی چلی جا رہی ہے اور نئے دفتر پنجم میں شاملین کی تعداد میں بھی بہت زیادہ اضافہ ہوا ہے اور یہ ظاہر کرتا ہے کہ وصیت کرنے والوں کے بچے اور آئندہ جو ہماری نئی نسل آ رہی ہے بچپن سے لڑکپن میں یا 7 سال کی عمر میں، اطفال الاحمدیہ میں شامل ہو رہے ہیں وہ بھی تحریک جدید میں قربانی کر کے آئندہ کے لئے اپنے آپ کو وصیت کے لئے بھی تیار کر رہے ہیں اور قربانیوں کے لئے بھی تیار کر رہے ہیں۔دنیا کہتی ہے اور معیشت دان یہ کہا کرتے ہیں کہ جب معاشی کرائسز آتے ہیں تو غربت کا ایک شیطانی چکر جو ہے وہ شروع ہو جاتا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ جنہیں خیرِ اُمّت بناتا ہے ان کے لئے معاشی کرائسز کے باوجود چندوں میں اضافہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی رحمتوں کو سمیٹنے اور نیکیوں کی طرف مائل ہونے کا ذریعہ بنتا ہے۔اور یوں ہمارا رحمان خدا ہمیں اپنی رحمت کی آغوش میں لے لیتا ہے اور فَاسْتَبِقُوْا الْخَیْرَات کا ادراک ہم میں پیدا ہوتا ہے اور جب تک ہم نیکیوں میں بڑھتے چلے جانے کی سوچ کو صیقل کرتے چلے جائیں گے، روشن کرتے چلے جائیں گے، چمکاتے چلے جائیں گے، خیرِ اُمّت کہلانے والے بنے رہیں گے انشاء اللہ۔ایک معمولی قربانی کرنے والا غریب آدمی اور ایک بچہ جو چند پینس (Pense) اپنے جیب خرچ میں سے دیتا ہے وہ اس قربانی کی وجہ سے تبلیغ اسلام اور تعمیر مساجد اور نیکیوں کو پھیلانے اور برائیوں کو روکنے میں حصہ دار بنتا چلا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم میں اور ہماری نسلوں میں قربانی کی یہ روح ہمیشہ قائم رکھے اور ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہوئے اس کے انعامات کے وارث بنتے چلے جائیں۔

☆☆☆☆☆

مولانا دوست محمد شاہد مرحوم مؤرّخِ احمدیت

تھا فِدائے دینِ احمؐد ، احمدیت کا سفیر ... ہو گیا نظروں سے اوجھل ایک سلطانِ نصیر
تھا فِدائے دینِ احمؐد ، احمدیت کا سفیر ... ہو گیا نظروں سے اوجھل ایک سلطانِ نصیر
احمدیت کے شَجر کا ایک شیریں تھا ثمر ... جگمگایا عمر بھر مانندِ تابندہ سَحَر
وَقف کے ہر اک تقاضے سے ہوا تھا آشنا ... بے بَدل عالم ، مدبّر ، باوفا و باخدا
اک مقرر جس کو ہر دل نے کہا تھا آفریں ... بات ہر اک تھی مؤثر و مدلّل ، دِلنشیں
اک مؤرّخ جو ہمہ گیری میں تھا اپنی نظیر ... بحرِ عرفاں سے سدا چُنتا رہا موتی خطیر
حاسد و ظالم کے ہاتھوں بندۂِ عاجز ، فقیر ... یوسفی سنّت پہ چل کر ہو گیا اِک دن اسیر
اِنتخابِ مُصلح الموعودؓ ، ناصرؒ کی نظر ... پڑ گئی جس شخص پر وہ ہو گیا یکتا گُہر
اِلتفاتِ طاہرؒ و مسرور سے مسرور تھا ... اک رضاجوئی کا طالب حمد سے معمور تھا
طاعتِ معروف کا ہر حق ادا اس نے کیا ... ہر خلیفہ سے نیا اک جامِ خوشنودی لِیا

ایک عالَم کی جدائی پر ہے، پُرنَم آسماں
حق کی جانب جو چلا ہے چھوڑ کر بزمِ جہاں

(صادق باجوہ۔میری لینڈ،امریکہ)

درخواست دُعا

ڈنمارک سے محترم شیخ مطیع الرحمٰن صاحب کپورتھلوی نے اعانت بدر میں ایک ہزار روپے بھجواتے ہوئے درخواست کی ہے کہ ان کی بڑی ہمشیرہ محترمہ شمیم قریشی صاحبہ اہلیہ مکرم قریشی فروز محی الدین سابق مشنری انچارج نائجیریا حال مقیم گوتھمنبرگ سویڈن، ان دنوں خون میں جراثیم کی وجہ سے بہت بیمار ہیں۔ڈاکٹر ان کے خون سے جراثیم نکالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔وہ اس وقت دائیں طرف کے فالج کی وجہ سے ویل چیئر پر ہیں۔انہوں نے دُعا کی درخواست کی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں شفایابی عطا فرمائے اور وہ اپنے ہاتھوں سے خود کام کر سکیں،اور چل پھر سکیں۔ (ادارہ)

حضرت مولانا الحاج حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاولؓ کے حالات زندگی قبل از خلافت

(مکرم مولوی عبدالمومن صاحب راشدؔ استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے نسب نامہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت عمرؓ خلیفہ ثانیؓ کی اولاد میں سے تھے۔ خاندان میں بہت سے بزرگان کو اولیاء اللہ میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔ آپ سے لیکر گیارھویں پشت تک بزرگان حفظ قرآن کرتے رہے ہیں۔

آپ ۱۸۴۱ء کے قریب بھیرہ کے محلّہ معماراں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد کا نام حضرت حافظ غلام رسولؒ اور والدہ ماجدہ کا نام نور بخت تھا۔ موصوفہ اعوان قوم سے تھیں جس کا مورث اعلیٰ مورخین نے حضرت علیؓ کو قرار دیا ہے۔ آپ کے آباء و اجداد مدینہ سے نکل کر بلخ میں آباد ہوئے۔ پھر کابل و غزنی کے حکمران بنے۔ چنگیزی حملہ کے دوران میں کابل سے ہجرت کر کے پہلے ملتان کے نواح میں بعدہ ،بھیرہ میں آباد ہوئے۔ خاندان میں بہت سے بزرگ مشہور اولیاء گذرے ہیں۔ اجداد میں اولیاء، علماء، محدثین، بادشاہ، شہید اور قاضی غرضیکہ ہر طبقہ کے بزرگ گذرے ہیں۔ خاندان ہمیشہ ممتاز شان وشوکت کا حامل رہا ہے۔ پاکستان میں افراد خاندان شہزادے کہلاتے رہے۔ بھیرہ میں آپ کے خاندان کو نہایت عقیدت و احترام سے دیکھا جاتا تھا۔ آپ کے والد محترم حافظ غلام رسول سلسلہ چشتیہ سے تعلق رکھتے تھے۔ سنی عقیدہ ہونے کے ساتھ عاشق قرآن تھے۔ قرآن مجید کی اشاعت سے انتہائی دلچسپی تھی۔ ہزاروں روپے کے قرآن مجید خرید کر تقسیم کرتے تھے۔ ایک تاجر سے تیس ہزار روپے کے قرآن مجید خرید کر گردونواح کے دیہاتوں میں بانٹ دیتے۔ بچی کی شادی پر جہیز میں سب سے اوپر قرآن شریف رکھا۔

آپؓ کے نانا کا نام مراد بخش اور پڑنانا کا نام بڈے شاہ تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ بڑی دیندار تھیں۔ نماز کی بہت پابند تھیں۔ باورچی خانہ میں اپنا مصلیٰ کھونٹی رکھتی تھیں۔ نماز کا وقت ہونے پر وہیں نماز پڑھ لیتیں۔ قرآن مجید کو سمجھنے والی مذہبی و دینی مسائل سے واقف خاتون تھیں۔ تیرہ برس کی عمر میں دوسروں کو قرآن شریف پڑھانا شروع کیا۔ ہزار لڑکوں اور لڑکیوں نے آپ سے قرآن شریف پڑھا ہوگا۔ حضرت مولوی نور الدینؓ فرماتے ہیں" میری ماں قرآن خوب جانتی تھیں۔ حمل کے اندر بھی قرآن ہی کی آواز مجھے پہنچی۔ اللہ تعالیٰ کی بہت بہت رحمتیں ہوں۔ میری کھلائی پر کہ مجھے بہلانے کے وقت اور لوری دیتے ہوئے اُس کے منہ میں اللہ کا نام اور نبی کا نام رہتا تھا۔ ابتداء میں میرے مسلمان ہونے کا سبب یہی ہوا...... پھر میں نے اپنی ماں کی گود میں لا الــہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی آواز سنی اور گود میں قرآن پڑھا۔ میری والدہ ماجدہ ۸۵ برس کی عمر تک لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتی رہیں۔

(تاریخ احمدیت جلد نمبر ۳)

آپؓ ابتداء ہی سے غضب کا حافظہ رکھتے تھے۔ ابتداء میں آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی گود میں قرآن مجید پڑھا اور انہیں سے پنجابی زبان میں فقہ کی کتابیں پڑھیں اور کچھ حصہ قرآن شریف کا اپنے والد صاحب سے بھی پڑھا۔

گھریلو تعلیم کے بعد آپ مدرسہ میں داخل ہوئے۔ آپؓ فرماتے ہیں۔

مجھے اپنے سن تمیز سے بھی پہلے کتابوں کا شوق ہے۔ بچپنے میں جلد کی خوبصورتی کے سبب کتابیں جمع کرتا تھا۔ سن تمیز کے وقت میں نے کتابوں کا بڑا انتخاب کیا اور مفید کتابوں کے جمع کرنے میں بڑی کوشش کی۔ (مرقاۃ الیقین ۱۷۹)

آپ کو تیرنا خوب آتا تھا۔ بڑے بڑے دریاؤں میں تیرتے رہے ہیں۔ بچپن سے ہی آپ گھوڑ سواری کے شوقین تھے۔ آپؓ فرماتے ہیں ہم چھوٹے تھے ہمارے والد صاحب لگام چھپا دیتے تھے تا چھوٹے بچے تیز گھوڑوں پر سوار ہو کر گر نہ جائیں مگر ہم گھوڑے کے گلے کی رسی ہی سے ان کو چلا لیتے تھے نیز فرماتے ہیں۔ میرے سامنے میرے ساتھ کھیلنے والے لڑکوں نے کبھی کوئی گالی نہیں دی بلکہ مجھ کو دور سے دیکھ کر آپس میں کہا کرتے تھے کہ یارو سنبھل کر بولنا۔ (مرقاۃ الیقین ۱۷۸)

۱۸۵۳ء کے قریب بارہ سال کی عمر میں اپنے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب کے پاس آئے۔ یہاں آپ خناق کے مرض میں مبتلا ہوئے۔ اسی دوران آپ کے دل میں طبی تعلیم حاصل کرنے کی تحریک ہوئی۔ دو سال بعد ۱۸۵۵ء میں آپ بھیرہ واپس گئے یہاں آپ نے فارسی، عربی پڑھی۔ ۱۸۵۷ء میں کلکتہ کے ایک تاجر نے آپ کو پنج سورہ دیا۔ اُس کو پڑھنے سے آپ کو قرآن سے الفت و محبت پیدا ہوئی۔ اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپؓ لکھتے ہیں۔

"انہوں نے ترجمہ قرآن کی طرف یا یہ کہنا چاہئے کہ اس گراں بہا جواہرات کی کان کی طرف مجھے متوجہ کیا۔ جس کے باعث میں اس بڑھاپے میں نہایت شادمانہ زندگی بسر کرتا ہوں۔ وذالک فضل اللہ علینا وعلی الناس واکثر الناس لا یعلمون۔

(مرقات الیقین صفحہ ۵۷۔۵۶)

انہی دنوں آپؓ تقویۃ الایمان اور مشارق الانوار پڑھیں۔ طب کی کتاب موجز پڑھی۔

جھاد فی سبیل اللہ کا شوق:

۱۸۵۵۔۵۶ میں ترکی و روس کی لڑائی ...... جاری تھی ان دنوں آپ بھیرہ میں تھے۔ ایک رات اتفاقاً سب بھائی بہن اور ان کی اولاد گھر میں جمع تھی آپ کے سوا باقی سب شادی شدہ تھے آپ نے والدین سے عرض کی مجھے خدا کی راہ میں قربان کر دیں مگر آپ کی والدہ ماجدہ صاحبہ نے کہا کہ میں اپنی زندگی میں یہ بات کب برداشت کرسکتی ہوں۔ میں چاہتی ہوں کہ میرا کفن دفن آپ کریں۔ خدا کی غیرت کو دیکھو وہ اپنا کام کر گئی۔ تھوڑے دنوں کے بعد والدین ہی کے سامنے باقی اولاد فوت ہونی شروع ہوئی حتّٰی کہ سارا گھر خالی ہوگیا۔ آپ ان دنوں جموں میں تھے۔ ایک دفعہ موسم گرما میں بھیرہ آئے اور ایک کمرہ میں سوئے ہوئے تھے کہ آپ کی والدہ قریب کے کمرہ میں آئیں اور انہوں نے اتنی زور سے انـــا لـلـہ وانـا الیہ راجعون پڑھا کہ آپ کی آنکھ کھل گئی اور اپنی والدہ ماجدہ کو گھبرایا ہوا اور پریشان دیکھ صبر کی ہدایت کی پھر آپ نے والدہ سے عرض کیا کہ اماں جان آپ کو معلوم ہے کہ گھر کیوں ویران اور خالی ہوگیا ہے۔ فرمایا خوب یاد ہے یہ اُس غلطی کا نتیجہ ہے جو میں نے آپ کی بات کو ردّ کیا تھا اور اب تو میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میں اُس وقت مروں گی جبکہ تو بھی میرے پاس نہیں ہوگا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جیسا کہ اوپر ذکر آچکا ہے۔ (تاریخ احمد جلد ۳ صفحہ ۳۰)

۱۸۵۸ء میں ۱۸ سال کی عمر میں آپ نے نارمل اسکول راولپنڈی میں داخلہ لیا۔ تحصیل کا امتحان دیا، اعلیٰ اور نمایاں کامیابی کے ساتھ پنڈ دادخان کے مڈل اسکول کے ہیڈ ماسٹر بنادئے گئے۔ آپ چار سال تک ہیڈ ماسٹر رہے۔ اسی دوران آپ نے عربی کی مزید تعلیم حاصل کی۔ اس ملازمت کے دوران ہیڈ ماسٹری سے آپ نے از خود استعفیٰ دیا۔ آپ کے توکل علی اللہ پر عظیم الشان واقعہ پیش آیا۔

ملازمت چھوڑنے کے بعد اور ایک سال تک سفر وحضر میں عربی کی کتابیں پڑھیں۔ پھر لاہور چلے گئے۔

سفر رامپور:

لاہور میں چند دن ہی گذرے تھے کہ آپ طالب علم کی تحریک پر آپ نے ریاست رامپور جا کر تعلیم حاصل کرنے کا ارادہ کر لیا۔ رام پور پہنچ کر آپ کے مناسب مقام پر قیام کیا اور حصول تعلیم کیلئے کتابوں اور استادوں کا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انتظام کر دیا۔ رامپور میں تین سال تک قیام فرمانے کے بعد جب کثرت مطالعہ کی وجہ سے بے خوابی کا مرض لاحق ہوا تو آپ مرادآباد چلے گئے جہاں عبدالرشید بنارسی سے ملاقات ہوگئی۔ انہوں نے ڈیڑھ مہینہ تک آپ کی خدمت کی حتیٰ کہ آپ اس مرض سے شفایاب ہوگئے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۴۱۔۴۲)

حضرت مولوی صاحب دو برس تک رامپور میں حکیم علی حسین کے پاس رہے۔ اور بمشکل قانون بوعلی سینا کا عملی حصہ ختم کیا اور سند حاصل کرنے کے بعد اجازت چاہی کہ عربی کی تکمیل اور حدیث پڑھنے کیلئے جانا ہے۔ حکیم صاحب نے میرٹھ اور دہلی جانے کا مشورہ دیا۔ نہایت محبت سے فرمایا کہ ہم معقول خرچ دونوں شہروں میں بھیجا کریں گے۔ میرٹھ اور دہلی میں حصول تعلیم میں کامیابی نہ ہونے پر آپ ریاست بھوپال روانہ ہوگئے۔ بھوپال پہنچ کر آپ نے مسجد میں قیام فرمایا۔ یہاں پر بھی ایک معجزانہ واقعہ ظہور پذیر ہوا۔

حضرت جمال الدین منشی روزانہ بعد نماز مغرب قرآن شریف کا لفظی ترجمہ پڑھایا کرتے تھے۔ ایک دن آپ بھی درس میں شامل ہوئے۔ آیت واذا لـقـوا الـذیـن امـنـوا قالو اٰمنا واذا خلوا الٰی شیطینھم ۔

(سورۃ البقرہ آیت ۹)

آپ سوال کرنے کی اجازت چاہی۔ منشی صاحب نے بہ خوشی اجازت دی۔ فرمایا یہاں بھی منافقوں کا ذکر ہے اور نرم لفظ بولا ہے یعنی بعضھم الی بعض اور اس سورہ کے ابتداء میں جہاں انہیں کا ذکر ہے وہاں بڑا تیز لفظ ہے اذا خلوا الی شیاطینھم اس نرمی اور سختی کی وجہ کیا ہوگی"۔ منشی صاحب نے فرمایا۔ آپؓ ہی بتائے آپ نے فرمایا:

"میرے خیال میں ایک بات آئی ہے کہ مدینہ منورہ میں دو قسم کے منافق تھے۔ ایک اہل کتاب۔ ایک مشرک اہل کتاب کے لئے نرم یعنی بـعـضـھـم کا نرم لفظ اور مشرکین کیلئے سخت الـی شیاطینھم بولا ہے"۔

منشی صاحب یہ نکتہ سن کر اپنی مسند پر سے اٹھے اور آپ کے پاس آکر فرمایا کہ اب آپ وہاں بیٹھیں اور میں بھی اب قرآن شریف پڑھوں گا۔ آپ فرماتے ہیں قدرت الٰہی کہ ہم وہاں ایک ہی لفظ پر قرآن کریم کے مدرس بن گئے"

آپ نے بھوپال کے مفتی صاحب سے ایک حدیث مسلسل بھی سنی جو حضرموت کے ایک بزرگ محمد بن ناصر حضرمی نے ان تک پہنچائی تھی۔

(تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۴۸)

یہاں پر نصرت الٰہی کے دو واقعات رونما ہوئے جس سے آپ کی طبابت میں مہارت کا چرچا ہونے لگا۔ جب آپ بھوپال سے عازم حرمین شریفین ہوئے۔ اُس وقت آپ کی عمر ۲۴۔۲۵ سال تھی۔ مکہ معظّمہ میں آپ ایک بزرگ محمد حسین صاحب سندھی کے مکان پر اترے انہوں نے طواف القدوم کرانے کیلئے بیٹا ساتھ دیا اور آپ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا۔

بیت اللہ کو دیکھ کر دعا:

آپ نے کسی روایت کے ذریعہ یہ سن رکھا تھا کہ جب بیت اللہ نظر آئے اُس وقت جو دُعا بھی کی جائے وہ ضرور قبول ہوجاتی ہے۔ اس لئے آپ نے یہ دُعا کی

کہ الٰہی! میں تو ہر وقت محتاج ہوں۔ اب میں کونسی دعا مانگو۔ پس میں یہی دعا مانگتا ہوں کہ جب میں ضرورت کے وقت تجھ سے دُعا مانگوں تو اُس کو قبول کیا کر۔

آپ فرماتے ہیں روایت کا حال تو محدثین نے کچھ ایسا ویسا ہی لکھا ہے مگر میرا تجربہ ہے کہ میری تو یہ دعا قبول ہی ہوگئی۔ بڑے بڑے نیچریوں فلاسفروں ،دہریوں سے مباحثہ کا اتفاق ہوا اور ہمیشہ دعا کے ذریعہ مجھ کو کامیابی ہوئی اور ایمان میں بڑی ترقی ہوئی۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۷۵۔۷۶)

مکہ معظمہ میں علم حدیث کی تحصیل:

مکہ معظّمہ میں بعض اکابر علماء سے حدیث پڑھی۔ مکہ معظّمہ میں ڈیڑھ برس تک رہے۔ اسی طرح مدینہ میں حصول علم کے علاوہ مسجد نبوی کے قریب ہی ایک کتب خانہ سے کتابیں مطالعہ کرنا معمول بنایا۔ اور متعدد بار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا میں زیارت کی۔ مدینہ میں قیام کے دوران آپ کو اپنے پیرومرشد حضرت شاہ عبدالغنیؒ کے ذریعہ سے آنحضرت صلعم کی چالیس صحیح احادیث کا کا راوی بننے کا اعزاز حاصل ہوا ۔آنحضرت صلعم کے ارشاد کے مطابق ان احادیث کو بعض شاگردوں تک پہنچایا۔

چنانچہ میر محمد اسحاقؓ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاول حکیم نورالدین صاحبؓ نے اپنے شفاخانہ میں فرمایا کہ آنحضرت صلعم کی چالیس حدیثیں ایسی ہیں جو زبانی مجھ تک پہنچی ہیں آؤ میں تمہیں سناؤں۔ (تاریخ احمدیت جلد ۶۸)

بھیرہ میں واپسی:

وسط ۱۸۷۱ء میں آپ ہندوعرب کے دور دراز ملکوں کے سفر اختیار کرنے اور طبی و دینی علوم حاصل کرنے کے بعد بھیرہ پہنچے۔ مسلمان اور ہندو بڑی کثرت سے آپ کے استقبال کیلئے جمع ہوگئے۔ چند دن کے اندر اندر آپ کے اعزاز میں ایک جلسہ خیر مقدم منعقد کیا گیا۔ اس جلسہ میں ایک مولوی نے بخاری شریف اور مولف بخاری حضرت مولانا شیخ محمد بن اسماعیلؒ کا ذکر ملائم الفاظ میں کیا جس سے آپ کو سخت دُکھ ہوا اور فوراً ہی اس مولوی کو جواب دیا۔

بھیرہ میں مخالفت :

بھیرہ میں آپ کی مخالفت اس حد تک پہنچ گئی کہ آپ کے قتل کے منصوبے بنانے لگے۔

آپ کی پہلی شادی:

تیس سال کی عمر میں مفتی شیخ مکرم صاحب قریشی نعمانی کی صاحبزادی سے آپ کی شادی ہونا قرار پائی۔ پانچ سوروپے پر آپ کا نکاح ہوا۔ آپ کی اس بی بی کا نام فاطمہ تھا۔ اس بی بی سے نو لڑکے اور تین لڑکیاں پیدا ہوئیں۔ لڑکے بچپن میں فوت ہوگئے۔ آپ کے ایک بچے کا نام اسامہ تھا جس کی وجہ سے آپ کی کنیت ابواسامہ ہوئی''

بھیرہ میں مطب کا قیام:

باوجود اس کے کہ ایک طبیب نے آپ کو مطب کھولنے سے منع کیا آپ نے اپنا کام شروع کیا۔ اور سب سے پہلے ایک سرمہ تیار کروایا۔ یہ سرمہ بڑا مفید ثابت ہوا اور آپ کا کام چل پڑا۔

لالہ متھرا داس جو مہاراجہ کا حکم لیکر بھیرہ آئے کہ آپ کشمیر میں ملازمت اختیار کریں۔ انہی ایام میں آنحضرت صلعم نے بھی خواب میں آپ کو کشمیر کی طرف راہنمائی فرمائی۔ مہاراجہ کی پیشکش قبول کرکے آپ جموں پہنچے۔ ابتداء میں دوسوروپے پھر یہ تنخواہ پانچ سو تک کردی گئی۔ ایک بدعہد سرکاری افسر کی وجہ سے آپ کو شہر سے نفرت ہوگئی۔ اور آپ اسباب بندھوا کر مکان سے نیچے اترے کہ جموں کے رئیس شیخ فتح محمد سے مل گئے۔ انہیں حالات کا علم ہوا تو اپنے آدمیوں سے اسباب اٹھوا کر آپ اپنے گھر لے گئے جہاں آپ بارہ سال رہے۔

حضرت مسیح موعودؑ سے غائبانہ تعارف:

ملازمت ریاست کے دوران مہاراجہ کی توقع کے مطابق ریاست کو بھاری فائدہ پہنچایا۔ آپ نے ذاتی طور پر مطب جاری رکھا تھا۔ بیشمار لاعلاج مریض آپ کے ہاتھوں شفایاب ہوئے۔ ۱۸۷۹ میں ہیضہ کی وبا پھوٹ پڑی۔ آپ نے اس وباء میں مخلوق خدا کی خدمت میں دن رات ایک کردیا جس پر مہاراجہ نے ایک نہایت قیمتی خلعت بطور انعام پیش کی۔

ریاست میں تبلیغ و اشاعت اسلام کی سرگرمیاں:

طبی خدمات کے ساتھ ساتھ تبلیغ اسلام کی سرگرمیاں جاری رکھیں۔ مہاراجہ کے ساتھ بھی مذہبی تبادلہ خیالات فرماتے تھے۔ برسرمجلس کلمہ حق کہنے سے کبھی گھبرائے نہیں۔ دلائل سے لاجواب کردیتے تھے۔

طبی اور علمی خدمات کے ساتھ آپ نے فصل الخطاب ۔خطوط جواب شیعہ ورد ِنسخ ۔ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب۔ تصدیق براہین احمدیہ۔ ردّ تناسخ بھی تصنیف فرمائیں۔

جموں میں آپ نہایت موثر رنگ میں درس القرآن ارشاد فرماتے تھے۔ ایک دفعہ ایک ہندو افسر خزانہ کا بیٹا بھی تھا اور خود بھی خزانہ کا ایک افسر تھا برسرعام کہنے لگا دیکھو انکو قرآن سنانے سے روکو ورنہ میں مسلمان ہوجاؤں گا قرآن شریف بڑی دلربا کتاب ہے۔ اور اس کا مقابلہ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ اور نورالدین کے سنانے کا انداز بھی بہت ہی دلفریب اور دلربا ہے۔ (مرقاۃ الیقین صفحہ ۱۵۵)

۱۸۸۱ء میں آپ ایک راجہ سے ساتھ ایک شہزادہ کی شادی پر تشریف لے گئے اس سفر میں آپ نے ۱۶ پارے قرآن شریف کے حفظ فرمائے۔

انجمن اشاعت اسلام وانجمن حمایت اسلام کے قیام پران کے سرگرم ممبر رہے۔

آپ کے شاگرد خلیفہ نور الدین جمونی کا کہنا ہے کہ حضرت اقدس کا تعارف آپ کو سب سے پہلے ضلع گورداسپور ہی کے ایک صاحب شیخ رکن الدین سے ہوا۔ شیخ صاحب نے بتایا ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب نے اسلام کی حمایت میں رسالے لکھے ہیں۔ حضرت مولوی صاحب نے یہ سن کر حضرت کی خدمت میں خط لکھ کر کتابیں منگوائیں۔ اوران کے آنے پر جموں میں حضور کا چرچا ہوا۔ تاہم حضور سے رابطہ کی فوری وجہ یہ ہوئی کہ ایک تعلیم یافتہ مسلمان افسر سے ختم نبوت کے بارے میں ایک مباحثہ ہوا جس کے دوران میں آپ کو حضرت مسیح موعودؑ کا وہ پہلا اشتہار ملا جو حضور نے اپنے دعویٰ ماموریت کے بعد نشان نمائی کی عالمگیر دعوت کے لئے ایشیا، امریکہ اور یورپ کے تمام مذہبی عمائد و مفکرین کو بھجوایا تھا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی زیارت:

پہلا اشتہار دیکھتے ہی آپ جموں سے قادیان پہنچے۔ یہ مارچ ۱۸۸۵ء سے کچھ پہلے کی بات ہے۔

دوسری ملاقات اور مجاہدہ کی ہدایت:

پہلی ملاقات کے جلد بعد آپ قادیان آئے اور حضرت سے عرض کی کہ آپ کی راہ میں مجاہدہ کیا ہے؟ اس کے جواب میں حضور نے فرمایا: مجاہدہ یہی ہے کہ عیسائیوں کے مقابل پر ایک کتاب لکھیں۔

فصل الخطاب کی تصنیف و اشاعت:

کتاب کی تصنیف پونچھ میں فرمائی اور دہلی میں سن ۸۸۔۱۸۸۷ء میں چھپ کر شائع ہوئی۔ خدمت دین کیلئے آپ نے ملازمت سے استعفیٰ دیا ۔اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں چلے آنے کا ارادہ کیا۔ حضرت اقدس کو جب اس کا علم ہوا تو حضور نے مشورہ دیا کہ ملازمت سے علیحدگی ہرگز اختیار نہ کریں۔ ریاست سے آپ کا استعفیٰ منظور نہیں ہوا۔ اور آپ ایک عرصہ تک ریاست میں بیٹھے رہے۔

بیماری اور عیادت:

جنوری ۱۸۸۸ء میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جموں سے خط ملا کہ حضرت مولوی صاحب بیمار ہیں جس پر حضور خادم حافظ حامد علی صاحب کو ساتھ لیکر جموں تشریف لے گئے۔

لدھیانہ کی بیعت اولیٰ میں شرکت:

حضرت مولوی صاحب نے ایک عرصہ سے حضور علیہ السلام کی خدمت میں درخواست کی تھی کہ جب حضور کو بیعت کا اذن ہو تو سب سے پہلی بیعت آپ کی لی جائے۔ چنانچہ حضور نے یہ درخواست منظور فرمالی۔ ازاں بعد جب حضور کو بیعت کا حکم ہوا تو حضور نے آپ کی بیعت سے پہلے استخارہ کا ارشاد فرمایا۔

جماعت احمدیہ کے پہلے سالانہ جلسہ میں شرکت :

۲۷ دسمبر ۱۸۹۱ء کو بعد نماز ظہر مسجد اقصیٰ قادیان میں سب سے سالانہ جلسہ منعقد ہوا جس میں ۷۵ اصحاب احمد نے شمولیت اختیار کی ان میں سب سے ممتاز آپؓ تھے۔

ریاست جموں کشمیر سے تعلق ملازمت کا خاتمہ:

ستمبر ۱۸۹۲ء میں مہاراجہ پرتاپ سنگھ کے ظالمانہ حکم سے علم ہوا کہ آپ ۴۸ گھنٹے کے اندر اندر ریاست سے نکل جائیں۔ ریاست سے آپ اپنے وطن بھیرہ تشریف لے گئے۔ اور ایک عالی شان عمارت کی تعمیر شروع کردی۔ جس پر سات ہزار روپے خرچ ہو چکے تھے کہ کسی ضرورت کے سبب لاہور آئے ۔ لاہور آ کر مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کا خیال کر کے قادیان چلے آئے۔

قادیان آنے کے بعد آپ نے ڈھاب کے کنارے الگ مکان بنالیا اور ایک چھوٹی سی کوٹھری میں اپنا مطب قائم کرلیا۔ بعدہ اپنے آقا مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں اپنی زندگی پیش کردی اور آپ علیہ السلام کے ارشاد پر دین اسلام اور خلق خدا کی نمایاں خدمات کی توفیق پائی۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپؑ کے جانشین اور قدرت ثانیہ کے دوسرے مظہر کے طور پر منتخب ہوئے۔

آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے نقش قدم پر چلتے ہوئے اسلام و احمدیت اور بنی نوع انسان کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سچائی کا پیکر تھا ،وہ بندا تھا خدا کا | خوگر تھا وہ حق بات کا ،حاذق تھا بلا کا
طاعت میں بھی یکتا تھا ،مسیحا کا بھی پیارا | نبّاض تھا اقوام کا ،پتلا بھی وفا کا
اک رنگ حیا چال سے ،گفتار سے ظاہر | ہر رنگ پہ غالب تھا تو تھا رنگ غنا کا
ہرعسر میں ہر یسر میں راضی بہ رضا تھا | مولا بھی تو عاشق ہے ہر اک ایسی ادا کا

اُس نور پہ جب نورِ خلافت کا چڑھا رنگ
تعریف سے بھرتا ہی گیا عرش خدا کا

(مقصود احمد منیب)

(رسالہ ''انصاراللہ'' ربوہ، خلافت جوبلی نمبر صفحہ ۲۴۲ سے ماخوذ)

حضرت خلیفة المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

اپنے آقا حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں

☆......قریشی محمد فضل اللہ، نائب ایڈیٹر بدر......☆

مامور من اللہ کو خدائی پیغام پہنچانے کیلئے ایسے افراد کی ضرورت ہوتی ہے جو نہایت اخلاص اور وفاداری کے ساتھ کران کی مدد کریں حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی سنت انبیاء کے مطابق ایسے افراد کے میسر آنے کیلئے دعائیں کررہے تھے آپ فرماتے ہیں'' میں خدا تعالیٰ کے حضور آہ وزاری کیا کرتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ الٰہی میرا ناصر و مددگار کون ہے میں تنہا اور بے حقیقت ہوں پس جب دعا کا ہاتھ مسلسل اٹھا اور آسمانی فضا میری دعاؤں سے مامور ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزانہ دعا قبول کرلی اور رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص اور صدیق دیا...... اس مددگار کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے (آئینہ کمالات اسلام)

ایک طرف مسیح موعود علیہ السلام ایسے صدیق دوست کی تلاش میں تھے تو دوسری طرف مولانا نورالدین بھی ایک محی الدین کی تلاش میں دست بدعا رہتے تھے۔ آپ فرماتے ہیں:۔

'' میں شوق رکھتا تھا اور دعا کیا کرتا تھا کہ مجھے اللہ تعالیٰ ایسا شخص دکھائے جو دین کی تجدید کرے اور معاندین اور شیاطین پر روحانی سنگباری کرے۔ اس مقصد کی خاطر میں نے ......یقین کے انوار کے مہبط یعنی بیت اللہ الحرام کا قصد کیا میں جنگلوں کو عبور کرتا تھا اور صحراؤں میں سے گذرتا تھا اور ربانی بندوں میں سے ایک بندے کو تلاش کررہا تھا''۔

(کرامات الصادقین صفحہ ۱۴۹)

جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے حضرت خلیفة المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی پہلی ملاقات ہوئی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو دیکھا تو آپ کو یقین ہوگیا کہ آپ انہیں دعاؤں کا پھل ہیں جو خدا کے حضور آپنے عاجزانہ رنگ میں مانگیں اس سلسلہ میں حضورؑ فرماتے ہیں۔

'' جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اس پر پڑی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیات میں سے ایک آیت ہے اور مجھے یقین ہوگیا کہ میری اسی دعا کا نتیجہ ہے جس پر میں مداومت کرتا تھا۔

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۸۳)

دوسری طرف حضرت مولانا کی پہلی ملاقات میں ہی فدائیت کا عالم طاری ہوگیا اس کیفیت کی منظر کشی کرتے ہوئے آپؓ فرماتے ہیں۔

'' آپ اس وقت سیڑھیوں سے اترے تو میں نے دیکھتے ہی دل میں کہا یہی مرزا ہے اور اس پر میں سارا ہی قربان ہوجاؤں۔ (الحکم ۲۲ اپریل ۱۹۰۸ء)

حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ اس بات کی سچی تڑپ رکھتے تھے کہ ایسے وقت میں جبکہ دین اسلام پر چوطرفہ حملے ہورہے ہیں اور اندرونی و بیرونی مخالفت زوروں پر ہے خدا تعالیٰ اسلام کی تائید فرمائے اور کوئی ایسا شخص پیدا فرمائے جس کے ذریعہ اسلام کو پھر غلبہ نصیب ہو۔ آپ فرماتے ہیں۔'' مجھے نہایت طلب اور جستجو تھی اور میں صادقوں کی ندا کا منتظر تھا۔ اسی اثناء میں مجھے حضرت السیّد الاجل اور بہت ہی بڑے علامہ اس صدی کے مجدد مہدی الزماں مسیح دوراں اور مؤلف براہین احمدیہ کی طرف سے خوشخبری ملی۔ میں ان کے پاس پہنچا تا حقیقت کا مشاہدہ کروں۔ میں نے فوراً بھانپ لیا کہ یہی موعود حکم وعدل ہے اور یہی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تجدید دین کیلئے مقرر فرمایا ہے۔ میں نے فوراً اللہ تعالیٰ کے حضور لبیک کہا۔ اور اس عظیم الشان احسان پر اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے سجدہ میں گر گیا۔ اے ارحم الراحمین خدا! تیری حمد، تیرا شکر اور تیرا احسان ہے۔ پھر میں نے مہدی الزمان کی محبت کو اختیار کرلیا اور آپ کی بیعت صدقِ دل سے کی یہاں تک کہ مجھے آپ کی مہربانی اور لُطف وکرم نے ڈھانپ لیا اور میں دل کی گہرائیوں سے ان سے محبت کرنے لگا۔ میں نے انہیں اپنی جائیداد اپنے سارے اموال پر ترجیح دی بلکہ اپنی جان، اپنے اہل وعیال اور اپنے والدین اور اپنے سب عزیز واقارب پر انہیں مقدم جانا۔ ان کے علم وعرفان نے میرے دل کو والہ وشیدا بنا لیا۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے میرے لئے ان کی ملاقات مقدر فرمائی۔ اور یہ میری خوش بختی ہے کہ میں نے انہیں باقی سب لوگوں پر ترجیح دی اور میں ان کی خدمت کیلئے اس جان نثار کی طرح کمربستہ ہوگیا جو کسی میدان میں کوئی کوتاہی نہیں کرتا۔ پس اس اللہ کا شکر ہے جس نے مجھ پر احسان فرمایا اور وہ بہتر احسان کرنے والا ہے''۔

(حیات نور صفحہ ۱۱۱۔۱۱۲)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۱۸۸۴ء میں مخالفین اسلام کیلئے نشان نمائی کی دعوت پر مشتمل اشتہار عام شائع فرمایا تو ایک اشتہار حضرت مولانا نورالدینؓ کو بھی مل گیا۔ اشتہار کو پڑھ کر آپ کو یقین ہوگیا کہ یہ شخص واقعی حمایت اسلام کیلئے مقرر کیا گیا ہے آپ اس کے بعد تحقیق کے واسطے قادیان کی طرف چل پڑے۔ اس پر لطف اور ایمان افروز واقعہ کی تفصیل آپ ان الفاظ میں بیان فرماتے ہیں۔

'' فوراً اس اشتہار کے مطابق......تحقیق کے واسطے قادیان کی طرف چل پڑا۔ اور روانگی سے پہلے اور دورانِ سفر میں اور پھر قادیان کے قریب پہنچ کر قادیان کو دیکھتے ہی نہایت اضطراب اور کپکپا دینے والے دل سے دعائیں کیں۔ جب میں قادیان پہنچا تو جہاں میرا یکہ ٹھہرا وہاں ایک بڑا محراب دار دروازہ نظر آیا۔ جس کے اندر چارپائی پر ایک بڑا ذی وجاہت آدمی بیٹھا نظر آیا۔ میں نے یکہ بان سے پوچھا کہ مرزا صاحب کا مکان کون سا ہے؟ جس کے جواب میں اس نے اس ...... مشبّہ داڑھی والے کی طرف جو اس چارپائی پر بیٹھا تھا، اشارہ کیا کہ یہی مرزا صاحب ہیں۔ مگر خدا کی شان! اس کی شکل دیکھتے ہی میرے دل میں ایسا انقباض پیدا ہوا کہ میں نے یکے والے سے کہا کہ ذرا ٹھہرو میں بھی تمہارے ساتھ ہی جاؤں گا اور وہاں میں نے تھوڑی دیر کے واسطے بھی ٹھہرنا گوارا نہ کیا۔ اس شخص کی شکل ہی میرے واسطے ایسی صدمہ دہ تھی کہ جس کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ آخر طوعاً وکرہاً میں اس (مرزا امام الدین) کے پاس پہنچا۔ میرا دل ایسا منقبض اور اس کی شکل سے متنفر تھا کہ میں نے السلام عُلیک تک بھی نہ کہا کیونکہ میرا دل برداشت ہی نہیں کرتا تھا۔ الگ ایک خالی چارپائی پڑی تھی۔ اس پر میں بیٹھ گیا اور دل میں ایسا اضطراب اور تکلیف تھی کہ جس کے بیان کرنے میں وہم ہوتا ہے کہ لوگ مبالغہ نہ سمجھیں۔ بہرحال میں وہاں بیٹھ گیا۔ دل میں سخت متحیر تھا کہ میں یہاں آیا کیوں؟ ایسے اضطراب اور تشویش کی حالت میں اس مرزا نے خود ہی مجھ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ میں نے نہایت روکھے الفاظ اور کبیدہ دل سے کہا کہ پہاڑ کی طرف سے آیا ہوں۔

تب اس نے جواب میں کہا کہ آپ کا نام نور الدین ہے؟ اور آپ جموں سے آئے ہیں؟ اور غالباً آپ مرزا صاحب کو ملنے آئے ہوں گے؟ بس یہ لفظ تھا جس نے میرے دل کو کسی قدر ٹھنڈا کیا اور مجھے یقین ہوا کہ یہ شخص جو مجھے بتایا گیا ہے مرزا صاحب نہیں ہے۔ میرے دل نے یہ بھی گوارا نہ کیا کہ میں اس سے پوچھتا کہ آپ کون ہیں؟ میں نے کہا ہاں اگر آپ مجھے مرزا صاحب کے مکانات کا پتہ دیں تو بہت ہی اچھا ہوگا۔ اس پر اس نے ایک آدمی مرزا صاحب کی خدمت میں بھیجا اور مجھے بتایا کہ ان کا مکان اس مکان سے باہر ہے۔ اتنے میں حضرت اقدسؑ نے اس آدمی کے ہاتھ لکھ بھیجا کہ نماز عصر کے وقت آپ ملاقات کریں۔ یہ بات معلوم کرکے میں معاً اُٹھ کھڑا ہوا۔''

'' چنانچہ آپ اس وقت سیڑھیوں سے اُترے تو میں نے دیکھتے ہی دل میں کہا کہ یہی مرزا ہے اور اس پر میں سارا ہی قربان ہوجاؤں''۔

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہونے پر حضرت مولانا کی قلبی کیفیت اور خوشی کا کسی قدر ذکر آچکا ہے۔ اس جگہ یہ امر بھی خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ جب حضرت مسیح الزمان علیہ السلام کو نورالدین جیسا گوہر آبدار ملا تو آپ کے قلب اطہر کے جذبات کا کیا عالم تھا آپ نے فرمایا:۔

'' جب سے میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ سے مامور کیا گیا ہوں اور حی اور قیوم کی طرف سے زندہ کیا گیا ہوں دین کے چیدہ مددگاروں کی طرف شوق کرتا رہا ہوں اور وہ شوق اس شوق سے بڑھ کر ہے جو ایک پیاسے کو پانی کی طرف ہوتا ہے اور میں رات دن خدا تعالیٰ کے حضور چلاتا تھا اور کہتا تھا کہ اے میرے رب! میرا کون ناصر و مددگار ہے۔ میں تنہا اور حقیر ہوں پس جب کہ دعا کا ہاتھ پے درپے اُٹھا اور آسمان کی فضا میری دعا سے بھر گئی تو اللہ تعالیٰ نے میری عاجزی اور دعا کو قبول کیا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا۔ اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا جو میرے مددگاروں کی آنکھ ہے اور میرے ان مخلص دوستوں کا خلاصہ ہے جو دین کے بارے میں میرے دوست ہیں۔ اس کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے۔ وہ جائے ولادت کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے لحاظ سے قریشی ہاشمی ہے جو کہ اسلام کے سرداروں میں سے اور شریف والدین کی اولاد میں سے ہے۔ پس مجھ کو اس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا ہو اور ایسا سرور ہوا جس طرح کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کے ملنے سے خوش ہوئے تھے''۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام، روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۸۱، ۵۸۲)

....

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں
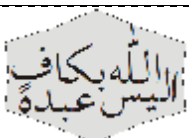
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا مقام و مرتبہ

(مکرم مولوی مظہر احمد صاحب وسیم، استاد جامعہ احمدیہ قادیان)

حضرت مولانا حکیم نور الدین رضی اللہ عنہ کو جب آپ کے ایک شاگرد نے بتایا کہ ضلع گورداسپور کے ایک گاؤں قادیان میں ایک شخص مرزا غلام احمد نے اسلام کی حمایت میں رسالے لکھے ہیں تو آپ نے حضورؑ کی خدمت میں خط کر کتابیں منگوائیں۔ کچھ عرصہ کے بعد آپ کو حضورؑ کا ایک اشتہار بھی ملا۔ جسے پڑھ کر آپ قادیان آئے اور اپنی صدیقی فراست سے خدا کے برگزیدہ کو پہچان لیا اور آپ کی محبت وعقیدت میں ایسے کھوئے کہ سب کچھ آپ کے قدموں میں قربان کر دیا۔

یہ ۱۸۸۵ء سے پہلے کی بات ہے جبکہ نہ حضور نے دعویٰ مسیحیت کیا تھا نہ بیعت کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ماموریت کے وقت سے ہی دعا میں مصروف تھے کہ الٰہی دین اسلام کی خدمت کیلئے مجھے مددگار عطا فرما۔ آپ کی دعائیں قبول ہوئیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا نور الدین صاحب جیسا عظیم انسان آپ کی مدد کیلئے بھیج دیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ اسلام آپ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

’’میں خدا تعالیٰ کے حضور آہ وزاری کرتا تھا اور عرض کرتا تھا کہ الٰہی میرا ناصر و مددگار کون ہے۔ میں تنہا اور بے حقیقت ہوں۔ پس جب دعا کا ہاتھ مسلسل اٹھا اور فضائے آسمانی میری دعاؤں سے معمور ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ نے میری عاجزانہ دعا قبول کی اور رب العالمین کی رحمت جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک مخلص اور صدیق عطا فرمایا۔ جو میرے مددگاروں کی آنکھ اور میری مخلصین دین کا خلاصہ ہے۔ اس مددگار کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے۔ وہ مولد کے لحاظ سے بھیروی اور نسب کے اعتبار سے ہاشمی قریشی ہے۔ وہ اسلام کے سرداروں میں سے ہے اور بزرگوں کی نسل سے ہے۔ مجھے آپ کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ جسم کا ٹکڑا مل گیا اور ایسا مسرور ہوا جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فاروق کے ملنے سے ہوئے تھے۔ مجھے سارے غم بھول گئے۔‘‘

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۸۱۔۸۲)

دوسری طرف پہلی نظر میں حضرت مولانا نور الدین صاحب کا کیا عالم تھا، ملاحظہ فرمائیں۔ فرمایا:۔

’’آپ اس وقت سیڑھیوں سے اُترے تو میں نے دیکھتے ہی دل میں کہا کہ یہی مرزا ہے اور اس پر میں سارا ہی قربان ہو جاؤں۔‘‘

نیز فرمایا: ’’حضرت مرزا صاحب کی سادگی، جواب اور وسعت اخلاق اور طرز ادا نے میرے دل میں ایک خاص اثر کیا‘‘

چنانچہ اس پہلی ملاقات میں ہی حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور میری بیعت لے لیں آپؑ نے فرمایا کہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم کے بغیر اس معاملہ میں کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔ اس پر حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ نے عرض کیا کہ پھر حضور وعدہ فرمائیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم آجائے، سب سے پہلے میری بیعت لی جائے آپ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ انشاء اللہ آپ ہی کو پہلے بیعت کرنے کا موقعہ دیا جائے گا۔ اس کے بعد آپ واپس جموں تشریف لے گئے اور پھر خط وکتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ جس کے نتیجہ میں تعلقات اور گہرے ہوگئے۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ نے عیسائیوں کے جواب میں ایک کتاب ’’فصل الخطاب‘‘ لکھی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی نظر میں حکیم الامت حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کا مقام و مرتبہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ ایک مرتبہ جموں میں بیمار ہوگئے۔ حکیم مولوی فضل الدین صاحب بھیروی نے جو خلیفہ اوّل کے بچپن کے دوست تھے بیماری سے گھبرا کر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اقدس میں چٹھی لکھ دی۔ حضورؑ بیتاب ہو کر آپ کے پاس جموں تشریف لے گئے اور تین دن وہاں رہے اور حضور علیہ السلام نے پہلے سے آپ کو اطلاع دی تھی کہ مجھے بشارت دی گئی ہے کہ میرے وہاں پہنچنے کے وقت آپ کو آرام ہوگا اور ایسا ہی ہوا۔ یہ واقعہ اوائل ۱۸۸۸ء کا ہے۔

حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ کی دوسری شادی مارچ ۱۸۸۹ء میں حضرت صوفی احمد جان صاحب کی بیٹی صغریٰ بیگم صاحبہ سے لدھیانہ میں ہوئی۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ اسلام بھی برات میں لدھیانہ تشریف لے گئے اور اس طرح آپ نے حضرت مولوی حکیم نور الدین صاحبؓ سے اپنی قربت کا اظہار فرمایا۔ اس واقعہ سے بھی قارئین کرام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ عدم فرصت کے باوجود آپ کی شادی کی تقریب میں شامل ہوئے۔

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیعت لینے کا حکم ہو چکا تھا۔ چنانچہ حسب وعدہ مورخہ ۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء کو سب سے پہلے حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّلؓ کو ہی بیعت کیلئے بلایا اور آپ کی بیعت لی۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ واقعہ بیعت کا ذکر اس طرح بیان کرتے ہیں۔

’’نبی کو جو فراست دی جاتی ہے وہ دوسروں کو نہیں دی جاتی۔ حضور نے جب میری بیعت لی تو میرا ہاتھ نیچے سے پکڑا حالانکہ دوسروں کے ہاتھ اس طرح پکڑے جس طرح مصافحہ کیا جاتا ہے۔ پھر مجھ سے دیر تک بیعت لیتے رہے اور تمام شرائط بیعت پڑھ کر اقرار لیا۔ اس خصوصیت کا علم مجھے اس وقت نہیں ہوا مگر اب یہ بات کھل گئی‘‘۔ (حیات نور صفحہ ۱۵۳)

ستمبر ۱۸۹۲ء میں جموں (کشمیر) کی ملازمت سے فارغ ہو کر آپ واپس بھیرہ تشریف لے گئے جہاں آپ نے ایک وسیع مطب اور بہت بڑے مکان کی تعمیر شروع کروائی۔ ابھی تعمیری کام جاری ہی تھا کہ ۱۸۹۳ء میں آپ کا لاہور آنا ہوا۔ اور لاہور سے آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زیارت کیلئے قادیان آگئے تو قبل اس کے کہ آپ واپسی کی اجازت مانگتے حضورؑ نے خود ہی دورانِ گفتگو فرمایا۔ اب تو آپ فارغ ہوگئے۔ آپ نے عرض کیا۔ ہاں حضور اب تو میں فارغ ہی ہوں۔ وہاں سے اٹھے تو یکّے والے سے کہہ دیا کہ اب تم چلے جاؤ۔ آج اجازت لینا مناسب نہیں ہے کل پرسوں اجازت لے لیں گے۔ اگلے روز حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی صاحب! آپ کو اکیلے رہنے میں تو تکلیف ہوگی آپ اپنی ایک بیوی کو بلوالیں۔ آپ نے حسب ارشاد بیوی کو بلانے کیلئے خط لکھ دیا۔ جب بیوی آگئیں تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ کو کتابوں کا بڑا شوق ہے۔ لہٰذا آپ اپنا کتب خانہ بھی منگوالیں تھوڑے دنوں کے بعد فرمایا کہ دوسری بیوی آپ کی مزاج شناس اور پرانی ہے، آپ اس کو ضرور بلالیں۔ پھر ایک موقع پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ مولوی صاحب! اب آپ اپنے وطن بھیرہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ فرماتے ہیں:۔

’’خدا تعالیٰ کے بھی عجیب تصرفات ہوتے ہیں۔ میرے واہمہ اور خواب میں بھی مجھے وطن کا خیال نہ آیا پھر تو ہم قادیان کے ہوگئے‘‘ (حیات نور صفحہ ۱۸۵)

مذکورہ بالا واقعہ عجیب حیرت اپنے اندر رکھتا ہے کہ ایک طرف خدا تعالیٰ کا مامور نور فراست سے پُر اور مزاج شناس ہے کہ اس مبارک وجود کو اپنی قربت کیلئے چنتا ہے جو نبض کی طرح حرکت کرتا ہے۔ دوسری طرف جسے مخاطب ہو کر کہا جا رہا ہے بلا چوں و چراں ہر بات تسلیم خم کرتا ہے اور امام وقت کے سامنے کسی بات کا کہنا یا اظہار کرنا سوئے ادب خیال کرتا ہے اور خلیفۃ اللہ کی اطاعت کرتے ہوئے ہمیشہ ہمیش کیلئے قادیان کے ہی ہو کر رہ گئے اور اپنے پیچھے ایک قابل تقلید نمونہ چھوڑا۔

ذیل میں امام الزماں سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے بعض اقتباسات قارئین کی خدمت میں پیش کرتا ہوں جس سے آپ بخوبی اندازہ کر سکتے ہیں کہ سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں حضرت مولانا حکیم نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح اوّلؓ کیا مقام اور مرتبہ رکھتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔

’’انہوں نے ایسے وقت میں بلا تردّد مجھے قبول کیا کہ جب ہر طرف سے تکفیر کی صدائیں بلند ہونے کو تھیں اور بہتیروں نے باوجود بیعت کے عہد بیعت فسخ کر دیا تھا۔ بہتیرے سست اور متذبذب ہوگئے تھے تب سب سے پہلے مولوی صاحب ممدوح کا ہی خط اس عاجز کے اس دعوے کی تصدیق میں کہ میں ہی مسیح موعود ہوں، قادیان میں میرے پاس پہنچا جس میں یہ فقرات درج تھے اٰمَنَّا وَصَدَّقْنَا فَاكْتُبْنَا مَعَ الصَّادِقِيْنَ۔‘‘

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۵۲۱)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

’’ان کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے، میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر میں بیان کرسکوں‘‘ (ازالہ اوہام)

نیز فرمایا ’’مجھے کو کسی شخص کے مال نے اس قدر نفع نہیں پہنچایا جس قدر کہ اس کے مال نے جو کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی رضاء کے لئے کیا اور کئی سال سے دے رہا ہے‘‘

(آئینہ کمالات اسلام ترجمہ از عربی عبارات روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۸۲)

پھر فرمایا:

’’خدا تعالیٰ نے اپنے خاص احسان سے یہ صدق سے بھری ہوئی روحیں مجھے عطا کی ہیں۔ سب سے پہلے میں اپنے ایک روحانی بھائی کے ذکر کے لئے دل میں جوش پاتا ہوں جن کا نام ان کے نورِ اخلاص کی طرح نورِ دین ہے، میں ان کی بعض دینی خدمتوں کو جو اپنے مال حلال کے خرچ سے اعلاءِ کلمۂ اسلام کیلئے وہ کر رہے ہیں، ہمیشہ حسرت کی نظر سے دیکھتا ہوں کہ کاش وہ خدمتیں مجھ سے بھی ادا ہوسکتیں۔ ان کے دل میں، جو تائید دین کیلئے جوش بھرا ہوا ہے اس کے تصور سے قدرت الٰہی کا نقشہ میری آنکھوں کے سامنے آ جاتا ہے کہ وہ کیسے اپنے بندوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ وہ اپنے تمام مال اور تمام زور اور تمام اسباب مقدرت کے ساتھ جو ان کو میسر ہیں، ہر وقت اللہ اور اللہ کی اطاعت کے لئے مستعد کھڑے ہیں اور میں تجربہ سے نہ صرف حسن ظن سے یہ علم صحیح واقعی رکھتا ہوں کہ انہیں میری راہ میں مال کیا بلکہ جان اور عزت تک دریغ نہیں اور اگر میں اجازت دیتا تو سب کچھ اس راہ میں فدا کر کے اپنی روحانی رفاقت کی طرح جسمانی رفاقت اور ہر دم صحبت میں رہنے کا حق ادا کرتے‘‘

(فتح اسلام صفحہ ۶۰)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے مقام و مرتبے کا اس واقعہ سے بھی بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ اور حضرت مولوی عبد الکریم صاحبؓ کی بیویوں میں سے دلچسپ

اختلاف ہوگیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ان میں سے کس کے خاوند کے ساتھ زیادہ محبت ہے۔ آخر معاملہ حضرت ام المومنینؓ تک پہنچا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے علم میں تو بڑے مولوی صاحب (یعنی حضرت خلیفۃ اوّلؓ) کے ساتھ زیادہ محبت ہے مگر ابھی امتحان کئے لیتے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے حضرت مسیح موعودؑ سے عرض کیا کہ آپ کے سب سے زیادہ پیارے رفیق......ابھی آپ اس فقرہ کو پورا نہیں کرنے پائی تھیں کہ حضرت اقدسؑ نے جلدی سے فرمایا۔ کیوں مولوی نورالدین صاحبؓ کی کیا بات ہے؟ اور اس طرح اس حل شدہ مسئلہ کی تصدیق ہوگئی۔

(حیات نور صفحہ ۳۱۰)

آپ کی عظمت شان حضرت مسیح موعودؑ کی نظر میں:

۱۹۰۷ء میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ بیمار ہوگئے۔ ایک دن طبیعت کچھ زیادہ ناساز تھی۔ حسب معمول حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت مولوی صاحب کو دیکھنے کیلئے تشریف لائے اور مولوی صاحب کو دیکھنے کے بعد صحن میں ٹہلنا شروع کردیا پھر اپنے مکان میں تشریف لاکر ایک الماری سے کچھ دوائیں نکالیں اور کاغذ کے ٹکڑوں پر رکھنی شروع کردیں۔ آپؑ کی فکرمندی کو دیکھ کر حضرت اماجان بھی آکر حضور کے پاس بیٹھ گئیں۔ اور جیسے کوئی کسی کو تسلی دیتا ہے اس طرح سے آپ نے حضورؑ سے کلام کرنا شروع کردیا کہ جماعت کے بڑے بڑے عالم فوت ہورہے ہیں۔ مولوی برہان الدین صاحب جہلمیؓ فوت ہوگئے۔ مولوی عبدالکریم صاحبؓ بھی فوت ہوگئے۔ خدا تعالیٰ مولوی صاحب کو صحت دے۔ حضرت اماں جانؓ کی یہ باتیں سن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”یہ شخص ہزار عبدالکریم کے برابر ہے“

(خلاصہ از حیات نور صفحہ ۲۹۹)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے جب باِذن الٰہی بہشتی مقبرہ کی بنیاد رکھی تو اس کی آمد و خرچ کا حساب رکھنے کیلئے ایک انجمن کارپرداز مصالح قبرستان بنائی اور آپ کو اس کا پریذیڈنٹ مقرر فرمایا اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر آپ کے متعلق فرمایا: کہ

”مولوی صاحب کی ایک رائے انجمن میں سَو رائے کے برابر سمجھی جائے۔“

(مرقات الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۳۰۳)

ایک موقعہ پر حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اصحاب الصفہ سے نسبت دیتے ہوئے تحریر فرمایا۔

”براہین احمدیہ میں اصحاب الصفہ کی نسبت پیشگوئی ہے۔ چنانچہ کئی مخلص لوگ اپنے وطنوں سے ہجرت کرکے میرے مکان کے بعض حصوں میں مع عیال مقیم ہیں جن میں سب سے اوّل اخویم مولوی حکیم نورالدین صاحبؓ ہیں۔“

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۳۴)

ہندوستان کے طول و عرض سے بہت سے مریض اپنے علاج کے سلسلہ میں حضرت حکیم نورالدین صاحبؓ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بھی سلام حاضر ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شخص کے حاضر ہونے پر۔ حضورؑ نے اثنائے گفتگو حضرت مولوی صاحبؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:۔

”مولوی صاحب کا وجود ازبس غنیمت ہے۔ آپ کی تشخیص بہت اعلیٰ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیماروں کے واسطے دعا بھی کرتے ہیں۔ ایسے طبیب ہر جگہ کہاں مل سکتے ہیں“

(حیات نور صفحہ ۳۰۳)

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق اور ظل کامل حضرت امام مہدی علیہ السلام اپنے فارسی منظوم کلام میں حضرت حافظ مولانا نورالدین صاحبؓ جو آپ کے عاشق صادق اور ظل کامل تھے کا تذکرہ ان مبارک الفاظ میں بیان کرتے ہیں:۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پراز نور یقیں بودے

یعنی کیا ہی اچھا ہو کہ اس امُت میں ہر ایک نورالدین بن جائے اور یہی ہو اور اگر ہر دل یقین کے نور سے بھر جائے۔

اللہ اللہ! کیا ہی مبارک وجود اور مبارک شان ہے حضرت حافظ مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جن کے بارے میں مسیح آخر الزماں ایسے مبارک الفاظ کا استعمال فرماتے ہوئے اس بات کا اظہار فرمارہے ہیں کیا ہی اچھا ہوگا کہ اگر اس امّت میں ہر ایک نورالدین بن جائے۔ اس سے آپ علیہ السلام کے دلی جذبات کا بھی اندازہ ہوتا ہے اور یہ بات بھی عیاں ہوتی ہے کہ حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ اپنے محبوب آقا سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کی نظر میں کیا عظمت شان اور عالی مقام رکھتے تھے۔

حضرت حافظ مولانا نورالدین صاحبؓ کو حضرت مسیح موعودؑ کی مبارک زندگی میں اور آپؑ کی وفات کے بعد بھی اہم خدمات دینیہ بجالانے کی توفیق ملی جن کا اختصار کے ساتھ ذکر کرنا مناسب ہوگا ان واقعات سے بھی قارئین کو بخوبی اس بات کا اندازہ ہوجائے گا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نزدیک حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقام اور مرتبہ کیا تھا......؟

☆......آپؓ کو سب سے پہلے بیعت کیلئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں درخواست کی توفیق ملی اور پہلی بیعت کے وقت یہ سعادت آپؓ کے ہی حصہ میں آئی۔

☆......آپؓ خدمت دینیہ بجالانے کیلئے اوّل المہاجر کہلائے۔

☆......آپؓ کو مسیح آخر الزماں نے اصحاب الصفہ کے خطاب سے نوازا۔

☆......آپؓ کو حضرت اقدس مسیح پاک علیہ السلام کی بعض مبارک اولاد کے نکاح پڑھانے کی سعادت نصیب ہوئی۔

☆...... ۱۸۹۶ء کے جلسہ مذاہب عالم لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا معرکۃ الاراء مضمون ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ پڑھا گیا اس جلسہ میں حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو بھی صدارت کی توفیق ملی۔

☆......سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام ۲۷/اپریل ۱۹۰۸ء کو حضرت ام المومنینؓ کے ہمراہ علاج کے سلسلہ میں لاہور تشریف لے گئے جب لاہور میں قیام لمبا ہوگیا تو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ اور دیگر بزرگوں کو بھی لاہور بلایا۔

☆...... جب حضرت مسیح موعودؑ کو آخری بیماری کا شدید حملہ ہوا تو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ اور جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب کو حضورؑ نے طلب فرمایا اور آپؓ کو اپنے محبوب امام کی تیمارداری اور علاج کا موقعہ ملا۔

☆......حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد آپؑ کے پہلے جانشین اور خلیفہ ہونے کا بھی شرف حاصل ہوا اور اس طرح آپؓ قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر کہلائے۔

☆......سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آپؑ کی نماز جنازہ پڑھانے کی سعادت بھی آپؓ کے حصہ میں آئی۔

☆...... ۱۴/مارچ ۱۹۱۴ء کو بعد وفات حضرت مسیح موعودؑ کے پہلو میں دفن ہونے کی سعادت نصیب ہوئی۔

ان واقعات سے حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عالیشان کا پتہ لگتا ہے اور اس زمانہ میں جن عظیم الشان قربانیوں کی آپ کو توفیق اور سعادت نصیب ہوئی جن کو امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے قدر کی نگاہ سے دیکھا اور جابجا اپنی کتب میں انکا ذکر فرمایا جس سے بخوبی یہ بات عیاں ہوئی کہ حضرت اقدس احمد علیہ السلام کی نظر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا مقام و مرتبہ کتنا بلند تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں آپؓ کے بلند و عالی مقام کو سمجھنے اور آپ کی سیرت طیبہ کے مطابق اپنی زندگیاں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

☆☆☆

مضامین، رپورٹیں اور اخبار بدر سے متعلق اپنی قیمتی آراء اس ای میل پر بھجوائیں
badrqadian@rediffmail.com

عاشق رسولؐ و عاشق قرآن

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

(مکرم مولانا سلطان احمد صاحب ظفر، پرنسپل جامعۃ المبشرین۔قادیان)

حاجی الحرمین سیدنا حضرت مولانا حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اپنے علم وفضل اور تقویٰ وطہارت ، توکل علی اللہ اور سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اطاعت وفرمانبرداری میں ایسا عدیم المثال مقام رکھتے تھے کہ آپ کی تعریف وتوصیف میں خود سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا صرف یہ ایک شعر ہی کافی ہے حضورؑ فرماتے ہیں:۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقین بودے

یعنی کیا ہی اچھا ہوتا اگر امت میں سے ہر ایک نور دین ہوتا۔ اگر ایسا ہوتا تو فی الواقع ہر دل نور یقین سے بھر جاتا۔

حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کی پاکیزہ سیرت کے دو اہم پہلوؤں پر کسی قدر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔اوّل یہ کہ آپ کو سیدنا و مولانا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے یہ کہ قرآن مجید سے بے پناہ عشق ومحبت تھی۔آپؓ خود فرمایا کرتے تھے کہ:

”میری والدہ کو قرآن کریم پڑھانے کا بڑا شوق تھا۔ انہوں نے تیرہ سال کی عمر سے قرآن شریف پڑھانا شروع کیا۔ چنانچہ ان کا یہ اثر ہے کہ ہم سب بھائیوں کو قرآن شریف سے بڑا ہی شوق رہا ہے“

نیز فرمایا کرتے کہ ابتداء میں میں نے اپنی ماں کی گود میں قرآن کریم پڑھا ہے۔

اسی طرح گو آپ کو طبابت کے علم میں غیر معمولی دلچسپی اور لگاؤ تھا اور آپؓ نے اس علم میں نمایاں اور امتیازی مقام حاصل کیا اور آخر دم تک مخلوق خدا کی بے لوث خدمت سرانجام دیتے رہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ آپ نے محض اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہوئے انتہائی بے سروسامانی کے حالات میں بھی جو دشوار گذار جو لمبے لمبے سفر اختیار کئے۔ اس میں آپ کی اولین نیت اور مقصد دینی علوم کا حصول تھا۔ چنانچہ آپ کے دل میں اپنے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو والہانہ فدائیت اور عشق تھا اس کی وجہ سے آپ نے نہ صرف تمام مشہور احادیث کی کتب کو سبقاً و درساً پڑھا۔ بلکہ خوب خوب پڑھا اس تعلق سے آپؓ خود فرماتے ہیں:

”میں نے بہت روپیہ اور محنت، وقت خرچ کر کے احادیث کو پڑھا اور اسقدر پڑھا ہے کہ اگر بیان کروں تو تم کو حیرت ہوگی ۔ ابھی میرے سامنے کوئی کلمہ حدیث کا یا قرآن کا یا ایک کسی اور شخص کا پیش کرو، میں بتادوں گا کہ یہ قرآن کا ہے، یہ حدیث کا اور یہ کسی معمولی انسان کا۔“ (مرقات الیقین صفحہ ۲۱۱)

صرف یہی نہیں بلکہ ان احادیث کو یاد رکھنے اور دوسروں کو سنانے ، پڑھانے اور پھر حتی الامکان ان احادیث پر عمل کرنے کی بھی ایسی تڑپ تھی کہ جس کا اندازہ کسی قدر آپ کے اس رویاء سے لگایا جاسکتا ہے جو آپ نے یوں بیان کیا ہے کہ

”جموں میں ٹھٹھیروں کی دوکانوں کے پاس جلاکا کے محلّہ میں ایک مندر ہے، میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا کہ اس مندر کے سامنے آٹے نمک تیل وغیرہ یعنی پرچون کی ایک دکان ہے وہاں ایک لکڑی کی چوکی پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہیں۔میں وہاں سے گذرا تو آپ نے فرمایا کہ تم ہمارے یہاں سے آٹا لے لو۔ چنانچہ انہوں نے ایک لکڑی کے ترازو میں آٹا تولا جو بظاہر ایک آدمی کی خوراک کے قابل تھا۔میں نے اپنے دامن میں اس کو لے لیا جو وہ آٹا میرے دامن میں ڈال چکے تو کفّۂ ترازو کو ڈنڈی پر زور سے مارا تا کہ سب آٹا میرے دامن میں گرجائے۔ جب میں آٹا اپنے دامن میں لے چکا تو میں نے سوال کیا کہ آپ نے حضرت ابوہریرہ کو کوئی ایسی بات بتائی تھی جس سے وہ آپ کی حدیثیں یاد رکھتے تھے آپؐ نے فرمایا ”ہاں“ میں نے عرض کیا وہ بات مجھے بھی بتادیں تا کہ میں آپ کی حدیثیں یاد کرلوں۔ کہا کہ ہم کان میں بتاتے ہیں۔ میں نے کان آگے کیا اور آپ نے اپنا منہ میرے کان سے لگایا کہ اتنے میں خلیفہ نورالدین (مراد۔آپ کے مرید ساتھی) نے میرے ایک پاؤں کو خوب زور سے دبایا اور کہا کہ نماز کا وقت ہے۔میری سمجھ میں آیا کہ حدیث پر عمل کرنا یہی حدیثوں کو یاد کرنے کا ذریعہ ہے۔اُٹھانے والا بھی خواب ہی کا فرشتہ ہوتا ہے اور نور الدین کے لفظ سے یہ تعبیر میری سمجھ میں آئی“۔

الغرض حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی ساری عمر کا نچوڑ ہی یہ تھا کہ آپ نے ارشاد ربانی قُل اِن کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللہ کے مطابق زندگی بسر فرمائی۔اس موقع پر آپ کی اس امتیازی خصوصیت کا ذکر بھی نہایت ضروری ہے کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی چالیس احادیث کے بھی راوی تھے جن کا سلسلہ اسناد براہ راست آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچتا ہے اور پھر ایسی احادیث کو آگے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بزرگ صحابہ تک پہنچانے کا بھی آپ کو شرف حاصل ہے۔اس سلسلہ میں حضرت سید میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کے الفاظ میں اس دلچسپ اور ایمان افروز واقعہ کا ذکر کیا جاتا ہے ۔حضرت سید میر محمد اسحاق صاحبؓ فرماتے ہیں:۔

”ایک دفعہ مجھے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولوی نورالدین رضی اللہ عنہ نے اپنے شفاخانہ میں فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس حدیثیں ایسی ہیں جو زبانی مجھ تک پہنچی ہیں۔آؤ میں وہ تمہیں سناؤں تا کہ تمہیں بھی یہ فخر حاصل ہو کہ تم تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ چالیس حدیثیں بغیر کسی جگہ اتصال کے ٹوٹنے کے اور بغیر کسی کتاب میں پڑھنے کے زبانی پہنچی ہیں چنانچہ آپ نے پہلے اپنے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم تک کے راوی بیان فرمائے۔ پھر وہ چالیس حدیثیں مجھے ایک ایک کر کے سنائیں اور اس کے معنے بتائے اور ان کی مختصر تفسیر فرمائی اور پھر مجھے ان حدیثوں کو حفظ کرنے کی ہدایت کی جس پر میں نے وہ حدیثیں اسی زمانہ میں یاد کرلیں اور اب میں بجا طور پر فخر کر کے کہہ سکتا ہوں کہ یہ وہ چالیس حدیثیں ہیں کہ دنیا کی کوئی کتاب بھی نہ ہو تو میں یہ حدیثیں آنحضرتؐ تک راویوں کا نام لیکر روایت کرسکتا ہوں۔ یہ واقعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں پیش آیا اور حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب نے اپنے مطب کے مشرقی دروازے میں بیٹھ کر ظہر کی نماز کے بعد جبکہ حافظ روشن علی صاحبؓ بھی موجود تھے۔ مجھے ان حدیثوں کا راوی بنایا اور اس وقت کی باتوں سے مترشح ہوتا تھا کہ حافظ صاحب کو بھی حضرت مولوی صاحب اس سے قبل ان حدیثوں کا راوی بنا چکے ہیں۔“

(حیات نور صفحہ ۴۱۶۔۴۱۷)

پھر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا اپنے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے انتہا عشق کا ہی نتیجہ تھا کہ آپؓ فرماتے ہیں کہ

”ایک دفعہ مجھے رویا ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی کمر پر اس طرح اٹھا رکھا ہے جس طرح چھوٹے بچے کو مشک بناتے ہوئے اٹھاتے ہیں پھر میرے کان میں کہا ”تو ہم کو محبوب ہے“۔

اب میں عاشق رسول حضرت خلیفہ اوّلؓ کی تحریرات میں سے صرف ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جس سے اس امر کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی نظر میں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کیسا اعلیٰ وارفع مقام تھا۔آپ سورہ آل عمران کی آیت نمبر ۲۶ قل ان کنتم تحبون اللّٰہ فاتبعونی یحببکم اللہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ قل ان کنتم تحبون اللہ راست باز آدمی کو سچائی میں کس قدر طاقت دی جاتی ہے اور یہ کہ راستی میں کتنی قوت ہوتی ہے اس کا اندازہ اس آیت سے ہوسکتا ہے۔ دیکھو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہے کہ اعلان کردو میں نے خدا کی فرمانبرداری کر کے یہ مقام حاصل کیا۔اب تم میرے پیچھے پیچھے چلو تم بھی خدا کے محبوب بن جاؤ گے ہر شخص کی زندگی کا آرام اس بستی کے مقتدر کی مہربانی سے وابستہ ہوتا ہے۔ پھر اس گاؤں کے نمبردار سے اوپر چلیں تو اس ضلع کے حاکم سے۔ پس اللہ تعالیٰ جو رب اور رحمان، رحیم اور مالک ہے اس کے ساتھ تعلق کس قدر سُکھوں کا موجب ہوسکتا ہے۔ یہاں تک کا وعدہ نہیں بلکہ فرمایا خدا اپنا محبوب ہمیں بنالے گا۔ خدا پرست دیکھ کر اسے تجربہ کرلے، کیا مجرب نسخہ ہے میں اکثر اوقات اس آیت کو پڑھ کے بے اختیار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرتا ہوں۔

لڑکے پڑھنے میں سخت محنت کرتے ہیں یہاں تک کہ انہیں سِل اور دق ہوجاتا ہے تا B.A بن جائیں اور پھر کوئی مرتبہ پائیں۔ اب دیکھئے پاس ہونا موہوم صحت موہوم ، مرتبہ ملنے تک زندہ رہنا خیالی بات۔ باوجود اس کے لڑکے محنت کئے جاتے ہیں۔ پس وہ انسان کیسا بدبخت ہے جو اس خدا کے پاک وعدے کی جو ہر طرح کی قدرت رکھتا ہے کچھ قدر نہ کرے۔کوئی کہہ سکتا ہے کہ شریعت مشکل ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اعلان کرتے ہیں میری چال اختیار کرو۔کوئی کہہ سکتا ہے ہم بڑے گنہگار ہیں فرماتا ہے میرے رنگ میں رنگین ہو جاؤ میرے فرمانبردار بن جاؤ۔ اللہ وعدہ کرتا ہے گناہ بخش کر پھر بھی اپنا محبوب بنالیں گے کیونکہ ہمارا نام غفور رحیم ہے۔“

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بے نظیر افاضہ رُوحانی اور تاثیر فیض رسانی کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”اگر کوئی انسان اس وقت ہمارے درمیان آدم ،نوح ،ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، داؤد، محمد احمد ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ سے ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی چادر کے نیچے ہوکر ہے کوئی راہ اگر اس وقت کھلتی ہے اور کھلی ہے تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہوکر ورنہ یقیناً سب راہیں بند ہیں۔کوئی شخص براہ راست اللہ تعالیٰ سے فیضان حاصل نہیں کرسکتا۔“

(حقائق الفرقان صفحہ ۴۶۲۔۴۶۳)

حکیم الامت حضرت مولانا نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی پاکیزہ سیرت کی دوسری نمایاں خصوصیت عشق قرآن ہے۔آپؓ فرمایا کرتے تھے۔

”مجھے قرآن سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی۔ ہزاروں کتابیں پڑھیں ہیں ان سب میں مجھے خدا ہی کی کتاب پسند آئی۔ میرا تو اعتقاد ہے کہ اس کتاب کا ایک رکوع انسان کو بادشاہ سے بڑھ کر خوش قسمت بنادیتا ہے“

نیز فرمایا کرتے تھے کہ میں نے قرآن کریم بہت پڑھا ہے۔اب تو یہ میری غذا ہے۔

اگر آٹھ پہر میں خود نہ پڑھوں اور نہ پڑھاؤں اور میرا بیٹا سامنے آکر نہ پڑھے تو مجھے سکون نہیں ملتا۔ چنانچہ خلافت کے آخری ایام میں آپ کا یہ معمول تھا کہ آپ اپنے فرزند میاں عبدالحی صاحب مرحوم سے روزانہ دو پارے سنا کرتے تھے۔

قرآن کریم سے آپ کو ایسا عشق تھا کہ آپ

جنت اور جنت کی نعماء کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ اگر خدا تعالیٰ نور الدین سے پوچھے کہ تمہیں کونسی چیز سب سے زیادہ پسند ہے تو میں تو یہی کہوں گا کہ مجھے قرآن مجید دے دیا جائے۔

پھر آپؓ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قرآن میری غذا اور میری روح کی فرحت کا ذریعہ ہے اور باوجود اس کے کہ میں قرآن کریم دن میں کئی بار پڑھتا ہوں مگر میری روح کبھی بھی سیر نہیں ہوتی۔ یہ شفاء ہے۔ رحمت ہے۔ نور ہے۔ ہدایت ہے۔

ایک مرتبہ آپؓ سے کسی نے دریافت کیا کہ قرآن کریم کیونکر آسکتا ہے تو آپ نے فرمایا:۔

”قرآن کریم سے بڑھ کر سہل اور آسان کتاب دنیا میں نہیں مگر اس کیلئے جو پڑھنے والا ہو، سب سے پہلے اور ضروری شرط قرآن کریم پڑھنے کے واسطے تقویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ متقی کو قرآن کریم پڑھا دے گا ...... پھر دوسری شرط قرآن کریم پڑھنے کے واسطے مجاہدہ ہے یہ مجاہدہ خدا تعالیٰ میں ہو کر کرنا چاہئے۔ پھر مشکلات کا آسان ہو جانا اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ پھر قرآن کریم پڑھنے کا ڈھنگ یہ ہے کہ ایک بار شروع سے لیکر آخر تک خود پڑھے اور ہر ایک آیت کو اپنے ہی لئے نازل ہوتا ہوا سمجھے۔ آدم و ابلیس کا ذکر آئے تو اپنے دل سے سوال کرے کہ میں آدم ہوں یا شیطان۔ اسی طرح قرآن کریم پڑھتے وقت جو مشکل مقامات آویں۔ ان کو نوٹ کرتے جاؤ جب قرآن شریف ایک بار ختم ہو جائے تو پھر اپنی بیوی کو اور گھر والوں کو اپنے داس میں شامل کرو اور ان کو سناؤ۔ اس مرتبہ جو مشکل مقامات آئے تھے۔ انشاء اللہ ان کا ایک بڑا حصہ حل ہو جاوے گا۔ اور سوال بھی رہ جائیں گے ان کو پھر نوٹ کرو اور تیسری مرتبہ اپنے دوستوں کو بھی شامل کرو اور پھر چوتھی مرتبہ غیروں کے سامنے سناؤ۔ اس مرتبہ انشاء اللہ سب مشکلات حل ہو جائیں گی۔ مشکل مقامات کے واسطے دعا سے کام لو۔“

(حیات نور صفحہ ۲۵۱۔۲۵۲)

پھر قرآن مجید سے عاشقانہ رنگ میں جو آپؓ کو تعلق اور محبت تھی، اس کی ایک اچھوتی اور نادر مثال یہ ہے کہ آپ فرماتے ہیں۔

”قرآن شریف کے ساتھ مجھ کو اس قدر محبت ہے کہ بعض وقت تو حروف کے گول گول دوائر مجھے زلف محبوب نظر آتے ہیں اور میرے منہ سے قرآن کا ایک دریا رواں ہوتا ہے اور میرے سینے میں قرآن کا ایک باغ لگا ہوا ہے۔ بعض وقت تو میں حیران ہو جاتا ہوں کہ کس طرح اس کے معارف بیان کروں۔“

(حیات نور صفحہ ۵۱۶)

جن دنوں آپ کشمیر میں شاہی طبیب کے منصب پر فائز تھے تو ایک مرتبہ دوران سفر تکلیف کی وجہ سے گھوڑے کی سواری نہیں کر سکتے تھے آپ کے واسطے پالکی کا انتظام کیا گیا۔ پالکی میں سوار اس ایک ماہ کے سفر کے دوران آپ نے قرآن مجید کے ۱۴ پارے حفظ کر لئے۔

قرآن مجید کی عظمت اور اس کی صداقت و حقانیت پر آپ کو ایسا یقین و ایمان تھا کہ اس کے مقابلہ پر تمام مذہبی کتب اور فلسفیانہ دلائل اور تحقیقات اور تمام دنیوی علوم آپ کو ہیچ نظر آتے تھے اور پھر قرآن مجید پر اعتراضات کرنے والوں کو ایسا مدلل اور مسکت جواب دیتے تھے کہ مدمقابل حیران و ششدر ہو جاتا بلکہ شرمسار ہو جاتا تھا۔

ایک مرتبہ ایک پادری صاحب نے آپ سے ملاقات کی اور آپ کی خدمت میں ایک کتاب پیش کی جس کا نام تھا ”عدم ضرورت قرآن“ اس کتاب میں پادری نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی تھی کہ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام نہیں بلکہ دیگر الہامی کتب کو اکٹھا کر کے انہیں عربی زبان کا لباس پہنا کر پیش کیا گیا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی متعدد آیات کو پیش کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی تھی کہ یہ صداقت تورات میں موجود ہے اور وہ انجیل میں پائی جاتی ہے اور اس آیت کا مطلب وید میں موجود ہے۔ اور اس کا خلاصہ زندہ وستا ترپیٹک میں پایا جاتا ہے وغیرہ۔ آپ نے تھوڑی دیر میں وہ کتاب ختم کر لی اور پادری صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا:

پادری صاحب! آپ کی کتاب نے قرآن شریف پر میرے ایمان کو بہت ترقی دی اور میرا یقین اور بھی بڑھ گیا۔ بیشک یہ خدا کا کلام ہے کیونکہ اسقدر دنیا کی مختلف کتابوں کا جمع کرنا پھر ہر ایک کتاب کی زبان جدا۔ سنسکرت، پہلوی، عبرانی، سریانی، پالی وغیرہ وغیرہ بہت زبانوں کا سیکھنا پھر کتابوں کا بغور مطالعہ کرنا جن میں ایک وید کے مطالعہ کیلئے کم از کم چالیس سال کا عرصہ بتایا جاتا ہے پھر ان سب میں سے صداقتوں کا نکالنا اور ایک جگہ جمع کر دینا درحقیقت عرب کے بادیہ نشین امّی (انپڑھ) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام نہ تھا، یہ خدا کا ہی کام تھا جو سب کتب اور زبانوں کا مالک تھا۔

پادری صاحب! اس جمع کرنے کے علاوہ عظیم صداقتوں کے دلائل صرف قرآن کریم نے دئے اور عقل اور قانون قدرت میں تدبر کرنے کی راہ کھول دی۔ اگر آگے ملکی سلاطین جبر و اکراہ سے کام لیتے اور ہادیان دین اپنے مسائل کے سامنے کسی کو کلام کرنے کی اجازت نہ دیتے تھے اور استاد شاگردوں کیلئے آزادی کے مجاز نہ تھے تو اسلام نے افلا تعقلون۔ افلا تبصرون۔ افلا یتدبرون القرآن کہہ کر آزادی بخش دی۔

حضرت مولانا صاحبؓ کا یہ جواب سنکر پادری صاحب ایسے خاموش ہو گئے کہ گویا انہوں نے آپ سے کوئی سوال کیا ہی نہ تھا۔

پھر قرآن مجید کیلئے آپؓ کے دل میں کسقدر ادب و احترام تھا اور کیسی غیرت تھی، اس سلسلہ میں میاں محمد عبداللہ صاحب۔ جلد ساز بیان کرتے ہیں کہ بعض لوگ قرآن مجید کے اندر اپنے خط وغیرہ رکھ لیتے ہیں حضورؓ اس کو سخت ناپسند فرماتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ قرآن مجید مخدوم ہے خادم نہیں ہے۔

اسی طرح قاضی ضیاء الدین صاحب ایڈوکیٹ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے قرآن مجید پر دوات رکھ دی۔ آپؓ اس حرکت کو دیکھ کر سخت ناراض ہوئے اور فرمایا: میاں اگر تمہارے منہ پر کوئی شخص گوبر اٹھا کر مار دے تو تمہیں کیسا برا لگے گا۔ قرآن کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے ہمیشہ اس کا ادب ملحوظ رکھا کرو اور اس کے اوپر کوئی چیز نہ رکھا کرو۔ سب سے بالا یہی کلام رہنا چاہئے۔ وغیرہ وغیرہ دیر تک نصیحت فرماتے رہے۔ (حیات نور صفحہ ۶۹۴)

کلام الٰہی سے محبت کی ایک نادر مثال کے عنوان کے تحت مکرم ایڈیٹر صاحب اخبار بدر تحریر کرتے ہیں کہ:

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسلمین ایدہ اللہ رب العالمین بیسویں تاریخ ماہ رمضان سے مسجد مبارک میں اعتکاف بیٹھ گئے۔ آپ کے ساتھ کانِ رسالت کا چمکتا ہوا ہیرا سیدنا محمود بھی معتکف ہے۔ مولانا کی فیض رساں طبیعت اس خلوت میں بھی جلوت کا رنگ دکھا رہی ہے۔ قرآن مجید سنانا شروع کیا ہے صبح سے ظہر کی آذان تک اور پھر بعد از ظہر عصر تک اور عصر سے شام تک اور پھر عشاء کی نماز کے بعد تک تین پارے ختم کرتے ہیں۔ مشکل مقامات کی تفسیر فرما دیتے ہیں۔ سوالوں کے جواب بھی دیتے جاتے ہیں۔ یہ نہ تھکنے والا دماغ خاص موہبت الٰہی ہے۔

(حیات نور صفحہ ۴۱۹)

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ آپؓ قرآن شریف کے درس کیلئے مسجد اقصیٰ تشریف لے جا رہے تھے کہ راستہ میں آپ کو اطلاع ملی کہ صوفی غلام محمد صاحب بی اے نے قرآن مجید حفظ کر لیا ہے۔ آپ وہیں ایک دکان کی چٹائی پر سجدہ شکر میں گر گئے۔

پھر درس القرآن کا ایسا اہتمام فرماتے کہ بیماری اور تیز بخار میں بھی قرآن کریم کے درس کا ناغہ ہونے نہیں دیتے تھے۔ ایک مرتبہ مسجد اقصیٰ میں درس دیتے ہوئے اچانک شدید ضعف ہو گیا، بیٹھ گئے، پھر لیٹ گئے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو گئے چلنے کی طاقت نہ رہی چارپائی پر اٹھا کر لایا جا رہا تھا مگر راستہ میں جب مسجد مبارک کے پاس پہنچے تو فرمایا مجھے گھر نہ لے جاؤ، مسجد مبارک میں لے جاؤ باوجود اس تکلیف کے نماز مغرب کے بعد ایک رکوع کا درس دیا پھر لوگ چارپائی پر اٹھا کر گھر تک لائے۔

بیماری کے ایام میں اس عاشق قرآن کے درس قرآن مجید کا نقشہ کھینچتے ہوئے مصنف صاحب حیات نور مکرم شیخ عبدالقادر صاحب سوداگرمل تحریر کرتے ہیں کہ

”جب آپ رضی اللہ عنہ جنوری ۱۹۱۴ء کے شروع میں بیمار ہوئے تو باوجود بیماری اور کمزوری کے حسب معمول مسجد اقصیٰ میں تشریف لے جا کر ایک توت کے درخت کا سہارا لیکر درس دیتے تھے۔ گو رستہ میں چند مرتبہ ناتوانی کی وجہ سے قیام بھی کر لیتے جب کمزوری بہت بڑھ گئی اور مسجد کی سیڑھیوں پر چڑھنا دشوار ہو گیا تو بعض دوستوں کے اصرار پر مدرسہ احمدیہ کے صحن میں درس دینا شروع فرمایا۔ ان ایام میں آپ نقاہت کی وجہ سے دو آدمیوں کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تشریف لے جاتے تھے اور اسی طریق پر واپس تشریف لے جاتے مگر جب ضعف اور بھی بڑھ گیا اور دوسروں کے سہارے بھی چلنا مشکل ہو گیا تو اپنے صاحبزادے میاں عبدالحی صاحب کے مکان میں درس دیتے رہے اور آپؓ کی ہمیشہ یہ خواہش رہتی تھی کہ کھڑے ہو کر درس دیا جائے مگر آخری دو تین ہفتے جب اٹھنے بیٹھنے کی طاقت نہ رہی اور ڈاکٹروں نے درس بند کر دینے کا مشورہ دیا تو فرمایا کہ کلام الٰہی میری روح کی غذا ہے اس کے بغیر میرا زندہ رہنا محال ہے۔ لہٰذا درس میں کسی حالت میں بھی بند نہیں کر سکتا۔ غالباً انہی ایام کا ذکر کرتے ہوئے الفضل لکھتا ہے کہ:

”ضعف کا یہ حال ہے کہ بغیر سہارے کے بیٹھنا تو درکنار سر کو بھی خود نہیں تھام سکتے، اس حالت میں ایک دن فرمایا: بول تو میں سکتا ہوں خدا کے سامنے کیا جواب دوں گا۔ درس کا انتظام کرو، میں کلام الٰہی سنا دوں۔“ (الفضل ۱۸ فروری ۱۹۱۴)

الغرض ان واقعات پر غور کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ آپ کو قرآن مجید سے کس درجہ کا لگاؤ اور عشق و محبت تھی۔ بڑھاپا، کمزوری، بیماری اور نقاہت کا کچھ خیال نہ تھا۔ دل میں ایک ہی تڑپ اور جوش کہ لوگوں کو کلام الٰہی کے انوار سے منور کر دوں۔ قرآن مجید کے مخفی در مخفی روحانی خزائن لوگوں میں تقسیم کر کے ان کو مالا مال کروں اور کوئی ایسا نقطہ معرفت رہ نہ جائے جو مجھے معلوم ہے اور دوسروں کو نہ بتاؤں۔ چنانچہ آپؓ کی وفات کے موقعہ پر میونسپل گزٹ لاہور نے اپنی ۱۹ مارچ ۱۹۱۴ء کی اشاعت میں آپ کی بہت سی خوبیوں اور کمالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ:۔

”کلام اللہ سے جو آپ کو عشق تھا وہ غالباً بہت کم عالموں کو ہوگا اور جس طرح آپ نے اپنی عمر کا آخری حصہ احمدی جماعت پر صرف قرآن مجید کے حقائق و معارف آشکار فرمانے میں گزارا“ بہت کم عالم اپنے حلقہ میں ایسا کرتے ہوئے پائے گئے۔ اسلام کے متعلق آپ نے نہایت تحقیق و تدقیق سے کئی کتابیں لکھیں اور معترضین کو دندان شکن جواب دیئے“

اب آخر میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی ایک دلی آرزو اور خواہش کا ذکر کیا جاتا ہے حضورؓ فرماتے ہیں۔

”میری آرزو ہے کہ میں تم میں ایسی جماعت دیکھوں جو اللہ تعالیٰ کی محبّ ہو۔ اللہ تعالیٰ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی متبع ہو، قرآن سمجھنے والی ہو“۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؐ کے پاکیزہ اسوہ پر چلتے ہوئے حضور کی اس آرزو کے مطابق نیک اور پاک نمونہ بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

مخالفینِ خلافت احمدیہ

اور

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ

(مکرم مولانا محمد عمر صاحب، ایڈیشنل ناظر تعلیم القرآن وقف عارضی قادیان)

خدا تعالیٰ قرآن مجید کی سورۃ النور میں حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ فَاِنْ تَوَلَّوَا فَاِنَّمَا عَلَیْہِ مَا حُمِّلَ وَعَلَیْکُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ وَاِنْ تُطِیْعُوْہُ تَھْتَدُوْا وَمَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِیْنُ ۔(سورہ النور آیۃ نمبر ۵۵)

یعنی آپ کہہ دیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو۔ پس اگر تم پھر جاؤ تو اُس پر صرف اتنی یہی ذمہ داری ہے جو اُس پر ڈالی گئی ہے اور تم پر بھی اتنی ہی ذمہ داری ہے جتنی تم پر ڈالی گئی ہے اور اگر تم اُس کی اطاعت کرو تو ہدایت پاؤ گے۔ اور رسول پر کھول کھول کر پیغام پہنچانے کے علاوہ کچھ ذمہ داری نہیں۔

اس آیۃ کریمہ میں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ آپ عامۃ المسلمین میں یہ اعلان کریں کہ خدا اور اُس کے رسول کی اطاعت کرو اور اگر تم منہ پھیر لو گے تو اس کی ذمہ داری رسول کریم ﷺ پر نہیں ہوگی بلکہ تم پر ہوگی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عامۃ المسلمین میں ایک طبقہ خدا اور رسول کی اطاعت سے منہ پھیرنے والا ہوگا اور انہیں کہا گیا ہے کہ اگر تم منہ پھیر لو گے تو اس کی ذمہ داری رسول اللہ پر نہیں ہوگی۔ آپ ؐ کا کام صرف پیغام پہنچانا ہی ہے۔ اس پیغام کو قبول کرنا یا نہ کرنا تمہاری صواب دید پر ہوگا۔ اگر تم آپؐ کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پاؤ گے۔ دیگر صورت میں تمہیں ہدایت نہیں ملے گی۔

سورہ مذکور میں آگے فرماتا ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّھُمْ فِی الْاَرْضِ کَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ (سورۃ النور آیت ۵۶) یعنی تم میں سے (اے مسلمانو) جو صحیح معنوں میں حقیقی طور پر ایمان لائے ہیں اور اپنے ایمان کے مطابق نیک اعمال بجا لائے ہیں ان میں یقیناً یقیناً خدا تعالیٰ کی خلافت قائم فرمائے گا جس طرح اُن سے پہلے لوگوں میں خلافت قائم فرمائی تھی۔

یہاں خدا تعالیٰ نے واضح طور پر فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی یہ نعمت عظمیٰ یعنی خلافت صرف ان لوگوں کو حاصل ہوگی جو عامۃ المسلمین میں سے ایمان لانے والے اور اعمال صالحہ بجالانے والے ہوں گے۔

اس وعدہ الٰہی کے مطابق آج روئے زمین پر صرف اور صرف جماعت احمدیہ میں ہی خلافت علی منہاج نبوت قائم ہے اور دیگر مسلمان اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہیں اور خدا تعالیٰ پچھلے ایک سو سے زائد سالوں سے یہ ثابت فرما رہا ہے کہ میرے نزدیک حقیقی مومن اور نیک اعمال بجا لانے والی صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جہاں خدائی نوشتوں کے مطابق خلافت قائم ہے۔ لیکن پیشگوئیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کو بعض نا عاقبت اندیش عناصر کی طرف سے آزمائشوں اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔

سیدنا حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد دوسرے دن یعنی ۲۷ مئی ۱۹۰۸ء کو تمام حاضر الوقت جماعت نے جو بارہ صد احباب پر مشتمل تھی متفقہ طور پر حضرت مولانا حکیم نور الدینؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا پہلا خلیفہ منتخب کر کے آپ کے دستِ مبارک پر بیعت کر لی اور اس طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا وہ الہام پورا ہوا:

”ستائیس کو ایک واقعہ“

اس کے بعد کچھ لوگوں نے مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کی سرکردگی میں باوجود آپ کی بیعت کرنے کے جب بھی موقعہ ملا فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ یہ لوگ بیعت کے بعد بھی جماعت کے اندر یہ پروپیگنڈہ کرتے رہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اصل جانشین اور خلیفہ صدر انجمن احمدیہ ہی ہے۔

اس اثناء میں حضرت میر محمد اسحٰق صاحب نے مقام خلافت کے بارہ میں ایک سوالنامہ تیار کر کے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں بھجوایا۔ سوالنامہ میں مندرجہ ذیل اُمور دریافت کئے گئے تھے۔

۱۔ صدر انجمن احمدیہ اور خلیفۂ وقت کے آپسی تعلقات کیا ہیں؟

۲۔ کیا خلیفۃ المسیح خود اشاعت اسلام و جماعت احمدیہ کی مدّات کا انتظام کرسکتا ہے یا نہیں؟

۳۔ خلیفۃ المسیح کا حکم صدر انجمن احمدیہ مسترد کرسکتی ہے یا نہیں؟

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں یہ سوالنامہ پیش ہونے پر آپؓ نے اُس وقت کے صدر انجمن احمدیہ کے سیکرٹری مولوی محمد علی صاحب کو یہ سوالنامہ جواب کی غرض سے بھجوایا۔ اس کے جواب میں مولوی صاحب نے لکھا:

۱۔ اس وقت خلافت کے منصب پر بیٹھنے والا صدر انجمن احمدیہ کا صدر ہے۔ یعنی جس شخص کو حضرت صاحب نے مجلس معتمدین صدر انجمن احمدیہ کا میر مجلس منتخب فرمایا تھا اُس کو ساری قوم نے اتفاق کے ساتھ خلیفہ منتخب کیا ہے۔ پس وہ اور صدر انجمن احمدیہ ایک ہی چیز ہیں۔ آئندہ جیسا خلیفہ ہوگا ویسے ہی اس کے ساتھ تعلقات ہوں گے۔ علم غیب کوئی نہیں جانتا۔ لیکن حضرت صاحب کی وصیت سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ خلیفہ کا کوئی فرد واحد ہونا ضروری ہے۔ گو بعض صورتوں میں ایسا ہوسکتا ہے جیسا کہ اب ہے بلکہ حضرت صاحب نے انجمن کو اپنا خلیفہ بنایا ہے اور یہ ضروری نہیں کہ خلیفہ ایک ہی شخص ہو۔ بلکہ ایک جماعت بھی ہوسکتی ہے اور یہ اس واسطے بھی ہے کہ انجمن کے واسطے حضرت اقدس نے دُعا کی ہے کہ ایسے امین ہمیشہ اس سلسلہ کو ہاتھ آتے رہیں جو خدا کیلئے کام کریں اور خاص طور پر اگر اُس امانت کے قابل کسی ایک فردِ واحد کو سمجھا ہے تو وہ حضرت مولوی نور الدین صاحب ہی ہیں۔

۲۔ حضرت صاحب نے جائیدادوں اور مالوں اور مکانوں کا صرف محافظ ہی نہیں بنایا بلکہ ان کا مالک بھی قرار دیا ہے۔ ہاں صرف یہ روک ہے کہ اس انجمن کا کوئی ممبر کسی جائیداد یا مال کو اپنے ذاتی اغراض میں خرچ نہیں کرسکتا۔ اور نہ ہی خود انجمن سوائے اغراض سلسلہ کے کسی طرح پر خرچ کرسکتی ہے۔

۳۔ انجمن کو ایک مامور من اللہ نے الہام الٰہی کے مطابق قائم کیا ہے اگر کوئی خلیفہ مامور من اللہ ہو تو وہ مطابق منشا الٰہی اس میں جو چاہے گا تغیر کر سکے گا۔ دوسرے کے واسطے جائز نہیں۔

(حقیقت اختلاف حصہ اوّل صفحہ ۳۹ تا ۴۱ بحوالہ سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ ۱۹۰۔۱۹۱)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو مولوی محمد علی صاحب کی رائے سے بہت تکلیف پہنچی۔ مولوی محمد علی کے جواب سے صاف عیاں تھا کہ اُن کے نزدیک خلافت کی کوئی اہمیت نہیں اور خلیفۃ المسیح الاول کا کوئی مقام نہیں۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول نے ان سوالات کے جواب کے لئے چالیس آدمیوں کے پاس بھیجا جو جماعت میں بحیثیت نمائندہ کے ہوں۔ ان نمائندوں کو ۳۱؍جنوری ۱۹۰۹ء کو قادیان میں بغرض مشورہ جمع ہونے کا ارشاد فرمایا ان سوالات کا ہر ایک نے اپنی اپنی سمجھ اور علم کے مطابق جواب لکھا۔ انجمن کے ممبران میں سے خواجہ کمال الدین صاحب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، شیخ رحمۃ اللہ صاحب اور ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کا جواب مولوی محمد علی صاحب کے جواب کے ہی مطابق تھا۔

حضرت میر محمد اسحاق صاحب کا سوالنامہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کی خدمت میں بھی پہنچا۔ اس سلسلہ میں آپؓ فرماتے ہیں۔

”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کو ابھی پندرہ دن بھی نہ گزرے تھے کہ خواجہ کمال الدین صاحب نے مولوی محمد علی صاحب کی موجودگی میں مجھ سے سوال کیا کہ میاں صاحب ! آپ کا خلیفہ کے اختیارات کے متعلق کیا خیال ہے؟ میں نے کہا کہ اختیارات کے فیصلہ کا وہ وقت تھا جبکہ ابھی بیعت نہ ہوئی تھی اب جبکہ حضرت خلیفۃ اوّل نے صاف صاف کہہ دیا کہ بیعت کے بعد تم کو پوری پوری اطاعت کرنی ہوگی۔ اور اس تقریر کو سن کر ہم نے بیعت کی۔ تو اب آقا کے اختیار مقرر کرنے کا حق غلاموں کو کب حاصل ہے۔ میرے اس جواب کو سن کر خواجہ صاحب بات کا رُخ بدل گئے اور کہا بات تو ٹھیک ہے۔ میں نے یوں ہی علمی طور پر بات دریافت کی تھی اور ترکوں کی خلافت کا حوالہ دے کر کہا کہ چونکہ آج کل لوگوں میں اس کے متعلق بحث شروع ہے اس لئے میں نے بھی آپ سے اس کا ذکر کر دیا یہ معلوم کرنے کیلئے کہ آپ کی کیا رائے ہے۔ اور اس پر ہماری گفتگو ختم ہوگئی۔ لیکن اس سے بہرحال مجھ پر اُن کا عندیہ ظاہر ہوگیا اور میں نے سمجھ لیا کہ ان لوگوں کے دلوں میں حضرت خلیفہ اوّل رضی اللہ عنہ کا کوئی ادب اور احترام نہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ کسی طرح خلافت کے اس طریق کو مٹا دیں جو ہمارے سلسلہ میں جاری ہوا ہے۔ (اختلافات سلسلہ کی تاریخ کے صحیح حالات صفحہ ۱۳؍ بحوالہ سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ ۱۸۶)

جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ۳۱ جنوری ۱۹۰۹ء کو چالیس احباب کرام کو قادیان بلایا تھا۔ چنانچہ ۳۰؍جنوری کی شام تک نمائندگان قادیان پہنچنا شروع ہوئے۔ کہتے ہیں کہ ۳۰ اور ۳۱ کی درمیانی شب احباب نے بہت بے چینی اور اضطراب کی حالت میں گزاری۔ سبھوں نے تہجد کی نماز بہت دُعاؤں کے ساتھ ادا کی۔

فجر کی اذان کے بعد حضور اقدس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فجر کی نماز کیلئے تشریف لائے۔ آپ نے فجر کی نماز میں سورۃ البروج کی تلاوت کی ۔ آیت اِنَّ الَّذِیْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ کی تلاوت کرتے وقت آپکی آواز شدت درد وغم کی وجہ سے رُک جاتی۔ اس آیت میں فتنہ انگیز لوگوں کے عبرتناک عذاب کا ذکر تھا۔ آپ نے اس آیت کی دوبارہ تلاوت کی۔ اُس وقت لوگوں کا گریہ وزاری کا یہ عالم تھا کہ مرغِ بسمل کی طرح سب تڑپ رہے تھے۔ ساری مسجد چیخ و پکار سے لبریز تھی۔ بعض روایات سے یہ بھی پتہ چلتا کہ نماز فجر سے قبل آپ کو الہامًا نماز فجر میں سورۃ البروج کی تلاوت کا حکم دیا گیا تھا اور بتایا گیا تھا کہ اس سے اکثر لوگوں کے دل نرم ہو جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح نماز پڑھا کر اپنے گھر تشریف لے گئے۔

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح کا ارشاد ہوا کہ سب احباب مسجد مبارک کی چھت پر جمع ہوں۔ حضورؓ بھی گھر سے مسجد تشریف لے آئے۔ مسجد میں دو ڈھائی سو احباب جمع تھے جن میں اکثر جماعتوں کے نمائندگان تھے۔ آپ کیلئے مسجد کے وسط میں جگہ بنائی گئی تھی لیکن آپ نے ہاں کھڑے ہونے سے انکار کیا۔ اور مشرقی جانب سیدھا مسجد کے پرانے حصہ میں تشریف لے گئے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود تعمیر فرمایا تھا۔ آپ نے اُس وقت سب کے دل لبھا

دینے والی تقریر فرمائی۔ آپؓ نے فرمایا:۔

’’تم نے اپنے عمل سے مجھے اتنا دُکھ دیا ہے کہ میں اس حصہ مسجد میں بھی کھڑا نہیں ہوا۔ جو تم لوگوں کا بنایا ہوا ہے بلکہ میں اپنے میرزا کی مسجد میں کھڑا ہوا ہوں۔ میرا فیصلہ ہے کہ قوم اور انجمن دونوں کا خلیفہ مطاع ہے۔ اور یہ دونوں خادم ہیں۔ انجمن مشیر ہے۔ اُس کا رکھنا خلیفہ کے لئے ضروری ہے جس نے یہ لکھا ہے کہ خلیفہ کا کام بیعت لینا ہے۔ اصل حاکم انجمن ہے، وہ توبہ کرے۔ خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ اگر اُس جماعت میں سے کوئی مجھے چھوڑ کر مرتد ہو جائے گا تو میں اس کے بدلے تجھے ایک جماعت دوں گا‘‘۔

نیز فرمایا:

’’کہا جاتا ہے کہ خلیفہ کا کام صرف نماز پڑھانا یا جنازہ یا نکاح پڑھانا ہے اور یا بیعت لے لینا ہے۔ یہ کام تو ایک ملاّ بھی کرسکتا ہے۔ اس کیلئے کسی خلیفہ کی ضرورت نہیں اور میں اِس قسم کی بیعت پر تھوکتا بھی نہیں۔ بیعت وہی ہے جس میں کامل اطاعت کی جائے اور جس میں خلیفہ کے ایک حکم سے بھی انحراف نہ کیا جائے۔

(خلافت احمدیہ کے مخالفین کی تحریک صفحہ ۱۹۔ بحوالہ سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ ۱۹۴)

اس روح پرور اور دل کو دہلا دینے والی تقریر سے سب پر خوب واضح ہوگیا کہ خلافت کی کیا عظمت اور کیا مقام ہے۔ دوران تقریر مسجد میں آہ وزاری سے ایک قسم کا کہرام مچا ہوا تھا۔ حضورؓ نے اپنی تقریر کے بعد مولوی محمد علی صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب اور اکی دو اور احمدیوں سے فرمایا کہ آپ لوگ اس فتنہ کے بانی ہونے کی بناء پر دوبارہ بیعت کریں۔ اس طرح ان احباب کی دوبارہ بیعت لی گئی۔

لیکن بعد کے واقعات نے ثابت کیا کہ اس تجدید بیعت نے اُنہیں بجائے اصلاح کرنے کے بغض وعناد اور عداوت میں مزید بڑھایا۔ یہ لوگ پھر فتنہ انگیزی اور منافقت کی طرف مائل ہوئے۔ خلافت اولیٰ کے عہد باسعادت میں ان لوگوں نے جماعت کے اندر مختلف قسم کے فتنے پیدا کئے۔ بالآخر خلافت ثانیہ کے آغاز میں ہی یہ لوگ قادیان چھوڑ کر چلے گئے اور لاہور کو اپنا مرکز یعنی ’’مسجد ضرار‘‘ قائم کیا۔ اس کے بعد کہیں کہیں یہ فتنہ سر اُٹھانے لگا لیکن جماعت کی بھاری اکثریت خلافت کے ساتھ پوری وفاداری اور اطاعت میں منہمک رہی۔ چنانچہ پچھلے ایک سو سالہ تاریخ خلافت نے ثابت فرمایا کہ ان فتنہ انگیزوں کے تمام مذموم منصوبے اور مسموم سازشیں نامراد اور ناکام ہوکر ھَبَاءً مَّنثُورًا ہوگئے اس کے بالمقابل ہر احمدی کے دل میں خلافت کی عظمت اور اس کا بلند مقام مضبوط میخ کی طرح جاگزیں ہوا اور خلافت کے استحکام کے لئے ہر قربانی پر آمادہ ہوا۔

اس سلسلہ میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اپنے خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ر مئی ۲۰۰۴ء میں فرماتے ہیں:۔

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں خوشخبریاں بھی دے دی تھیں کہ آپ کی وفات کے بعد اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے، انشاء اللہ خلافت دائمی رہے گی اور دشمن دو خوشیاں کبھی نہیں دیکھ سکے گا کہ ایک تو وفات کی خبر اس کو پہنچے اور اس پر خوش ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات پر ایسے بھی تھے جنہوں نے خوشیاں منائیں اور پھر یہ کہ وہ جماعت کے ٹوٹنے کی خوشی دیکھ سکیں گے، یہ کبھی نہیں ہوگا۔ دُشمن نے بڑا شور مچایا، بڑا خوش تھا لیکن اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ تھا کہ مِنْ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا کا ہمیں نظارہ بھی دکھایا اور بعض لوگوں کا خیال تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول اب کافی عمر رسیدہ ہو چکے ہیں، طبیعت کمزور ہو چکی ہے اور شاید اس طرح خلافت کا کنٹرول نہ رہ سکے اور شاید وہ خلافت کا بوجھ نہ اٹھا سکیں اور انجمن کے بعض عمائدین کا خیال تھا کہ اب ہم اپنی من مانی کرسکیں گے کیونکہ عمر کی وجہ سے بہت سارے معاملات ایسے ہیں جو اگر ہم خلیفۃ المسیح الاوّل کی خدمت میں نہ بھی پیش کریں تب بھی کوئی فرق نہیں پڑے گا اور ان کو پتہ نہیں چلے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے دشمن کی یہ تمام اندرونی اور بیرونی جو بھی تدبیریں تھیں ان کو کامیاب نہیں ہونے دیا اور اندرونی فتنے کو بھی دبا دیا اور دنیا نے دیکھا کہ کس طرح ہر موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے اس فتنہ کو دبایا اور کتنے زور اور شدت سے اس کو دبایا اور کس طرح دشمن کا منہ بند کیا‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ مئی ۲۰۰۴ء از خطبات مسرور جلد ۲ صفحہ ۳۴۱)

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے ایک ارشاد کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا:

’’چونکہ خلافت کا انتخاب عقل انسانی کا کام نہیں، عقل نہیں تجویز کرسکتی کہ کس کے قویٰ قوی ہیں۔ کس میں قوت انسانیہ کامل طور پر رکھی گئی ہے۔ اس لئے جناب الٰہی نے خود فیصلہ کر دیا ہے کہ: وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِى الْاَرْضِ خلیفہ بنانا اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔

(حقائق الفرقان جلد سوم صفحہ ۲۵۵)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ:۔

’’مجھے نہ کسی انسان نے، نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا اور نہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رِدا کو مجھ سے چھین لے‘‘

(بدر قادیان ۴ر جولائی ۱۹۱۲ء)

حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’پھر دنیا نے دیکھا کہ آپ رضی اللہ عنہ کے ان پر زور خطابات سے اور جو آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت براہ راست انجمن پر بھی ایکشن لئے، جتنے لوگ باتیں کرنے والے تھے وہ سب بھیگی بلی بن گئے، جھاگ کی طرح بیٹھ گئے اور وقتی طور پر ان میں کبھی کبھی اُبال آتا رہتا تھا اور مختلف صورتوں میں کہیں نہ کہیں جا کر فتنہ پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے لیکن انجام کار سوائے ناکامی کے اور کچھ نہیں ملا۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات ہوئی‘‘۔

(خطبات مسرور جلد ۲ صفحہ ۳۴۱)

حضور اقدس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خلافت ثانیہ کے انتخات خلافت اور منکرین کے ردّعمل کے بارہ میں فرمایا:۔

’’اُس کے بعد پھر انہیں لوگوں نے سر اٹھایا اور ایک فتنہ برپا کرنے کی کوشش کی، جماعت میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی اور بہت سارے پڑھے لکھے لوگوں کو اپنی طرف مائل بھی کرلیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اگر خلافت کا انتخاب ہوا تو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو ہی جماعت خلیفہ منتخب کرے گی اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ نے اس فتنہ کو ختم کرنے کیلئے ان شور مچانے والوں کو، انجمن کے عمائدین کو یہ بھی کہہ دیا کہ مجھے کوئی شوق نہیں خلیفہ بننے کا، تم جس کے ہاتھ پر کہتے ہو میں بیعت کرنے کیلئے تیار ہوں، جماعت جس کو چنے گی، میں اسی کو خلیفہ مان لوں گا، لیکن جیسا کہ میں نے کہا ان لوگوں کو پتہ تھا کہ اگر انتخاب خلافت ہوا تو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب ہی خلیفہ منتخب ہوں گے اس لئے وہ اس طرف نہیں آتے تھے اور یہی کہتے رہے کہ فی الحال خلیفہ کا انتخاب نہ کروایا جائے، ایک دو چار دن کی بات نہیں، چند مہینوں کے لئے اس کو آگے ٹال دیا جائے، آگے کر دیا جائے اور یہ بات کسی طرح بھی جماعت کو قابل قبول نہ تھی، جماعت تو ایک ہاتھ پر اکٹھا ہونا چاہتی تھی، آخر جماعت نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کو خلیفہ منتخب کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اس وقت بھی مخالفین کا یہ خیال تھا کہ جماعت کے کیونکہ پڑھے لکھے لوگ ہمارے ساتھ ہیں اور خزانہ ہمارے پاس ہے اس لئے چند دنوں بعد ہی یہ سلسلہ ختم ہو جائے گا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھر اپنی رحمت کا ہاتھ رکھا اور خوف کی حالت کو پھر امن میں بدل دیا اور دشمنوں کی ساری امیدوں پہ پانی پھیر دیا اور ان کی ساری کوششیں ناکام ہوگئیں‘‘

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۱ر مئی ۲۰۰۴ء از خطبات مسرور جلد ۲ صفحہ ۳۴۱)

الغرض خلافت احمدیہ کے خلاف جتنے بھی فتنے اُٹھے تھے جتنی بھی مذموم کوششیں اور مسموم سازشیں کی جاتی رہیں وہ سب کی سب ناکام و نامراد ہوکر ھَبَاءً مَّنثُورًا ہوکر رہ گئیں اور پچھلے ایک سو سالہ خلافت کے عہد باسعادت نے یہ ثابت کر دیا کہ خلافت احمدیہ وہ کونے کا پتھر ہے جو اس پر گرے گا وہ چکنا چور ہوگا۔ اور جس پر یہ گرے گا وہ بھی تباہ و برباد ہوگا اور خلافت احمدیہ کے خلافت صف آراء حکومتیں ہوں یا سربراہان حکومت ہوں، مختلف سیاسی و غیر سیاسی تنظیمیں ہوں، ان سب کا حشر دنیا نے دیکھ لیا۔ بالآخر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ایک خوشخبری سنا کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

’’میں آپ کو ایک خوشخبری دیتا ہوں کہ......اب آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ خلافت احمدیہ کو کبھی کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ جماعت بلوغت کے مقام پر پہنچ چکی ہے خدا کی نظر میں۔ اور کوئی دشمن آنکھ کوئی دشمن دل کوئی دشمن کوشش اس جماعت کا بال بھی بیکا نہیں کرسکے گی اور خلافت احمدیہ انشاء اللہ تعالیٰ اسی شان کے ساتھ نشو و نما پاتی رہے گی جس شان سے اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدے فرمائے ہیں کہ کم ازکم ایک ہزار سال تک یہ جماعت زندہ رہے گی۔ تو دعائیں کریں، حمد گیت گائیں اور اپنے عہدوں کی پھر تجدید کریں۔‘‘

(الفضل ۲۸ر جون ۱۹۸۲ء)

پس دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تادم مرگ خلافت کے ساتھ دل وجاں سے وابستہ رہنے اور مجسم اطاعت بن کر زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کے رؤیا و کشوف والہامات

مکرم مولانا
محمد حمید صاحب کوثر
پرنسپل جامعہ احمدیہ
قادیان

سرزمین اسپین یورپ میں پیدا ہونے والے عظیم عربی مسلم صوفی الشیخ الاکبر محی الدین ابن عربی رحمہ اللہ (ولادت ۵۶۰ ھ - ۱۱۶۵ء) (وفات ۶۳۸ ھ - ۱۲۴۰ء) نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت سے کم وبیش چھ صدیوں قبل حضورؑ کے اصحاب کے بارے میں پیشگوئی فرمائی تھی:

وهم من الاعاجم ما فيهم عربی و لكن لا يتكلمون الا بالعربية، لهم حافظ ليس من جنسهم ما عصى الله قط هو اخص الوزراء و افضل الامناء(فتوحات مکیۃ جلد ۳ صفحہ:۳۶۴)

یعنی امام مہدیؑ کے وزراء سب عجمی ہوں گے، ان میں سے کوئی عربی نہ ہوگا۔لیکن وہ عربی میں کلام کرتے ہوں گے۔ان کا ایک حافظ قرآن ہوگا جو ان کی جنس سے نہیں ہوگا وہ اس موعود کا خاص وزیر اور بہترین امین ہوگا۔

یہ پیشگوئی سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عہد مبارک میں بڑی صفائی سے پوری ہوئی اور حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ جو کہ ایک حافظ قرآن مجید تھے، کو خاص وزیر اور خلیفہ اول بننے کی سعادت نصیب ہوئی۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی وفات سے ڈیڑھ ماہ قبل ایک تقریر کے دوران فرمایا:

''جو شخص کسی شیخ یا رسول اور نبی کے بعد خلیفہ ہونے والا ہوتا ہے۔تو سب سے پہلے خدا کی طرف سے حق اس کے دل میں ڈالا جاتا ہے...... ایک الہام میں اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام بھی شیخ رکھا ہے۔ **انت الشيخ الذی لا يضاع وقته**''

(الحکم ۱۴/اپریل ۱۹۰۸ء)

تاریخ احمدیت شاہد ہے کہ مورخہ ۲۰/رجب ۱۳۰۶ھ مطابق ۲۳/مارچ ۱۸۸۹ء کو لدھیانہ میں جب سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بیعت لینے کا آغاز فرمایا تو حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ کو اول المبایعین ہونے کا شرف حاصل ہوا۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ بالا الفاظ کے ذریعہ جماعت کو یہ اطلاع دے دی تھی کہ میری وفات کے بعد جماعت احمدیہ میں خلافت کا سلسلہ شروع ہوگا اور اللہ تعالیٰ مولانا نورالدینؓ صاحب کو خلیفہ بنادے گا۔

ایک اور مقام پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

''**ولاشک انه ينور من انوار مشكوٰة النبوة و يأخذ نورا من نور النبی (صلی الله عليه وسلم) بمناسبة شان الفتوة**''۔

(آئینہ کمالات اسلام۔روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۸۴)

بلاشک (مولانا نورالدین صاحبؓ) چراغ نبوت کے انوار سے منور کر رہے ہیں اور اپنے کرم و نیکی کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے نور لے رہے ہیں۔

حضرت مولانا نورالدین صاحبؓ فرماتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ مجھے رؤیا ہوا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنی کمر پر اس طرح اٹھا رکھا ہے، جس طرح چھوٹے بچوں کو مشک بناتے ہوئے اٹھاتے ہیں۔پھر میرے کان میں کہا تو ہم کو محبوب ہے۔''

(حیات نور صفحہ ۵۱۹)

ایک اور موقعہ پر آپؓ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رؤیا نصیب ہوئی اور حضورؐ نے آپؓ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

''تمہارا کھانا تو ہمارے گھر میں ہے''

(حیات نور صفحہ ۵۷)

اگر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی حیات مبارکہ پر غور کیا جائے تو واقعی آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر سے ہی روحانی مائدہ ملا تھا جس سے نہ صرف آپ نے بلکہ آپ کے ذریعہ بے شمار بندگان خدا نے اس سے استفادہ فرمایا اور آپ کے بعد آپ کی تحریرات، خطابات اور خطبات اور مطبوعہ تفسیر القرآن کے مطالعہ سے لاکھوں افراد فائدہ اٹھاتے رہیں گے۔

حدیث میں آتا ہے کہ: **قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من راٰنی فی المنام فقد راٰنی فان الشيطان لا يتمثل بی**

(صحیح مسلم کتاب الرؤیا)

ترجمہ: جس نے مجھے خواب میں دیکھا، حقیقت میں اس نے مجھ ہی کو دیکھا۔اس لئے کہ شیطان میری صورت اختیار نہیں کرسکتا۔

پس جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو رؤیا میں دیکھا تو اس میں یہ اشارہ تھا کہ حضورؐ کی برکت کی بدولت آپ روحانی اور مادی رزق سے وافر حصہ پائیں گے۔ بعد کے حالات بتاتے ہیں کہ آپ کو جب کبھی بھوک یا کسی ضرورت کا سامنا ہوا، اللہ تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر آپ کو جسمانی اور روحانی کھانا فراہم کیا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا عالم کشف

ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے بیان فرمایا: ''حافظ روشن علی نے میری تقریر ہوتے ہوئے آسمانی کھانا کھالیا تھا'' (حیات نور صفحہ ۲۸۹)

جب حافظ روشن علی صاحبؓ سے اس واقعہ کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے بتایا:

''ایک دن میں نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ سبق کی انتظار میں بیٹھے بیٹھے کھانے کا وقت گذر گیا حتیٰ کہ ہمارا حدیث کا سبق شروع ہوگیا۔ میں اپنی بھوک کی پروانہ کر کے سبق میں مصروف ہوگیا درآنحالیکہ میں بخوبی سبق پڑھنے والے طالب علم کی آواز سن رہا تھا اور سب کچھ دیکھ رہا تھا کہ یکایک سبق کا آواز مدھم ہوتا گیا اور میرے کان اور آنکھیں باوجود بیداری کے سننے اور دیکھنے سے رہ گئے۔ اس حالت میں میرے سامنے کسی نے تازہ بتازہ تیار ہوا کھانا لا رکھا۔گھی میں تلے ہوئے پراٹھے اور بھنا ہوا گوشت تھا۔ میں خوب مزے لے لے کر کھانے لگ گیا۔ جب میں سیر ہوگیا تو میری یہ حالت منتقل ہوگئی اور پھر مجھے سبق کا آواز سنائی دینے لگ گیا۔مگر اس وقت بھی میری، منہ میں کھانے کی لذت موجود تھی۔ اور میرے پیٹ میں سیری کی طرح ثقل محسوس ہوتا تھا اور سچ مچ جس طرح کھانا کھانے سے تازگی ہوجاتی ہے وہی تازگی اور سیری مجھے میسر تھی حالانکہ نہ میں کہیں گیا اور نہ کسی اور نے مجھے کھانا کھاتے دیکھا۔''

اس کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے فرمایا:

''میں نے خود ان باتوں کا بڑا تجربہ کیا ہے''

(حیات نور صفحہ ۲۹۰)

''میں کباب اور پراٹھے کھاتا رہا''

(حیات نور صفحہ ۲۸۹)

اسی قسم کا ایک اور ایمان افروز واقعہ یہ ہے کہ مورخہ ۵/فروری ۱۹۱۱ء کو آپؓ نے اپنے ایک کشف کا ذکر فرمایا:

''ابھی میں نے دیکھا ہے کہ اسی مقام پر کسی پرند کا مزیدار شوربا کھایا ہے اور اس کی باریک باریک ہڈیاں پھیک دی ہیں۔ جونہی آپ نے یہ کشف سنایا۔ شیخ یعقوب علی صاحب نے عرض کی کہ اس کو پورا کرنے کے لئے کسی پرند کا گوشت کا انتظام کیا جاوے۔ یہ کہہ کر وہ اٹھے تا کہ صاحبزادہ مرزا شریف احمد صاحب جو کبھی کبھی ہوائی بندوق سے شکار کھیلا کرتے تھے انہیں عرض کریں کہ کوئی پرند شکار کریں۔ شیخ یعقوب علی صاحب ان کے پاس پہنچے تو معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی وقت انہوں نے کچھ پرندے شکار کئے ہیں۔ وہ حضرت کی خدمت میں پیش کئے گئے اور حضرت بہت خوش ہوئے۔'' (حیات نور صفحہ ۵۰۰)

ادھر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے رؤیا دیکھی اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ نے اس کے پورا کرنے کا انتظام فرمادیا۔ ان دو واقعات سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے پیاروں کے ساتھ غیر معمولی سلوک فرماتا ہے۔ ان کی بھوک و تنگ دستی کو سیری اور فراخی میں بدلنے کے لئے کیسے کیسے غائبانہ انتظام کرتا ہے جس کو عقل انسانی سمجھنے سے قاصر و عاجز ہے۔ان واقعات میں ہمارے مبلغین و معلمین کرام و مخلصین جماعت کے لئے بہت گہرا سبق ہے کہ سبب الاسباب خدا اُس کی راہ میں قربانی کرنے والوں کی ضرورتوں کا خود خیال رکھتا اور انہیں پورا کرتا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے تین الہامات

فروری و مارچ ۱۹۱۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کو درجہ ذیل تین الہامات ہوئے:

(۱) **ان الذی فرض عليک القرآن لرادک الی معاد** (یقیناً وہ جس نے تجھ پر قرآن کو فرض کیا ہے تجھے ضرور ایک واپس آنے کی جگہ کی طرف واپس لے آئے گا)

(۲) **الحمی من نار جهنم فاطفوها بالماء** (بخار جہنم کی آگ میں سے ہے اس کو پانی سے بجھاؤ)

(۳) بتایا گیا کہ کثر بیماریوں کا علاج ہوا، پانی اور آگ سے اور دردوں کا آگ اور پانی سے۔ پھر فرمایا بہت حکمتیں کھلی ہیں۔ انشاء اللہ طبیعت بحال ہونے پر بتاؤں گا۔ (حیات نور صفحہ ۶۹۶)

قارئین کرام!! آپ نے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی زندگی کے آخری دنوں کے بعض الہامات ملاحظہ فرمائے جہاں تک سچی خوابوں کا تعلق ہے ان کے دیکھنے کا معاملہ زمانہ شباب میں ہی شروع ہوگیا تھا جن کا ذکر آپ نے مختلف مواقع پر فرمایا ہے۔ان میں سے ایک درج ذیل ہے:

پنڈ داد خاں میں خواب

پنڈ دادنخاں میں آپ نے ایک فوت شدہ شخص کو جو آپ کے ہم وطن تھا خواب میں دیکھا کہ وہ بیمار ہے۔آپ نے اسے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں نے سنا ہے کہ جو مر جاتا ہے وہ بیماریوں سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اس پر اس شخص نے ایک لڑکی کا بازو پکڑ کر کہا کہ میں اس لڑکی پر دنیا میں عاشق تھا۔اس واسطے اب بیمار اور مبتلائے عذاب ہوں۔آپ جب بھیرہ میں تشریف لائے تو اس کے ایک دوست سے آپ نے پوچھا کہ فلاں شخص جس لڑکی کے عشق میں فوت ہوا ہے کیا آپ مجھے وہ لڑکی دکھا سکتے ہیں؟ وہ حیران ہوا کہ انہیں کیسا پتہ لگا؟ چنانچہ اس نے آپ سے پوچھا کہ آپ کو یہ بات کس نے بتلائی آپ نے فرمایا کہ بھلا عشق بھی کبھی مخفی رہ سکتا ہے اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

''اس نے کہا جب میرے اس دوست کا انتقال ہوا ہے تو اس کا سر میری ران پر تھا اور میں نے اس سے اس وقت دریافت کیا تھا کہ اس عشق کا حال تم نے کسی کو بتایا ہے تو اس نے کہا تھا کہ اس کا حال یا تو اس عورت کو معلوم ہے یا تم کو یا مجھ کو یا اللہ تعالیٰ کو اور کسی چوتھے انسان کو معلوم نہیں۔ مرتے ہوئے جب اس نے یہ کہا تو آپ کو کہاں سے خبر ہوئی۔غرضیکہ اس عورت کا نام اس نے مجھ کو نہ بتایا۔ ہمارے شہر میں ایک محلّہ ہے۔ وہاں کی عورتیں کسی قدر خدوخال میں اچھی ہوتی ہیں اور ان میں پردہ کا رواج بھی نہیں گو مسلمان ہیں۔اس محلّہ کی عورتیں ایک روز کسی شادی میں جا رہی تھیں۔ میں بھی اتفاق سے اس طرف گذرا ان کو دیکھ کر مجھ کو یقین ہوگیا کہ اسوقت اس محلّہ کی سب عورتیں ہیں۔ میں نے ان سے کہا 'مائیوً دیوار کے ساتھ مل کر ایک صف تو بناؤ'۔ میرے بزرگوں کی وجاہت ایسی تھی کہ انہوں نے میری بات مان لی اور سڑک کے کنارے سب ایک صف میں کھڑی ہوگئیں۔ان میں بعینہ وہی لڑکی جو میں نے رؤیا میں دیکھی تھی نظر آئی جو ابھی کنواری ہی تھی۔ میں نے ان سے کہا کہ اس کو میرے پاس بھیج دو۔ چنانچہ بعض عورتوں نے اسے دھکیل کر میری طرف بھیج دیا۔جب میرے قریب آئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام کیا ہے؟ اس نے اپنا نام مجھ کو بتادیا۔ اس کا نام دریافت کر کے میں نے اس سے کہا کہ بس اب چلی

جاؤ۔ کچھ دنوں کے بعد اس متوفی کا وہی دوست مجھ کو ملا۔ میں نے اس سے کہا کہ تم نے تو ہمیں اس عورت کا نام نہ بتایا مگر ہم کو معلوم ہوگیا۔ وہ فلاں محلّہ کی لڑکی ہے اور اس کا یہ نام ہے۔ وہ سن کر ہکا بکا سارہ گیا اور کہا کہ ہاں یہی نام ہے مگر آپ کو کس طرح معلوم ہوگیا؟ میں نے اس سے اپنے رؤیا کا ذکر نہ کیا اور نہ مناسب تھا“ (حیات نور صفحہ ۱۶)

نظارہ ہائے قدرت اور کشوف کے طریقے خوب جانتا ہوں

بوقت شام ۳۰ رجنوری ۱۹۱۱ء حضرت خلیفۃ المسیح نے مخدوم میاں محمد صدیق کو بلوایا اور فرمایا۔ قلم دوات لاؤ۔ میں تم کو ایک بات بتاتا ہوں، اس کو معمولی نہ سمجھو۔ یہ بہت بڑی بات بتاتا ہوں۔ فرمایا قرآن کریم کی یہ آیت تین مرتبہ پڑھو۔ **اولم یکفھم انا انزلنا علیک الکتاب یتلیٰ علیھم ان فی ذلک لرحمة و ذکریٰ لقوم یومنون۔**

”مخدوم صاحب کے تین مرتبہ پڑھنے کے بعد فرمایا۔ اللہ پاک اس آیت میں تمام منازل سلوک کے لئے فرماتا ہے۔ کیا ان کو یہ کتاب (قرآن کریم) جو ہم نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے۔ کافی نہیں مومنوں کے لئے اسی میں رحمت ہے اور اسی میں تمام ذکر ہیں۔ فرمایا میں نظارہ ہائے قدرت اور کشوف کے طریقے خوب جانتا ہوں۔ مگر شہادت خداوندی کے بعد سلوک کے اور طریقوں کو اختیار کرنا میں کفر جانتا ہوں۔ اس قسم کی راہوں کو جوگیانہ طریقے سمجھتا ہوں۔ تم سب گواہ رہو۔ میں مرجاؤں تو میری نصیحت یاد رکھنا۔ اگر کوئی خیال اس کے خلاف اٹھے۔ تو لاحول پڑھنا۔ شاہ عبدالعزیز کے ایک بھائی تھے۔ جن کا نام تھا محمد۔ ان کی ایک بیوی تھی۔ ام حبیبہ ان کا نام تھا۔ انہوں نے بہت ہی کثرت سے اوراد اوراذکار شروع کر دیئے حتیٰ کہ کچھ دنوں کے بعد نفلوں کی جگہ بھی انہوں نے وظیفے ہی (شروع) کر دیئے۔ ایک دن ان کے میاں نے کہا کہ تم ہر روز ذکر کیا کرتی ہو۔ لاحول کا ذکر بھی کر دیکھو۔ انہوں نے مان لیا اور شروع کر دیا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے مصلے پر ہنومان کی شکل میں بندر کودیکھا اور اس نے کہا کہ جس راہ پر میں نے تم کو ڈالا تھا وہ کیوں چھوڑ دی۔ اس کے بعد ان کے میاں آئے اور انہوں نے پوچھا۔ بیوی صاحبہ! تم نے آج کچھ دیکھا ہے؟ انہوں نے جواب دیا۔ میں آئندہ توبہ کرتی ہوں۔“

”پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کی ایک اور شہادت پڑھو۔ جو ابتدائے قرآن مجید میں ہے۔ **الم ذلک الکتب لاریب فیہ ھدی للمتقین** فرماتا ہے۔ میں اللہ خوب جاننے والا یہ شہادت دیتا ہوں کہ جس قدر لوگ متقی بنے ہیں۔ اسی راہ سے متقی بنے ہیں۔ علم تو مجھ کو ہے اور میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی کتاب ذریعہ ہے متقی بننے کا۔ خدا تعالیٰ کی یہ دوسری گواہی ہے۔ یہ بات میں تم کو خدا کی تحریک سے کہتا ہوں۔ احادیث میں آیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کئی قسم کے آعوذ پڑھتے تھے۔ مگر جب **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** نازل ہوئیں تو آپ نے معوذتین کے سوا سب ذکر چھوڑ دیئے۔ پھر فرمایا اتنی ہی برداشت ہے۔ زندہ رہا تو کل کچھ اور کہوں گا اور صبح فرمایا۔ سورۃ اعراف کے اخیر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **قل انما اتبع مایوحیٰ الی من ربی ھذا بصائر من ربکم و ھدی و رحمة لقوم یومنون۔ واذا قری القرآن فاستمعوا له و انصتوا لعلکم ترحمون۔** اے نبی کریم صلعم تو کہہ میں اس وحی قرآن کے سوائے اور کسی چیز کی پیروی نہیں کرتا۔ یہی لوگوں کے واسطے بصیرت تھی۔ مومنوں کے واسطے تو ہدایت اور رحمت ہے۔ یہی اگر کافی بھی مان لیں تو ان پر بھی رحمت ہوگی“ (حیات نور صفحہ ۴۹۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی اس وصیت میں ان لوگوں کے لئے نصیحت ہے جو کہ قرآن مجید کی تعلیمات اور ذکر الٰہی کے طریق کو چھوڑ کر اپنے ہی ورد و وظیفے کرتے رہتے ہیں اور اس کو روحانی ترقی کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

مجھے بذریعہ کشف اللہ تعالیٰ نے بتایا

”مورخہ ۱۰ رمارچ ۱۹۱۲ء نماز مغرب کے بعد حسب معمول صاحبزادہ حضرت خلیفۃ المسیح میاں عبد الحئی صاحب قرآن شریف کا سبق پڑھ رہے تھے اور ایک کثیر تعداد دیگر طالب علموں کی بھی موجود تھی جو کہ روزانہ اس درس میں شریک ہوا کرتے تھے۔ اثنائے درس میں میاں شریف احمد صاحب صاحبزادہ خورد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کسی ضرورت کے واسطے باہر جانے لگے تو حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ جلدی واپس آنا۔ پھر فرمایا کہ شاہ عبدالرحیم ایک بزرگ تھے۔ ان کو خدا تعالیٰ نے توجہ دلائی کہ گنو! اس وقت کتنے آدمی موجود ہیں۔ انہوں نے گن لئے۔ پھر الہام ہوا کہ آج عصر کی نماز جس قدر لوگ تمہارے پیچھے پڑھیں گے سب جنتی ہوں گے۔ ایک آدمی وہ خوش نہ تھے۔ جب انہوں نے نماز شروع کی تو وہ آدمی موجود تھا جب نماز ختم کی تو دیکھا کہ وہ آدمی پیچھے نہیں ہے۔ آدمی گنے تو پورے تھے پوچھا کہ ان میں کوئی اجنبی آدمی آکر شامل ہوا ہے؟ آخر ایک اجنبی آدمی پایا گیا۔ اس سے پوچھا کہ تم کس طرح شامل ہوگئے۔ اس نے کہا میں جارہا تھا اور میرا وضو تھا۔ جماعت کھڑی ہوئی دیکھی۔ میں نے کہا میں بھی شامل ہو جاؤں۔ پھر وہ دوسرا آدمی آگیا۔ اس سے پوچھا کہ تم کہاں چلے گئے تھے۔ اس نے کہا کہ میرا وضو ٹوٹ گیا تھا اور میں وضو کرنے لگا تھا۔ مجھے وہاں دیر ہوگئی۔ اتنے میں نماز ختم ہوگئی۔ یہ معاملہ ہمارے درس سے بھی کبھی کبھی ہوتا ہے۔ یہ خدا کا فضل ہے۔ ہم نے آج ایک دعا کرنی ہے وہ دعا بڑی لمبی ہے۔ مگر سب دعا اس وقت نہیں کریں گے۔ ہمارا دل چاہتا ہے کہ جس قدر لوگ اس وقت درس سن رہے ہیں اللہ تعالیٰ ایسا کرم کرے کہ اس دعا سے کوئی محروم نہ رہے۔ خود یاد رکھو کہ اللہ ایک ہے اور وہ سب صفات کاملہ سے موصوف اور سب برائیوں سے منزہ ہے۔ اس کا نام اللہ ہے، رب ہے، رحمان ہے، رحیم ہے، مالک یوم الدین ہے۔ ان اسماء کاملہ سے وہ موسوم ہے۔ عبادت کے لائق صرف وہی ہے۔ بندگی صرف اسی کی چاہئے اور ملائکہ پر ایمان لاویں وہ اللہ کی مخلوق ہیں۔ وہ مومنوں کو نیک تحریکیں کیا کرتے ہیں۔ ہم کو چاہئے کہ ان کی نیک تحریک کو مانا کریں۔ شیاطین بدی کی تحریک کرتے ہیں۔ وہ کوئی نہ کوئی شریعت حق کے اوپر حملہ کرتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان کے داؤ سے محفوظ رکھے۔ اللہ کی کتاب پر ہمارا خاتمہ ہو۔ نبی سب سچے ہیں۔ جزا و سزا کا معاملہ سچا ہے ہمیں اپنا مال خدا کی راہ میں لگانا چاہئے۔ ہمیں چاہئے کہ نماز پڑھیں۔ روزے رکھیں۔ بدیوں سے بچتے رہیں۔ دین کے خادم ہوں۔ اللہ کی تعظیم میں چست ہوں۔ ہم کسی کے ساتھ عداوت کر کے گمراہ نہ ہو جاویں۔ اللہ تعالیٰ تم کو توفیق دے کہ اللہ کی باتیں اور اس کے دین کو دنیاوی لالچ سے خراب نہ کرو اور اللہ پر توکل کرو۔ میرا وہ مطلب حاصل ہوگیا ہے۔ الحمد للہ کہ راقم الحروف حسن اتفاق سے اس درس میں شامل تھا۔ اللہ تعالیٰ اس عاجز کے حق میں بھی حضرت خلیفۃ المسیح کی دعا منظور فرمائے۔ آمین ثم آمین“

اس سلسلہ میں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ سید بدرالدین احمد صاحب سونگھڑہ نے ایک دفعہ الفضل میں اپنے دادا حضرت مولوی سید سعید الدین احمدؓ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ انہیں صحابیت کے علاوہ ایک فخر یہ بھی حاصل تھا کہ:

”ایک مرتبہ حضرت خلیفۃ المسیح اولؓ نے درس کے بعد (جس میں وہ بھی شامل تھے) فرمایا کہ آج کی مجلس میں جس قدر احباب حاضر ہیں مجھے بذریعہ کشف اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ سب کے سب جنتی ہیں۔“ (حیات نور صفحہ: ۵۴۹)

ایسی ہی مجالس کا ذکر حدیث قدسی میں بھی آیا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ کے کچھ بزرگ فرشتے گھومتے رہتے ہیں اور انہیں ذکر کی مجالس کی تلاش رہتی ہے۔ جب وہ کوئی ایسی مجلس پاتے ہیں تو وہاں بیٹھ جاتے ہیں اور پروں سے اس کو ڈھانپ لیتے ہیں...... جب یہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوتے ہیں تو تمام حالات سننے کے بعد اللہ تعالیٰ اس مجلس میں شامل افراد کے بارے میں کہے گا ان کو میں نے بخش دیا اور انہیں وہ سب کچھ دیا جو انہوں نے مجھ سے مانگا۔ فرشتے کہیں گے کہ ان میں فلاں خطا کار شخص بھی شامل تھا۔ وہ وہاں سے گذرا اور بیٹھ گیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اس کو بھی بخش دیا۔ کیونکہ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا بھی محروم اور بدبخت نہیں رہتا۔“

(بحوالہ مسلم کتاب الذکر۔ باب فضل مجالس الذکر)

گھوڑے پر سواری کے متعلق ایک رؤیاء

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے عہد مبارک میں کچھ لوگوں نے خلافت اور خلیفۃ المسیح کے خلاف ایک فتنہ برپا کر رکھا تھا۔ اس دور میں اللہ تعالیٰ نے آپؓ کو بذریعہ کشف ان فتنوں کے خاتمہ اور جماعت کی ترقی کی بشارت دی۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”جب ایک دفعہ خلافت کے خلاف شور ہوا تھا تو مجھے اللہ تعالیٰ نے رؤیا میں دکھایا تھا کہ میں ایک گھوڑے پر سوار ہوں اور ایسی جگہ پر جارہا ہوں۔ جہاں بالکل گھاس پھونس نہیں ہے اور خشک زمین ہے۔ پھر میں نے گھوڑے کو دوڑانا شروع کر دیا اور گھوڑا ایسا تیز ہوگیا کہ ہاتھوں سے نکلا جارہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری رانیں نہ ہلیں اور میں نہایت مضبوطی سے گھوڑے پر بیٹھا رہا۔ دور جا کر گھوڑا ایک سبزہ زار میدان میں داخل ہوگیا۔ جس میں قریباً نصف نصف گز سبزہ اُگا ہوا تھا۔ اس میدان میں جہاں تک نظر جاتی تھی سبزہ ہی سبزہ نظر آتا تھا۔ گھوڑے نے تیزی کے ساتھ اس میدان میں بھی دوڑنا شروع کیا۔ جب میں درمیان میں پہنچا تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے اس خواب سے سمجھا کہ وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ یہ خلافت گھوڑے سے گر جائے گا جھوٹے ہیں اور اللہ تعالیٰ مجھے اس پر قائم رکھے گا بلکہ کامیابی عطا فرمائے گا۔ سو خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے میری اس خواب کو بھی پورا کیا اور اس سال کے جلسہ نے اس کی صداقت بھی ظاہر کر دی کہ باوجود لوگوں کی کوششوں اور مخالفتوں کے اور باوجود گمنام ٹریکٹوں کی اشاعت کے اس نے میری تائید پر تائید کی اور جماعت کے دلوں میں روز بروز اخلاص اور محبت کو بڑھایا اور ان کے دل کھینچ کر میری طرف متوجہ کر دیئے اور انہیں اطاعت کی توفیق دی اور فتنہ پردازوں کی حیلہ سازیوں کے اثر سے بچائے رکھا۔“ (حیات نور صفحہ ۶۹۰)

برے خواب سے محفوظ رہنے کا طریق

چنانچہ ایک شخص نے عرض کی کہ حضور! مجھے خوابیں بہت آتی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ ان میں سے کچھ شیطانی بھی ہوں۔ فرمایا تم سونے سے قبل **قل اعوذ برب الفلق** اور **قل اعوذ برب الناس** ہر دو سورتیں پڑھ کر ہاتھ پر پھونک کر سارے بدن پر ہاتھ پھیر لیا کرو اور **لاحول** پڑھا کرو۔ اس سے تم محفوظ رہو گے۔ برا خواب آوے تو آعوذ پڑھو اور لاحول پڑھو اور بائیں طرف تھوک دو۔ اللہ تعالیٰ اس کے شر سے تم کو محفوظ رکھے گا۔

پریشان کن اور بری خوابیں دیکھنے کی صورت میں ان کے بد اثرات سے محفوظ رہنے کے لئے مذکورہ بالا نصیحت پر عمل بہت مفید ہے۔

اس کے علاوہ اور بھی بہت سے رؤیا و کشوف ہیں مگر حسب گنجائش انہی پر اکتفاء کرتے ہوئے حضرت مولانا نورالدین صاحب رضی اللہ عنہ کے بارے میں سرسید احمد خان بانی علی گڑھ یونیورسٹی (۱۸۱۷ - ۱۸۹۸) کے ایک بیان پر اس مضمون کا اختتام کیا جاتا ہے۔ وہ فرماتے تھے:

”کہ جاہل ترقی کرتا ہے تو پڑھا لکھا کہلاتا ہے۔ جب اور ترقی کرتا ہے تو فلسفی کہلاتا ہے۔ پھر ترقی کرے تو صوفی بن جاتا ہے۔ مگر جب صوفی ترقی کرتا ہے تو مولانا نورالدینؓ بن جاتا ہے۔“

(مکتوب سرسید احمد خاں ۸ رمارچ ۱۸۹۸ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد اول صفحہ ۲۱۰)

دُعا ہے کہ اللہ تعالیٰ زیادہ سے زیادہ مخلوق کو مولانا موصوف کے رؤیا و کشوف کی برکات سے متمتع ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ☆☆☆

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے قلب مطہر میں

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی محبت وعزت

....

(مکرم مولوی سفیر احمد صاحب بھٹی، مربی سلسلہ تعلیم القرآن وقف عارضی قادیان)

پسر موعود حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب رضی اللہ عنہ سے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو بہت محبت تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جب مسند خلافت پر متمکن ہوئے تو آپؓ نے اپنے پہلے خطبہ میں ہی فرمایا: ''میں چاہتا تھا کہ صاحبزادہ میاں محمود احمد جانشین بنتا اور اسی واسطے میں ان کی تعلیم میں سعی کرتا رہا''۔

لیکن جب خدا کی مشیت ازلی نے آپ ہی کو خلافت کی خلعت سے نوازا تو آئندہ کے لئے حضرت کی نگاہِ انتخاب آپؓ پر پڑنے لگی۔ آپؓ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ سے بے پناہ محبت کرتے تھے۔ جب آپؓ ملتان کے سفر پر گئے تو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو امیر مقامی بنایا۔

اسی طرح آپؓ کی بیماری کی حالت میں جب حضرت مصلح موعودؓ عیادت کیلئے تشریف لائے تو آپؓ نے ارشاد فرمایا: میرے سر پر ہاتھ رکھ کر دعا کرتے رہو۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اسی طرح اس بیماری میں آپ نے امامت کے فرائض حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے سپرد فرمائے۔ پھر جب آپؓ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں جبکہ آپؓ مرض الموت میں مبتلا تھے، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کو امام مقرر فرمایا جس پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا مگر آپؓ نے اپنا فیصلہ قائم رکھا۔ اس بارہ میں حضرت مولوی ظہور حسین صاحب کی روایت ہے کہ:

''حضرت حافظ روشن علی صاحب نے ہمیں کلاس میں بتایا کہ ان ایام میں جبکہ حضرت میاں صاحب امام الصلوٰۃ تھے۔ مولوی محمد علی صاحب مجھے ملے اور کہا کہ آپ حضرت خلیفۃ المسیح کے بلا تکلف دوست ہیں، میرا نام لئے بغیر عرض کریں کہ جماعت کے بڑے بڑے جید عالم موجود ہیں۔ ان کی موجودگی میں میاں صاحب کو امام مقرر کرنا مناسب نہیں جس پر بعض دوست اعتراض کرتے ہیں۔''

حضرت حافظ صاحب نے بتایا کہ میں نے مولوی صاحب کے منشاء کے مطابق یہ پیغام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ اور مولوی محمد علی صاحب کا نام نہیں لیا اور جیسا کہ انہوں نے کہا تھا محض عمومی رنگ میں یہ بات کہہ دی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا ''اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ'' مجھے محمود جیسا ایک بھی نظر نہیں آتا۔ پھر از خود فرمایا کہ کیا میں مولوی محمد علی صاحب سے کہوں کہ وہ نماز پڑھا دیا کریں۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۳۳۹ تا ۳۴۰)

اسی طرح آپؓ فرماتے ہیں: محمود کی خواہ کوئی کتنی شکایتیں ہمارے پاس کرے ہمیں اس کی پرواہ نہیں۔ ہمیں تو اس میں وہ چیز نظر آتی ہے جو ان کو نظر نہیں آسکتی یہ لڑکا بہت بڑا بنے گا اور اس سے خدا تعالیٰ عظیم الشان کام لے گا۔

اسی طرح ایک موقع پر آپؓ نے سورہ اعراف کی آیت ولقد اخذنا اٰل فرعون کا درس دیتے ہوئے فرمایا: تیس (۳۰) برس بعد انشاء اللہ مجھے اُمید ہے کہ مجدد یعنی موعود ظاہر ہوگا۔ ایک موقع پر ایک شخص نے مسجد مبارک میں آپؓ سے مصافحہ کیا تو حضورؓ نے فرمایا'' میاں صاحب (حضرت مرزا بشیر الدین محمود ناقل) سے بھی مصافحہ کرلو۔ شاید ہمارے بعد ان کے ہاتھ پر تمہیں بیعت کرنی پڑے''۔

اسی طرح آپؓ نے شیخ عبدالرحمٰن صاحب کو مصر میں لکھا کہ ''تمہیں وہاں کسی شخص سے قرآن پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ جب تم واپس قادیان آؤ گے تو ہمارا علم قرآن پہلے سے بھی انشاء اللہ بڑھا ہوا ہوگا اور اگر ہم نہ ہوئے تو میاں محمود سے قرآن پڑھ لینا۔ اسی طرح آپؓ نے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب کو فرمایا'' کہ اگر میری زندگی میں قرآن ختم نہ ہو تو بعد ازاں میاں صاحب (خلیفہ ثانیؓ۔ ناقل) سے پڑھ لینا۔

۱۸ ستمبر ۱۹۱۳ء کو حضرت پیر منظور احمد صاحب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے آج حضرت اقدس کے اشتہار کو پڑھ کر پتہ چل گیا کہ پسر موعود میاں صاحب یعنی مرزا بشیر الدین محمود صاحب ہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل نے فرمایا کہ:

''ہمیں تو پہلے ہی سے معلوم ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہم میاں صاحب کے ساتھ کس خاص طرز سے ملا کرتے ہیں اور ان کا ادب کرتے ہیں''۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم ۳۴۱ تا ۳۴۲)

جب خواجہ کمال الدین صاحب وغیرہ کی طرف سے خلافت کے بارہ میں کچھ فتنہ اُٹھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے احمدیہ بلڈنگ لاہور کی مسجد میں ۱۹۱۲ء میں تقریر کے دوران فرمایا:

''میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے بھی خدا نے خلیفہ بنایا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں، تم ان سے بچو۔ پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا۔ ورنہ میں کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں اور اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں۔ اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی رداء کو مجھ سے چھین لے۔''

اب سوال ہوتا ہے کہ خلافت حق کس کا ہے......؟

فرمایا'' ایک میرا نہایت ہی پیارا محمود ہے جو میرے آقا و محسن کا بیٹا ہے۔ پھر دامادی کے لحاظ سے نواب محمد علی کو کہہ دیں۔ پھر خسر کی حیثیت سے ناصر نواب صاحب کا حق ہے یا اُمّ المؤمنین کا حق ہے جو حضرت صاحب کی بیوی ہیں۔ یہی لوگ ہیں جو خلافت کے حقدار ہو سکتے ہیں مگر کیسی عجیب بات ہے کہ جو لوگ خلافت کے متعلق بحث کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ان کا حق کسی اور نے لے لیا ہے۔ وہ نہیں سوچتے کہ یہ سب کے سب میرے فرمانبردار اور وفادار ہیں اور انہوں نے اپنا دعویٰ پیش نہیں کیا۔ مرزا صاحب کی اولاد دِل سے میری فدائی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں جتنی فرمانبرداری میرا پیارا محمود، بشیر، شریف، نواب ناصر، نواب محمد علی خان کرتا ہے، تم میں سے ایک بھی نظر نہیں آتا۔

میاں محمود بالغ ہے اس سے پوچھ لو کہ وہ سچا فرمابردار ہے۔ ہاں ایک معترض کہہ سکتا ہے کہ سچا فرمابردار نہیں مگر نہیں، میں خوب جانتا ہوں کہ وہ میرا سچا فرمابردار ہے اور ایسا فرمابردار ہے کہ تم میں سے ایک بھی نہیں۔ (مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین صفحہ ۶۔۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ خود فرماتے ہیں:۔

''حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جب کبھی زیادہ بیمار ہوتے تو فرماتے، دوست تشریف لے جائیں۔ اس پر ایک تہائی لوگ چلے جاتے اور باقی بیٹھے رہتے تھوڑی دیر کے بعد آپ پھر فرماتے، دوست تشریف لے جائیں اس پر ایک تہائی اور چلے جاتے جیسا آپ دیکھتے، اب بھی بعض لوگ بیٹھے ہیں تو پھر آپ فرمایا کرتے اب نمبردار بھی (کبھی فرماتے اب چودھری بھی) چلے جائیں۔ مطلب یہ کہ ایسے لوگ جو سمجھتے ہیں کہ ہم مخاطب نہیں وہ گویا کہ اپنے آپ کو نمبردار (یا چودھری) قرار دیتے ہیں۔ مجھے اس نظارہ کو دیکھنے کا اس طرح موقع مل جاتا کہ جب آپ فرماتے دوست اُٹھ کر چلے جائیں اور میں بھی اُٹھتا تو فرماتے آپ بیٹھے رہیں۔ میرا مطلب آپ سے نہیں۔ اس لئے مجھے کئی دفعہ آپؓ سے یہ فقرہ سننے کا موقع مل گیا۔

(رسالہ ملک میں فتنہ وفساد کی روح کو کچلنے کی ضرورت صفحہ ۱۵ بحوالہ الفضل ۷ جولائی ۱۹۳۲ء خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۶ ستمبر ۱۹۵۶ء، بحوالہ بدر جلسہ سالانہ نمبر صفحہ ۱۲)

چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے معاندین خلافت کو مخاطب کرتے ہوئے دیگر باتیں سمجھانے کے بعد یہ بھی تنبیہہً فرمایا:

''اگر تم زیادہ زور دو گے تو یاد رکھو میرے پاس ایسے خالد بن ولید ہیں جو تمہیں مرتدوں کی طرح سزا دیں گے''۔

(بدر ۲۸ جون ۱۹۱۲ء بحوالہ سوانح عمر فضل صفحہ ۲۰۷)

اس امر واقعہ کی وضاحت کرتے ہوئے ایک مرتبہ آپؓ نے فرمایا کہ:۔'' حضرت خلیفہ اوّلؓ کی خلافت کے خلاف جب حملے ہوئے تو حضرت خلیفہ اوّل نے فرمایا تھا کہ مغرور مت ہو۔ میرے پاس خالد ہیں جو تمہارا سر توڑ دیں گے مگر اُس وقت سوائے میرے (المصلح الموعود۔ ناقل) کوئی خالد نہیں تھا۔ صرف میں ایک شخص تھا جس نے آپ کی طرف سے دفاع کیا......اور ان سے چالیس سال گالیاں سنیں''۔

(الفضل ۱۵ مارچ ۱۹۵۷ء بحوالہ تاریخ احمدیت جلد ۱۸ صفحہ ۹۷ مطبوعہ قادیان ۲۰۰۷ء)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کی یہ سیرت جو خلافت کے احترام کے تعلق سے تھی، وہ خلیفہ وقت سے پوشیدہ نہ تھی۔ بلکہ خلیفہ وقت کی طرف سے اس اطاعت و فرمابرداری کیلئے خراج تحسین بھی پیش کی جاچکی تھی۔ اسی طرح ۱۹۱۱ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ایک وصیت لکھی تھی اس میں بھی آپ نے اپنے بعد خلیفہ کے لئے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا نام لکھا تھا۔

غلام حسین صاحبؓ صحابی حضرت اقدسؑ نے اپنی ایک رویاء کا یوں ذکر فرمایا:۔

'' خاکسار کو رؤیا میں دکھایا گیا کہ چاند آسمان سے ٹوٹ کر حضرت امّ المؤمنینؓ کی جھولی میں آپڑا ہے۔ پھر دوسری رؤیا میں دکھایا گیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں گے۔ ان کی نصرت ہوگی اور ان پر وحی بھی نازل ہوگی۔ یہ دونوں خوابیں میں نے لکھ کر حضرت خلیفہ اوّلؓ کے حضور بھیج دیں۔ آپ نے جواب میں لکھا کہ '' آپ کی خوابیں مبارک ہیں''

پھر جب میں قادیان جلسہ سالانہ پر گیا تو علیحدگی میں بندہ نے روبرو میاں عبد الحی صاحب مرحوم حضرت خلیفۃ اوّلؓ سے عرض کیا کہ یا حضرت! جو خوابیں میں نے آپ کو تحریر کی تھیں ان سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضور کے بعد میاں محمود احمد صاحب خلیفہ ہوں گے۔ حضرت خلیفہ اوّل اور میاں عبدالحیٔ صاحب مرحوم چارپائی پر بیٹھے تھے اور میں نیچے پیڑھی پر بیٹھا تھا۔ حضورؓ نے جھک کر مجھ کو فرمایا:۔

''اسی لئے تو اس کی ابھی سے مخالفت شروع ہوگئی ہے'' پھر میں نے عرض کیا۔ یا حضرت! سچے کا نشان بھی یہی ہوتا ہے کہ اس کی مخالفت ہو۔ آپؓ نے فرمایا ہاں! سچے کا یہی نشان ہوتا ہے''۔ (حیات نور صفحہ ۴۰۲)

اسی طرح ۲۶ ستمبر ۱۹۱۱ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنی موجودگی میں سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو نماز پڑھانے کا ارشاد فرمایا۔ چنانچہ آپؓ نے نماز پڑھائی اور خطبہ ارشاد فرمایا۔ اور حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ مقتدیوں میں شامل رہے۔ (از حیات نور صفحہ ۵۱۴)

کتاب حیات نور کے صفحہ نمبر ۶۳۸ پر اس بارہ میں وضاحتًا درج ہے کہ:

''حضرت خلیفۃ المسیح کی طبیعت علیل تھی۔ حضور عید کی نماز پڑھنے کیلئے مسجد میں تشریف لائے۔ مگر خطبہ کے لئے حضرت صاحبزادہ صاحب کو ارشاد فرمایا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے صفائی قلب کیلئے ایک لطیف خطبہ دیا اور بعد ازاں ایک نکاح کا اعلان

باقی مضمون صفحہ 38 پر ملاحظہ فرمائیں

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ایک عظیم پیشگوئی

(مکرم خورشید احمد صاحب پر بھاکر، درویش قادیان)

احقر العباد اپنے گاؤں چک ۳۳۲ ج ب ضلع لائلپور (حال پاکستان) کے مڈل اسکول کی چھٹی جماعت میں بعمر چودہ سال زیر تعلیم تھا کہ ایک روز اپنے مکان میں خواب میں دیکھا کہ ایک وجیہہ شان بزرگ گھوڑے پر سوار گھر کے صحن میں ہیں۔ گھوڑے کا منہ قبلہ رُخ اس کمرے کے دروازے کی طرف ہے جس کمرے میں خاکسار کی ۱۹۲۰ء میں پیدائش ہوئی تھی۔ عجیب بات ہے کہ نئی تعمیر کرتے وقت مکان کے سارے کمرے جنوب کی بجائے شمال کی جانب بنائے گئے ہیں لیکن وہ کمرہ جہاں بزرگ کے درشن ہوئے تھے۔ انہی بنیادوں پر قائم ہے۔

گھڑ سوار بزرگ کی کشادہ روشن نورانی آنکھیں تھیں۔ گھنی داڑھی، سر پر سفید لنگی دار عمامہ تھا۔ عمامہ میں کلہ اور شملہ نہ تھا۔ قد لمبا، رنگ سفید گندمی تھا۔ وہ چوغہ پہنے ہوئے تھے۔ ان کی پنڈلی پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔

خاکسار نے یہ خواب اپنی جماعت کے لوگوں کو مسجد میں سنایا تو انہوں نے بتایا کہ یہ بزرگ حضرت حاجی مولانا نورالدین خلیفۃ المسیح الاوّل معلوم ہوتے ہیں۔ حضور کا حلیہ خواب میں نظر آنے والے حُلیہ کے مطابق ہی تھا۔ آپ کو گھوڑے سے گرنے کے سبب سے چوٹیں آئیں تھیں اور انہی چوٹوں کی وجہ سے آپ کا وصال ہوا تھا۔ بندہ کو پہلی بار کسی خلیفہ کی (خواب میں) زیارت نصیب ہوئی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو قرآن مجید کے علوم پر عبور حاصل تھا اور احادیث کے آپ محدث تھے۔ اپنے زمانہ کے پایہ کے حکیم تھے۔ قادیان میں امامت و درس وتدریس سے جماعت احمدیہ کی تربیت کرتے تھے

آپ نے دسمبر ۱۹۱۲ء میں اپنے درس میں فرمایا کہ ”جس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فتوحات کے وعدے کئے تھے اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے خدا تعالیٰ نے وعدے کئے ہیں...... لیکن افسوس ہے کہ تم (پیغامیوں) لوگوں کی وجہ سے ان میں التوا ہو رہا ہے...... تمہاری گستاخیوں کی وجہ سے احمدیت کی فتح کا زمانہ بھی پیچھے ڈال دیا گیا لیکن آج سے تیس سال کے بعد مظہر قدرت ظاہر ہوگا اور اس طرح اللہ تعالیٰ اس بندہ کے ذریعہ اس بند کئے ہوئے دروازہ کو کھولنے کے سامان کر دے گا“

(حیات نور صفحہ ۲۰۴)

اس درس میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے معین الفاظ یہ تھے:۔

تیس برس کے بعد انشاء اللہ مجھے امید ہے کہ ”مجدد“ یعنی ”موعود“ ”ظاہر ہوگا“ (حیات نور ۲۰۴) اس پیشگوئی میں تیس سال کی میعاد ”مجدد“ اور ”موعود“ کے الفاظ خدائی کاروبار میں اپنے اندر غیب کا ایک ذخیرہ سموئے ہوئے ہیں۔ جس کی جھلک واقعات، آسمانی نشانات اور کلام میں دکھائی دیتی ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی فرمودہ پیش خبری کے مطابق احمدیہ میں ”موعود“ مجدد کے ظہور کا سال شمسی لحاظ سے ۱۹۴۳ بنتا ہے اور قمری حساب سے ۱۹۴۴ء کا سال۔ غیب کے پردے میں یہ دونوں سال اپنے اندر اہم واقعات جمع کئے ہوئے ہیں۔ ۱۹۴۳ء میں وہ نشانات واقعات اور انقلابات ظہور پذیر ہوئے جو کسی اوتار، پیغمبر اور موعود مصلح ربانی کی بعثت پر رونما ہوا کرتے ہیں۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی تیس سالہ میعادی پیشگوئی کی مدت ۱۹۴۴ء میں شمسی لحاظ سے پوری ہوئی اسی سال سیدنا خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خلافت حقہ اسلامیہ پر تیس سال پورے ہوئے اسی سال آپ خلیفۃ المسیح الثانیؓ لاہور میں شیخ بشیر احمد ایڈووکیٹ کے مکان میں فروکش تھے کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ سیدنا مسیح پاک علیہ السلام کی پیشگوئی بابت پسر موعود کے مصداق آپ ہی ”مصلح الموعود“ ہیں۔

” انا المسیح الموعود ومثیلہ وخلیفتہٗ (اخبار الفضل قادیان یکم فروری ۱۹۴۴)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اس واضح رؤیا کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ:۔

” مطلب یہ ہے کہ اس کا مثیل ہونے کے لحاظ سے ایک رنگ میں میں بھی مسیح موعود ہوں۔ کیونکہ جو کسی کا نظیر ہوگا اور اس کے اخلاق کو اپنے اندر لے گا وہ ایک رنگ میں اس کا نام پانے کا مستحق ہوگا“

(الفضل قادیان یکم فروری ۱۹۴۴)

اس رؤیاء اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے اعلان سے جماعت احمدیہ کے دانشمند لوگوں میں مصلح موعود کے بارے میں گوئم۔ فگوئم کی حالت ختم ہوگئی۔

آسمانی شہادت:

ہندوؤں کی کتب شاستروں اور جیوتش گرنتھوں کے مطالعہ سے یہ امر روشن وظاہر ہے کہ کسی مصلح ”موعود“ اور اوتار کی بعثت صداقت، و تائید کیلئے خدا تعالیٰ کائنات کو مسخر کر کے آسمان میں ایک خاص یوگ برپا کرتا ہے۔ جو شرائط کے ساتھ جیئنتی کہلاتا ہے یعنی وہ یوگ فتح، فتح کا پرچم ہوتا ہے۔ اس خاص یوگ کے ساتھ انقلاب آفرین ”موعود“، اوتار، نبی کے ذریعہ ”ست یگ“ دورِ صداقت کا آغاز ہو جاتا ہے۔ دورِ صداقت سے صرف موعود، اوتار اور مصلح زمان کے ماننے والے ہی مستفیض ہوتے ہیں۔ اس خاص یوگ کے برپا ہونے کیلئے علامت کے طور پر آسمان میں گرہن لگتا ہے۔ لفظ جئنتی دیسی زبانوں میں کامیابی۔ فتح آسمانی اور گواہ کیلئے استعمال ہوتا ہے (گورو گرنتھ آد صفحہ ۱۴۰۳ء بھاٹوں کے سوئے، بانی گورو رام داس چوتھے گورو)

لغت کی رُو سے خاص یوگ:

” جیوتش میں تیرھویں، آٹھویں اور تیسری تاریخ میں خاص یوگ جیئنتی یعنی فتح اور فتح کا جھنڈا کہلاتا ہے۔ (پرچند کوش صفحہ ۲۱۱ء زیر لفظ یوگ)

جیوتش شاستری کی رُو سے خاص یوگ:۔

جیوتش شاستری کی رو سے خاص یوگ تب ہوتا ہے:

ترجمہ از سنسکرت عبارت: ” جب پُکھ ستارہ، سورج، چاند اور برہسپتی ایک منزل میں متوازن حالت میں جمع ہوتے ہیں تب ست یگ کا آغاز ہوتا ہے، ”موعود مصلح“ اور ”ست یگ“ کی سچائی و تائید کے لئے گرہن لازمی ہوتا ہے۔ کیونکہ یگ کسی موعود کا محتاج ہوتا ہے۔“

(شریمد بھگوت مہاپوران سکند ۱۲ ادھیائے ۲ شلوک ۲۴)

مہابھارت:

ہندو قوم کے گرنتھوں میں سے مہابھارت ایک ضخیم رزمیہ کتاب ہے جو حضرت کرشن جی مہاراج کے کارناموں سے متعلق ہے۔ اس میں بھی ست یگ و اوتار کی تفاصیل پائی جاتی ہیں۔

یاد رکھنا چاہئے کہ عام گرہن یوگ وجینتی نہیں ہوتا اور کوئی خاص یوگ یعنی جیئنئی بغیر کسی مصلح موعود کے برپا نہیں ہوتا۔ موعود مصلح کی صداقت کی خاطر برپا ہونے والا خاص گرہن یعنی یوگ چند شرائط کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو ”المصلح الموعود“ قرار دیا ہے۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنی تیس سالہ پیش خبری میں جماعت احمدیہ کے اندر مجدد، موعود کے ظہور کا حتمی طور پر ذکر فرمایا تھا۔ ان دونوں دعاوی کی سچائی کیلئے لازمی تھا کہ شمسی سالوں کے لحاظ سے ۱۹۴۳ میں آسمان میں کوئی خاص یوگ جو جیئنئی کہلا سکے گرہن کی صورت میں نمودار ہوتا۔

ایسا خاص یوگ ۱۹۴۳ء میں ظاہر ہوا اور اگست ۱۹۴۳ء میں مکمل سورج گرہن برپا ہوا۔ جو ایشیائی ممالک میں پورے طور پر دیکھا گیا۔ ہندو قوم کے عقیدتمند بارہ سال بعد لگنے والے سورج گرہن کے موقعہ پر دُور دُور سے الہ آباد کُنبھ میں گنگا اشنان کرنے کیلئے پہنچے تھے۔ ہمارے گاؤں چک ۳۳۲ ج ب ضلع لائلپور سے بھگت میلا رام الہ آباد کنبھ میں گنگا اشنان کر کے واپس آئے تھے۔ پس آسمان نے احمدیت کے دونوں خلفائے عظام کی صداقت خاص یوگ (گرہن) برپا کر کے کر دی۔

پنڈت راج نرائن شاستری:

علمائے ہنود اور پنڈت راج نرائن شاستری نے ۱۹۴۳ء سال کے بارے میں بہت کچھ لکھا تھا۔ شاستری نارائن جی نے رسالہ چتاونی (اردو) ۱۹۴۲ء میں کھل کر بڑے زوردار طریقہ سے ۱۷ اگست ۱۹۴۳ء کو پڑنے والے گرہن کے بارے میں بڑی تفصیل سے لکھا تھا۔ ست یگ کے بارے میں خوب چرچا ہوئی تھی، بہتوں نے ۱۹۴۴ء کو ست یگ کا پہلا سال قرار دیا تھا۔ پنڈت راج نارائن جیوتشی جیوتش کی رُو سے شری کرشن جی کی جنم کنڈلی (زائچہ) دینے کے بعد لکھتا ہے کہ ” اوتار کا جنم ہو چکا ہے“ شری کرشن جی سے مراد کُل یگ میں مبعوث ہونے والے ان کے مثیل ومظہر مرد ہیں۔

شریمد بھاگوت گیتا: ۴:۷:۸ اور ہندو مسلّمات کی رُو سے ہر دور ضلالت میں خداوند کے حکم سے کرشن جی اپنے سوروپ ومظہر کے رنگ میں مبعوث ہوتے ہیں۔ (کلکی پوران ادھیائے نمبر ۱)

پنڈت راج نرائن شاستری ارمان نے رسالہ چیتاونی اردو ۱۹۴۲ء میں زائچہ دینے کے بعد تحریر کیا ہے کہ ” جنم لگن میں خاص یوگ (جینتی) پڑا ہوا ہے۔ مشہور جیوتش گرنتھ رنبیر مہا بندھ میں آتا ہے کہ:۔

ترجمہ از سنسکرت عبارت: یعنی پانچویں گھر میں شکر یا برہسپتی (زہرہ یا مشتری) ہو۔ کیندر میں اُونچ کا سنیچر ہو اور چر لگن کا جنم ہو، تو ایسے وقت میں اوتار (پیغمبر نبی) ہوا کرتا ہے ...... یہ یوگ پوری طرح کنڈلی میں پڑا ہوا ہے۔ کیندر یعنی چوتھے گھر میں اُونچ کا سنیچر ہے۔ اور اس (خاص) یوگ میں ادھک (مزید) بات یہ ہے کہ کنڈلی میں سوریہ (شمس) منگل اور چندرما بھی اُونچ کے ہیں“

(چیتاونی اردو ۱۹۴۲ء صفحہ ۶۲، ۶۳)

آسمان پر پڑنے والے اسی خاص یوگ (جینتی) (گرہن) نے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی ۱۹۱۳۔۱۹۴۳) تیس سال میعادی پیشگوئی۔ ”المصلح الموعود“ کے (۱۹۱۴۔۱۹۴۳) تیس سال دور خلافت کے بعد ۱۹۴۳ء میں پڑنے والے خاص گرہن (جینتی) نے دونوں بزرگوں کی پیشگوئیوں کی تصدیق کر دی۔

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے باون سال سے زیادہ احمدیہ عالم گیر جماعت کی مسلسل خدمت میں۔ آپؓ کی مقدس حیات میں ہی آپ کا نام نیک شہرت کے ساتھ دنیا کے کناروں تک پہنچ گیا۔ آج دو صد ممالک کے ابدال آپ پر سلام بھیج رہے ہیں۔

موعود مصلح کیلئے فتوحات:۔

ا۔ خاص یوگ، جو (جینتی) کہلاتا ہے اس میں جیئنتی یعنی فتوحات اور فتوحات کی خوشبریوں کا حاصل ہونا ایک لازمی حصہ ہے۔ اس جہت سے حضرت مصلح الموعود کے ظہور کے بعد فتوحات کا سلسلہ جاری ہونا لازمی امور ہیں۔

چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۴۴ء میں موعود ہونے کا دعویٰ فرمایا۔ تاریخ احمدیت بتاتی ہے کہ صدر انجمن کے کرتا و دھرتا پیغامی لوگ جماعت کا ضروری ریکارڈ اور خزانہ کی سیف کا سارا خزانہ سمیٹ کر لاہور چلے گئے تھے۔ ان ایام میں مفلس سلسلہ کو آپ نے سنبھالا۔

آپ کی کامیاب قیادت میں جماعت احمدیہ دنیا کے کناروں تک جا پہنچی ہے۔ جماعت احمدیہ نے بطور ” جماعت“ دنیا میں اپنا نام ومقام حاصل کر لیا ہے۔

آپ کی ذہانت اور حسن نظام کے باعث جماعت کی اندرونی مضبوطی اور استحکام ہوا۔ اور بیرونی حملوں کا سدباب ہوا۔ آپ کو ملنے والی فتوحات میں سے تحریک جدید کی فتوحات ایک نمونہ ہیں۔ غرض یہ کہ آپؓ کا وجود دنیا میں عظیم روحانی مقام رکھتا ہے جن کے وجود سے بڑے بڑے انقلابات کے تار جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔

” ملت کے اس فدائی پہ رحمت خدا کرے“

حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ عنہ کی علمی خدمات

............(محمد ابراہیم سرور، نائب ایڈیٹر بدر قادیان)............

اللہ تعالیٰ کی قدیم سے یہ سنت ہے کہ جب وہ اپنے مامورین کو دنیا میں لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کیلئے مبعوث کرتا ہے تو پھر ان کی نصرت اور معاونت کیلئے بھی ایسے احباب تیار کر دیتا ہے جو اس کی خاطر اور اس کے قائم کردہ سلسلہ کو تقویت دینے کی خاطر نہ صرف ہمہ وقت کوشش کرتے ہیں بلکہ اپنا تن من دھن اسی راہ میں نیوچھاور کردیتے ہیں۔جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعثت کے وقت ہوا ٹھیک وہی حالات آپ ؐ کی بعثت ثانیہ میں بھی رونما ہوئے۔ چنانچہ بروز محمدی سیدنا حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی ٔمعہود علیہ السلام نے جب دعویٰ مسیحیت و مہدویت فرمایا تو اس دعویٰ کے بعد ہی نہیں بلکہ دعویٰ سے قبل ہی خدا تعالیٰ نے آپ کو ایسے مخلص اور فدائی جانثار احباب عطا فرمائے جو آپ کے قرب کو ہی اپنا مطاع حیات سمجھتے تھے ۔ انہی مخلصین اور فدائیوں میں سے ایک حضرت حکیم مولانا نور الدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں جن کا جماعت احمدیہ میں اعلیٰ وارفع مقام ہے۔

درج ذیل مضمون میں آپ ؓ کی ان کاوشوں اور خدمات کا ذکر کرنا مقصود ہے جو آپ نے علم کے میدان میں کیں۔مگر اس سے قبل چند سطریں آپ ؓ کی تعلیم و تدریس کا ذکر کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔آپ ؓ نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ کی گود میں ہی حاصل کی۔اور قرآن شریف اور پنجابی زبان میں فقہ کی کتب آپ ؓ نے اپنی والدہ کے ذریعہ ہی پڑھیں۔آپ کے حافظہ کا یہ عالم تھا کہ آپ ؓ نے ایک ماہ کے دوران جبکہ آپ سفر پر ہی تھے اور با امر مجبوری پالکی پر سوار ہو کر سفر کرتے تھے آپ نے قرآن مجید کے چودہ سپارے حفظ کر لئے تھے۔

کچھ ابتدائی تعلیم آپ ؓ نے لاہور میں کچھ اساتذہ سے حاصل کی۔اور بعدہ راولپنڈی کے اسکول میں داخلہ لیا آپ کی قابلیت کے پیش نظر آپ کے تدریسی دور میں ہی آپ کو پنڈ دادخان کے ایک اعلیٰ اسکول کا ہیڈ ماسٹر مقرر کر دیا گیا چنانچہ اس دوران بھی آپ نے اپنی عربی کی تعلیم کو جاری رکھا۔ بعدہ اس خدمت سے چار سال کے بعد از خود مستعفی ہو کر اپنے والد صاحب کے اسرار پر مزید عربی کی اعلیٰ تعلیم کیلئے آپ نے لاہور، رامپور، لکھنؤ اور بنارس کا سفر اختیار کیا۔اسی دوران آپ حکمت اور علم طِب بھی سیکھتے اور از خود تجربہ کرتے رہے۔ اس کے علاوہ آپ نے حصول تعلیم کے سلسلہ میں میرٹھ، دہلی، بھوپال اور گوالیر کے بھی طویل سفر اختیار کئے۔

اس کے بعد آپ ؓ نے مکہ مکرمہ میں جا کر حج بیت اللہ کی سعادت پائی اس وقت آپ کی عمر پچیس چھبیس سال کے قریب تھی۔وہاں بھی آپ نے کئی جید علماء سے علم حدیث کی متعدد کتب پڑھیں۔ تحصیل علم کے ساتھ ساتھ مولوی ابو الخیر صاحب دہلوی خلف الرشید حضرت محمد عمر صاحب نقشبندی مجددی کو فقہ کی کتاب درمختار بھی پڑھایا کرتے تھے۔مکہ میں قیام کے دوران آپ طبِ جدید (ڈاکٹر) بھی سیکھتے اور تجربہ کرتے رہے۔

جب آپ ؓ اپنے وطن بھیرہ واپس پہنچے تو آپ کی علمی دھاک سب پر یکسر چھا گئی اور لوگ تمام مسائل کیلئے آپ کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اس طرح دھیرے دھیرے آپ پورے ہندوستان میں ایک بلند پایہ عالم باعمل کی حیثیت سے اور اپنے زہد اور تقویٰ کی بنا پر مشہور ہو گئے۔اسی علمی شہرت کا ہی نتیجہ تھا کہ اس زمانے کے بعض جید علماء نے جن کی چمک آپ کی وجہ سے ماند پڑنے لگی تھی ، آپ پر جان لیوا حملوں کی سازشیں بھی کیں۔مگر وہ کامیاب نہ ہو سکے اور مخالفت پر آمادہ رہے اور کسی نہ کسی طرح نقصان پہنچانے کی کوشش کرتے رہے۔

درس وتدریس کا آغاز

اسکے بعد آپ ؓ نے اپنی آبائی مسجد بھیرہ میں ہی درس و تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا جس کے ذریعہ آپ نے بندگان خدا کی روحانی غذا کا سامان کیا اور دوسری طرف خلق خدا کی خدمت کیلئے محض للہ علم طبِ میں تجربے کی بنا پر ایک مطب کھول دیا جس میں آپ اکثر مفت علاج کیا کرتے تھے۔

آپ ؓ کے علم طب میں مہارت کا چرچا اس قدر ہوا کہ اُس وقت کے کشمیر کے مہاراجہ نے آپ کو شاہی طبیب کا لقب عطا کیا۔ چنانچہ آپ کئی سال تک شاہی طبیب رہے۔

جیسا کہ مذکورہ بالا سطور سے علم ہو گیا ہوگا کہ آپ کس پایہ کے بزرگ اور حکیم تھے مگر ان تمام شہرتوں اور علمی قابلیتوں کے باوجود خدا تعالیٰ آپ کو ایک ایسا عظیم المرتبت مقام عطا کرنا چاہتا تھا جس پر کبھی فنا نہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کے اذن سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ فرمایا تو حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو سب سے پہلے بیعت کرنے کے ساتھ ہی صدیقیت کے مقام پر فیض فرمایا۔آپ ؓ اپنے آقا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر ہمیشہ ہمیش کیلئے اپنے وطن کو خیر باد کہہ کر دیار مسیح کے ہو گئے۔اور قادیان میں رہ کر دین اسلام اور بنی نوع انسان کی خدمت کرنے کو آپ نے تمام دنیاوی جاہ و مراتب پر فوقیت دی۔چنانچہ آپ کی انہی خدمات جلیلہ کا ذکر کرتے ہوئے سلطان القلم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں:

(ترجمہ از عربی)'' میرے دوستوں میں ایک دوست سب سے محبوب اور میرے محبوب اور میرے محبوں میں سب سے زیادہ مخلص، فاضل، علامہ، عالم رموز کتاب مبین، عارف علوم الحکم والدین ہیں جن کا نام اپنی صفات کی طرح مولوی حکیم نور الدین ہے''۔

(سر الخلافہ صفحہ ۵۳)

اسی طرح آپ علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں:

(ترجمہ از عربی)'' میرے سب دوست متقی ہیں لیکن ان سب سے قوی بصیرت اور کثیر العلم اور زیادہ تر نرم اور حلیم اور اکمل الایمان والاسلام اور سخت محبت اور معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات والا ایک مبارک شخص بزرگ ، متقی ، عالم صالح ، فقیہہ اور جلیل القدر محدث اور عظیم الشان حاذق حکیم ، حاجی الحرمین ، حافظ قرآن قوم کا قریشی نسب کا فاروقی ہے جس کا نام نامی مع لقب گرامی حکیم نور الدین بھیروی ہے۔اللہ تعالیٰ اس کو دین و دنیا میں بڑا اجر دے اور صدق وصفا اور اخلاص اور محبت اور وفاداری میں میرے سب مریدوں سے وہ اول نمبر پر ہے اور غیر اللہ سے انقطاع میں اور ایثار اور خدمات دین میں وہ عجیب شخص ہے۔ اس نے اعلائے کلمۃ اللہ کے لئے مختلف وجوہات سے بہت مال خرچ کیا ہے اور میں نے اس کو ان مخلصین سے پایا ہے جو ہر ایک رضا پر اور اولاد و ازواج پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتے ہیں اور ہمیشہ اس کی رضا چاہتے ہیں اور اس کی رضا کے حاصل کرنے کیلئے مال اور جانیں۔ صرف کرتے ہیں اور ہر حال میں شکر گذاری سے زندگی بسر کرتے ہیں اور وہ شخص رقیق القلب ، صاف طبع ، حلیم ، کریم اور جامع الخیرات ، بدن کے تعہد اور اس کی لذات سے بہت دور ہے۔ بھلائی اور نیکی کا موقع اس کے ہاتھ سے کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ اور وہ چاہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے دین کے اعلاء اور تائید میں پانی کی طرح اپنا خون بہاوے اور اپنی جان کو بھی خاتم النبین ؐ کی راہ میں صرف کرے۔ وہ ہر ایک بھلائی کے پیچھے چلتا ہے اور مفسدوں کی بیخ کنی کے واسطے ہر ایک سمندر میں غوطہ زن ہوتا ہے۔ میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے مجھے ایسا اعلیٰ درجہ کا صدیق دیا جو راستباز اور جلیل القدر فاضل ہے اور باریک بین اور نکتہ رس ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے مجاہدہ کرنے والا اور کمال اخلاص سے اس کیلئے ایسی اعلیٰ درجہ کی محبت رکھنے والا ہے کہ کوئی محبّ اس سے سبقت نہیں لے گیا۔''

(حمامۃ البشریٰ ترجمہ وتلخیص صفحہ ۱۵ تا ۱۶)

آپؑ مزید تحریر فرماتے ہیں۔'' ہماری جماعت میں اور میرے بیعت کردہ بندگان خدا میں ایک مرد ہیں جو جلیل الشان فاضل ہیں اور وہ مولوی حکیم حافظ حاجی حرمین نور الدین صاحب ہیں جو گویا تمام جہان کی تفسیریں اپنے پاس رکھتے ہیں اور ایسا ہی ان کے دل میں ہزارہا قرآنی معارف کا ذخیرہ ہے''۔

(ضرورت الامام صفحہ ۲۶)

کتب، رسائل وجرائد

حضرت خلیفۃ المسیح اوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے متعدد علم و معارف سے پُر کتب تحریر فرمائیں مثلاً '' تصدیق براہین احمدیہ''۔ فصل الخطاب۔ ابطال الوہیت مسیح۔ مبادی الصرف، ایک عیسائی کے تین سوالوں کے جواب، ردِ تناسخ وغیرہ عظیم الشان کتب کے علاوہ کئی رسائل و جرائد بھی جاری فرمائے۔ مثلاً اخبار نور، احمدی، اخبار الحق، اخبار الفضل، اخبار پیغام صلح، اسی طرح آپ کے دور خلافت میں لڑکیوں اور عورتوں کی تربیت کیلئے ایک رسالہ احمدی خاتون جاری ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام آپ ؓ کی تصانیف اور علمی صلاحیتوں کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

'' حضرت مولوی صاحب علوم فقہ و حدیث و تفسیر میں اعلیٰ درجہ کے معلومات رکھتے ہیں۔فلسفہ اور

(بقیہ مضمون: صفحہ 8 پر ملاحظہ فرمائیں)

اکیسویں مجلس شوریٰ بھارت کی نئی تاریخوں کی منظوری

جماعتہائے احمدیہ بھارت کی اکیسویں مجلس شوریٰ جو جلسہ سالانہ قادیان کے معاً بعد 29 دسمبر 2009ء کو ہونی تھی اب سیدنا حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی منظوری سے انشاء اللہ 20 اور 21 فروری 2010ء (بروز ہفتہ و اتوار) منعقد ہوگی۔ جملہ عہدیداران جماعت اس کے مطابق نمائندگان بھجوانے کی تیاری کریں۔

یاد رہے کہ زونل امراء کرام، جماعتوں کے امراء وصدر صاحبان اپنے عہدہ کے لحاظ سے شوریٰ کے ممبر ہوتے ہیں۔ باقی نمائندگان قواعد کے مطابق منتخب کئے جاتے ہیں۔ جو نمائندگان ۲۹ دسمبر کی شوریٰ کیلئے منتخب کئے گئے تھے۔ اگر وہ فروری میں منعقد ہونے والی شوریٰ میں نہ آسکتے ہوں تو ان کے متبادل دوسرے نمائندگان کا انتخاب ہونا چاہئے اور جو نمائندگان اپنی سہولت کے مدنظر شرکت کر سکتے ہوں وہ ضرور تشریف لائیں۔ شوریٰ کی نمائندگی بہرحال ایک اعزاز ہے لیکن جماعتی طور پر کسی نمائندہ کو پابند بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس دوروزہ مجلس شوریٰ کی ہر جہت سے کامیابی کیلئے دُعا کی بھی درخواست ہے۔

(ناظر اصلاح وارشاد۔ سیکرٹری مجلس شوریٰ بھارت)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی طبی خدمات

(مکرم مولوی باسط رسول صاحب ڈار، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم ﷺ میں فرماتا ہے:

صِبغَۃَ اللّٰہِ وَمَنْ اَحْسَنُ مِن اللّٰہ صِبْغَۃً وَنَحْنُ لَہٗ عٰبِدُوْن۔

(سورۃ البقرہ ۱۳۹)

ترجمہ: یعنی اللہ کا رنگ پکڑو اور رنگ میں اللہ سے بہتر اور کون ہوسکتا ہے اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

عَنَ ابنْ عبَاسٍ رَضِی اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اَیَّ جلَسَآئِنَا خَیْرٌ۔ قَالَ مَن ذَکّرَکُمُ اللّٰہَ رُوْیَتَہٗ وزاد فِی عِلْمِکُمْ مَنْطِقُہٗ وَذَکَّرَکُمْ بِا لْاٰخِرَۃِ عَمَلُہٗ۔

(الترغیب والترھیب فی المسجالسۃ العلماء صفحہ ۸۶۱)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرتؐ سے دریافت کیا گیا کہ کس کے پاس بیٹھنا بہتر ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے شخص کے پاس جس کو دیکھنے سے تمہیں خدا یاد آئے اور جس کی باتوں سے تمہارے علم میں اضافہ ہو اور جس کے عمل کو دیکھ کر تمہیں آخرت کا خیال آئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ ایک ماہر طبیب تھے اور مخلوق خدا کو اپنی صلاحیتوں سے ہر دم فائدہ پہنچاتے۔ ایک مرتبہ آپؓ نے ایک رئیس زادہ کا علاج کیا تو اس نے اس قدر روپیہ دیا کہ آپؓ پر حج فرض ہوگیا۔ چنانچہ آپؓ مکہ اور مدینہ منورہ کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔ حج بھی کیا اور وہاں کئی اکابر علماء اور فضلاء سے حدیث پڑھی اس وقت آپؓ کی عمر چوبیس پچیس برس تھی۔

بلاد عرب و ہند سے واپس آکر بھیرہ درس و تدریس اور مطب کا آغاز کیا۔ مطب کی شان یہ تھی کہ مریضوں کیلئے نسخے لکھنے کے دوران احادیث وغیرہ بھی پڑھاتے۔ ۱۸۷۷ء میں لارڈ لٹن وائسرائے ہند کے دربار میں شرکت کی۔ کچھ عرصہ بھوپال میں قیام کیا پھر ریاست جموں وکشمیر میں ۱۸۷۶ء سے ۱۸۹۲ء تک شاہی طبیب رہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق علوم دو ہی ہیں جیسا کہ حدیث مبارک ہے۔

اَلْعِلْمُ عِلْمَانِ عِلْمُ الْاَ دْیَانِ وَعِلْمُ الْاَبْدَانِ۔

یعنی علم حقیقت میں دو ہیں۔ دین کا علم او رجسموں کا علم۔ اسی حدیث کی بناء پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فرمان ہے کہ علم دین کے بعد طبابت کا پیشہ بہت عمدہ ہے۔

کتنے ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو اللہ تعالیٰ اپنے یہ دونوں علوم سیکھنے کی توفیق عطا فرمائی اور بنی نوع انسان کی اپنے سیکھے ہوئے علوم سے خدمت کرنے کی توفیق بخشی کہ ابتداء میں ریاست کے شاہی طبیب حکیم فدا محمد خانصاحب کا اسسٹنٹ مقرر کیا گیا مگر جلد ہی مہاراجہ نے آپ کو مستقل شاہی طبیب بنالیا۔ ریاست کے تمام مدرسے اور شفاخانے بھی آپ کے ماتحت تھے جن کا انتظام آپ نہایت ہی عمدگی اور خوش اسلوبی کے ساتھ کرتے تھے، درباری مصروفیات کے علاوہ آپ کو جب کبھی موقع ملتا غریب مریضوں کا اپنی خداداد حکمت اور قابلیت سے مفت علاج کرتے۔

(حیات نور صفحہ ۴۳۵)

غریب مریضوں کی ہمدردی آپ کے دل میں کوٹ کوٹ کر بھیر ہوئی تھی۔ ایک دفعہ آدھی رات کے وقت مہاراجہ کشمیر کی طبیعت علیل ہوگئی اور مہاراجہ نے حضرت مولوی صاحب کے پاس اپنا ملازم بھیجا۔ جس نے کہا کہ مہاراجہ کی طبیعت خراب ہے آپکو یاد کیا ہے اسی وقت ایک مہترانی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا کہ میرا خاوند بہت بیمار ہے۔ پیٹ میں درد ہے اور پاخانہ بھی نہیں آتا۔ خدا کے لئے چلیں اور اسے دیکھ لیں یہ کہہ کر وہ زار وقطار رونے لگی۔ آپ نے مہاراج کے ملازم سے کہا تم چلو میں اس کو دیکھ کر مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ ملازم نے کہا چوڑھا پہلے مہاراج پیچھے اور جو ہاتھ چوڑھے کو لگائیں گے وہی مہاراج کو بھی لگائیں گے۔ آپ نے فرمایا اس کی تکلیف زیادہ ہے میں اس کو دیکھ کر مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔

ملازم چلا گیا شاید مہاراج سے شکایت بھی کی ہوگی۔ حضرت مولوی صاحب چوڑھے کے گھر گئے۔ اسے درد قولنج تھا۔ آپ نے اس کو انیمہ کیا اور اسے پاخانہ آگیا اور درد جاتا رہا ہوش آئی اور آنکھیں کھول لیں اس کے دل سے دُعا نکلی۔

''پرمیشر تینوں سکھی رکھے تے اوہنوں وی جوتینوں ایتھے لیایاے''

یعنی خدا تجھے خوش رکھے اور اسے بھی جو تجھے یہاں لایا ہے۔

آپ فرمانے لگے مجھے یقین ہوگیا کہ اس کے دل سے یہ دُعا نکلی ہے اور وہ قبول ہوگئی ہے اور مہاراج ضرور اچھے ہوگئے ہوں گے۔ اس لئے فارغ ہوکر آپ مہاراج کی خدمت میں حاضر ہوئے مہاراج انتظار کررہے تھے کہنے لگے بہت دیر لگائی۔ آپ نے مہاراج کو پوری بات سنائی اور کہا چوڑھے کے دل سے دُعا کی تھی تو مجھے یقین ہوگیا تھا کہ مہاراج اچھے ہوگئے ہیں۔ مہاراج نے کہا اب میری طبیعت بہتر ہے پھر کیا طبیب کو ایسا ہی ہونا چاہئے اور دو سونے کی چوڑیاں تحفہ دیں۔ آپ نے اس ملازم کو بلایا جو آپ کو بلانے گیا تھا وہ چیختا ہوا آیا۔ آپ نے فرمایا کہ اس میں تمہارا بھی حصہ ہے اگر تم مہاراج کے پاس میری شکایت نہ کرتے تو یہ انعام مجھے نہ ملتا اور ایک چوڑی اُسے دے دی۔ (حیات نور ۴۳۴۔۴۳۵)

مہاراجہ کے عزیزوں میں سے ایک راجہ موتی سنگھ جی کو ذوسنطاریا Dysenlesy کا شدید مرض لاحق ہوا۔ آپ کے علاج سے اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی شفا عطا فرمائی۔ (حیات نور صفحہ ۱۰۲)

آپ ہر مریض کو ایک ہی طرح کی دوائی نہ دیتے تھے بلکہ مریض کی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے دوائی تجویز فرمایا کرتے تھے۔

جموں میں قیام کے دوران وہاں چونگی کے ایک افسر کو قولنج ہوا۔ آدھی رات کے قریب آدمی آپ کو لینے آیا آپ نے سوچا کہ شدت درد کے باعث مسہل مفید نہیں رہے گا۔ اس لئے انہوں نے بکوج۔ نوشادر کا مرکب اپنے پاس سے دیا جس سے اُس کا قولنج دور ہوگیا۔

(مرقاۃ الیقین فی حیات نورالدین۔ صفحہ ۱۶۷)

اسی طرح آپ کسی ایک ہی قسم کی طب کے قائل نہ تھے بلکہ ہر نوع کی طبِ کے جب نسخوں کو استعمال میں لایا کرتے۔

جموں کے ایک ممتاز رئیس میاں لعل دین کی لڑکی کو ذجیر کاذب ہوئی۔ دیسی طبیبوں نے علاج کی بہت کوشش کی لیکن مرض روز بروز بگڑتا ہی گیا۔ آپ کے ساتھ رئیس مذکور کو کچھ مذہبی رنج تھا اس لئے اُس نے آپ سے علاج کروانا پسند نہ کیا لیکن جب مریضہ کی حالت خطرناک ہوگئی تو مجبوراً آپ کی طرف دوڑا آپ نے طب جدید سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اسے ایک ایسا مرکب دیا جس میں پوڈافلین تھی۔ وہ خدا کے فضل سے کارگر ثابت ہوا جس پر رئیس مذکور نے باوجود کدورت کے گراں قدر رقم آپ کو پیش کی۔

امراض کی تشخیص اور علاج میں آپ کی مہارات کا اعتراف جدید طب کے ماہرین بھی کیا کرتے۔ چنانچہ ریاست جموں کی کونسل کے ایک سینئر رکن راجہ سورج کول کے گردے میں مدت سے درد تھا آپ نے ان کے گردے میں پتھری کی تشخیص کی اور انہیں اس سے آگاہ کردیا لیکن وہ اس بات کو ماننے پر تیار نہ تھے۔ کچھ عرصہ بعد لاہور سے میڈیکل کالج کے ایک انگریز پروفیسر ڈاکٹر پیری وہاں آئے اور مہاراجہ نے ان سے راجہ صاحب کے درد گردہ کا علاج کرنے کو کہا اور یہ بھی بتایا کہ ایک دیسی طبیب نے انہیں یہ کہا تھا کہ گردے میں پتھری ہے۔ یہ سنتے ہی انگریز نے دوسرے انگریز کو کہ فوراً گردے کو چیر دو اس انگریز نے شگاف دیا مگر پتھری نظر نہ آئی۔ اس پر ڈاکٹر پیری صاحب نے نشتر خود ہاتھ میں لیا اور شگاف کو وسیع کیا تو گردے کی نالی کے پاس پتھری نظر آگئی اسے نکالا اور نہایت خوش ہوکر آپ کے متعلق بھی انتہائی تعریفی کلمات کہے۔ (حیات نور صفحہ ۱۷۷)

خطرناک ضعف باہ میں مبتلا ایک شخص نے آپ سے کوئی خاص دوا چاہی تو آپ نے نسخہ دوجامِ عشق بنا کردیا جس کے استعمال کے بعد اس نے آپ کی اور آپ کی اہلیہ محترمہ کی دعوت اپنے گھر میں کی اور اس کی اہلیہ نے آپ کی اہلیہ کے ہاتھوں میں سونے کے بڑے کنگن بہت محبت سے ڈال دئے اور خود اُس شخص نے اصرار کرکے آپ کو بہت قیمتی گھوڑے پیش کئے۔

(حضرت حکیم الامۃ کی اجمالی خودنوشت طبی سوانح عمری صفحہ ۲۰)

علاج کے معالجہ میں آپ احمدی وغیر احمدی مسلم و کافر سب کے ساتھ یکساں سلوک کرتے تھے۔ (حیات نور صفحہ ۳۰۵)

اپنی شدید بیماری کے ایام میں فرمایا: خدا پر توکل کرو۔ میرا بھروسہ نہ ڈاکٹروں پر ہے نہ حکیموں پر میں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں اور اُسی پر تم بھروسہ کرو۔ (حیات نور صفحہ ۴۷۲)

آپ کی طبیبانہ زندگی کے حوالہ سے جناب حکیم محمد حسین صاحب قریشی کی مرتبہ ''بیاض خاص'' کا ایک حوالہ درج کیا جاتا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ آپ کو جس طرح ہندوستان بھر کے علماء میں ایک خاص مقام حاصل تھا اسی طرح اطباء میں بھی آپ چوٹی کے طبیب شمار ہوتے تھے۔ حکیم صاحب موصوف نے بیاض خاص میں پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی حیات طیبہ کے بعض حالات درج کئے ہیں اور پھر حضور کے متعدد قیمتی طبی نسخوں سے کتاب کو مزین کیا ہے بہرحال وہ حوالہ یہ ہے۔

''حکیم (نور الدین) صاحب موصوف دور گذشتہ کے ان تین چار طبیبوں میں سے ہیں جن کا اسم گرامی ہندوستان کے طول وعرض میں غیر معمولی شہرت حاصل کئے ہوئے تھا۔ لکھنؤ میں حکیم عبدالعزیز صاحب، دہلی میں حکیم عبدالمجید خان صاحب اور پنجاب میں حکیم نور الدین صاحب یہی تین ایسے طبیب تھے جو دوسرے سب طبیبوں سے ممتاز اور معالجہ میں شہرہ آفاق تھے''۔

ایک اچھے اور قابل طبیب کیلئے سب سے ضروری اور اہم بات یہ ہے کہ وہ لوگوں کا مزاج شناس ہو۔ اور علاج کرتے وقت صرف یہی نہ دیکھے کہ مریض کو دوا کونسی دینی چاہئے بلکہ مریض کی حالت کو دیکھ کر مناسب غور وفکر سے وہ طریق اختیار کرے جس سے مریض کو فائدہ پہنچے۔

(بیاض خاص مصنفہ حکیم محمد حسین قریشی حیات نور صفحہ ۷۶۹۔۷۷۰)

آپؓ کا طب جدید کا مطالعہ:

آپ کو ڈاکٹری (طب جدید) کی طرف توجہ ہوئی طب جدید کی مصر سے بہت سی کتب منگوا کر مطالعہ کیں۔ (حضرت حکیم الامۃ کی اجمالی خودنوشت طبی سوانح عمری صفحہ ۱۹)

حضرت مولوی غلام نبی صاحب کو ۱۹۰۲ء میں مصر بھیجا کہ وہ طب جدید پر عربی کتب لیکر آئیں۔ اسی طرح ایک شخص کو استنبول کے کتب خانوں سے طبی نوادرات کو نقل کرنے پر مامور کیا۔ کشمیر کی ملازمت

کے دوران میں شاہی طبیب کے عہدہ جلیلہ پر فائز ہونے کے باوجود آپ نے ایک معمولی پنڈت سے آیورویدک طب پڑھنا شروع کردی تھی اور اس پنڈت کی آپ بہت عزت کیا کرتے تھے۔

(حیات نور صفحہ ۱۲۸)

ایک اچھے طبیب کی تمام تر علامات حضرت حکیم الامت مولانا نورالدین رضی میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔

آپ مریض کو جس ہمدردی ،خلوص اور توجہ سے دیکھتے تھے وہ ایک منفرد انداز تھا۔ آپ کے مطب میں کسی راجہ یا رئیس کو ایک غریب مزدور پر فوقیت حاصل نہ تھی۔ اس زمانے میں امراء کیلئے ایسے نسخے لکھے یا تیار کئے جاتے تھے جن میں مریض کو متاثر کرنے کیلئے بلا ضرورت ہیرے، موتی، یاقوت ، الماس، کستوری، عنبر جتنے مہنگے اجزاء شامل کئے جاتے تھے اسی وجہ سے رؤسا کے یہاں سستے نسخوں کی کوئی قدر نہ تھی لیکن آپؓ مریض کی اعلیٰ مالی حیثیت سے قطع نظر صحیح نسخہ لکھتے خواہ وہ بہت ہی کم قیمت ہو۔ مریض کی مایوسی کو دور کرنے کیلئے اُسے ہرممکن اطمینان دلاتے۔

آپؓ کے نسخوں کی سب سے بڑی خوبی ان کا مختصر جامع اور آسان ہونا ہوتی۔ سوزاک کے علاج میں طب یونانی میں اگرچہ بڑے بڑے طویل نسخے ہیں مگر آپ نے بھوپال کے ولی عہد کا علاج صرف قلمی شورہ اور آپ کیلا سے کیا۔

ایک واقع ہے کہ سیالکوٹ کے ہندو صنعت کار عرصہ سے بیمار تھے علاج کے لئے لکھنؤ تک سے ہوآئے لیکن شفا نہ ہوئی۔ آپ کے پاس پہنچے آپ نے ان کی امارت سے متاثر ہوئے بغیر نسخہ تجویز کیا تو بازار میں اس کی قیمت ایک آنہ بتائی گئی۔ اُسے افسوس ہوا کہ حکیم صاحب نے یہ کیا نسخہ لکھا ہے دل برداشتہ ہوکر چلے گئے ۔ اور دوائی پھینک دی تکلیف برقرار رہنے کی وجہ سے چھ ماہ بعد لوگوں کے سمجھانے پر دوبارہ آئے کیفیت بیان کی اور نسخہ وصول کیا دیکھا تو دوائیاں پھر وہی تھیں۔ جل کر پچھلی مایوسی کا حال بھی سنایا اور یہ اظہار کیا کہ ایک آنہ کی دوائی سے بھلا کیا فائدہ ہوگا جب کہ ہزاروں کی قیمت کی جواہرات سے لبریز دوائیں بے کار جاچکی تھیں۔ آپ نے اُنہیں چندروز اپنے پاس قیام کی ہدایت کی۔ تین دن میں بیماری آدھی رہ گئی کمزوری البتہ باقی تھی۔ اب جو دکھانے آئے تو انہیں بتایا کہ دوائی وہی ایک آنہ والی تھی اور دوائی کا فیصلہ مریض کی امارت یا غربت کی بنیاد پر نہیں بلکہ جسمانی ضرورت کے مطابق کیا جاتا ہے۔ ہیرے جواہرات قیمتی مرکبات کا استعمال اکثر اوقات بلڈ پریشر وغیرہ بڑھا دیتا ہے۔

ایسی دوائیاں جو آسانی سے میسر نہ آسکتی ہوں آپ عموماً استعمال نہیں فرمایا کرتے تھے۔

۱۱ رجون ۱۹۱۲ء کو آپؓ نے ایک مریض سے فرمایا:۔

ہر پیشہ میں میعاد کو دخل ہے ایک معمار کہہ سکتا ہے کہ میں مکان اتنے دنوں میں تیار کروں گا۔ ایک کلرک کہہ سکتا ہے کہ میں اتنے دنوں میں اس رجسٹر کی خانہ پُری کردوں گا۔ ایک درزی کہہ سکتا ہے کہ میں اتنے دنوں میں کپڑا سی کر تیار کردوں گا لیکن ایک طبیب یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اتنے دنوں میں مرض کو اچھا کردوں گا۔ ہاں جاہل طبیب ایسا کہہ دیتے ہیں لیکن جس قدر اعلیٰ درجہ کا طبیب ہوگا اسی قدر اس قسم کے دعوے سے ڈرے گا۔ ہم شوقین بھی اتنے ہیں کہ چین سے بھی دوائیں منگوا لیتے ہیں ۔ اور محتاط بھی اسقدر ہیں کہ بعض وہ دوائی جو بڑی محنتوں اور صرف زرکثیر کے بعد میسر ہوئیں ان کو آج تک کسی مریض پر تجربہ نہیں کیا۔

صرف اس لئے کہ کوئی طبیب ایسا نہیں ملا جو ان کے متعلق کوئی اپنا ذاتی تجربہ اور طریق استعمال بیان کرسکے بوٹیاں اور ایسی دوائیں جو سہل الحصول نہ ہوں ہم کبھی استعمال نہیں کرتے ۔

(حیات نور صفحہ ۵۵۷-۵۵۶)

ایک بار ٹیلہ گنبد لاہور کے ایک سائیکل مرچنٹ نے اپنا بیمار بچہ ان کو راستہ میں دکھایا انہوں نے ایک مختصر سا نسخہ تجویز کرلیا۔ لواحقین کو خیال ہوا کہ بچے کو بخار زیادہ ہوگیا ہے وہ شام کو پھر حاضر ہوگئے حالات مزید تفصیل کے ساتھ دوبارہ بیان کئے تو آپؓ نے فرمایا:

” نورالدین نے ساری عمر کسی مریض کو سرسری نہیں دیکھا آپ وہی نسخہ دیں بچہ انشاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا اور بچہ چار گھنٹے بعد ٹھیک ہوگیا۔

(بیاض نورالدین جدید ایڈیشن صفحہ ۲۶)

مریضوں سے مناسب یا کم فیس لینا تو کجا آپ خود فرماتے ہیں کہ مخلوق پر کبھی بھروسہ نہیں کیا اور ارادہ بھی نہ کیا کہ کسی کو قیمتاً دوائی دوں بلکہ یقین کامل تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے خاص کارخانہ سے رزق بھیجے گا۔ (حیات نور صفحہ ۹۵)

آپؓ کی طب کا چرچا:۔

ایک مرتبہ ایک فالج کا بیمار آپ کے علاج سے اچھا ہوگیا جس کی وجہ سے بھیرہ کے گردونواح میں آپ کے طب کا غیر معمولی چرچا ہوگیا پھر آپ کے پڑوسی متھراداس نام جموں کے محکمہ پولیس میں ملازم تھے۔ وہ مدقوق ہوکر آپ کے پاس بغرض علاج آئے۔ ان کے علاج میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت کامیابی بخشی ۔ اسی اثنا میں دیوان کرپارام وزیر اعظم جموں کا گزر پنڈ دادخان میں ہوا انہوں نے آپ کی شہرت سنی اور واپس آکر انہوں نے اور دیوان متھراداس دونوں نے سرکار جموں سے آپ کا ذکر کیا جس کے باعث مہاراجہ کشمیر کے دل میں آپ کی عظمت بلکہ قائم ہوگئی۔ (حیات نور صفحہ ۹۶)

بھیرہ میں آپ نے ایک طبیب سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ یہاں آپ کا کام چلنا مشکل ہے میں جو مانگ لیتا ہوں مجھے بھی پانچ روپے سے زائد آمدنی نہیں ہوتی اور آپ کو تو مفت دوا دینے کی عادت ہے اور پھر آپ کے علاج کا جو طریق ہے اس کی وجہ سے عطّار اور جرّاح بھی آپ کی مخالفت کریں گے اور علماء تو مخالف ہیں ہی۔ لیکن اس کے باوجود آپ نے اپنا کام شروع کردیا۔ سب سے پہلے ایک طالب علم سے ایک سُرمہ تیار کروایا یہ سُرمہ بڑا مفید ثابت ہوا اور آپ کا کام چل نکلا۔ (تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۷۸)

۱۸۹۲ء میں ریاست جموں میں مہاراجہ کی ملازمت سے فارغ ہونے کے کچھ عرصہ بعد آپ قادیان تشریف لائے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر قادیان کے ہوگئے۔

آپ جہاں ربّانی مصلح زمانہ کے علم الادیان، علم الابدان اور انفاخ قدسیہ سے فیض پاتے رہے وہاں آپ کو یہ عظیم الشان شرف بھی حاصل ہوا کہ اس امام الزمان کو جب اور جہاں اپنے یا کسی اور کے علاج کے سلسلے میں آپ کی ضرورت پیش آئی تو آپ فی الفور یہ خدمت بجالاتے رہے۔

مکتوبات احمد جلد پنجم نمبر ۲ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خطوط بنام حضرت مولانا حکیم نورالدین صاحب پر مشتمل ہے میں کئی ایسے خطوط ہیں جن میں آپ کی قادیان آمد سے پہلے بھی متعدد مرتبہ حضور اقدسؑ نے آپ سے کئی نسخہ جات اور آپ کے ذریعہ کئی ادویات طلب فرمائیں۔ یہ نسخہ جات اور ادویات بعض اوقات حضور اقدس کی ذات بابرکات کے لئے ہوتے۔ بعض اوقات آپ کے اہل کیلئے اور بسا اوقات قرب جوار کے دیگر افراد کیلئے۔

قادیان آنے کے بعد تو حضرت مولوی صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے افراد خاندان کے علاج کا شرف زیادہ قریب ہوکر حاصل ہوتا رہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لخت جگر مرزا مبارک احمد صاحب کی شدید بیماری کی حالت میں آخری وقت تک حضرت مولوی صاحب ان کا علاج کرتے رہے۔ (انوار العلوم جلد ۷ صفحہ ۶۶)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مریض کیلئے صرف ہمدردی کے ساتھ دوا ہی تجویز نہ فرماتے بلکہ اسکی دیگر ضرویات کا خیال رکھنے کے ساتھ ساتھ شافی مطلق کے حضور اس کیلئے دُعا بھی کیا کرتے۔ چنانچہ چوہدری حاکم دین صاحب کی بیوی کے ہاں پہلے بچے کی پیدائش کے وقت آپ ساری رات ان کیلئے دعا کرتے رہے۔ (اصحاب احمد جلد ہشتم صفحہ ۶۲)

ایک واقعہ یوں درج ہے کہ ایک بیمار جو کہ بہار سے اپنا علاج کروانے کیلئے حضرت مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تھا حضرت اقدس کی خدمت میں بھی سلام کیلئے حاضر ہوا۔ حضورؑ نے اثنائے گفتگو میں حضرت مولوی صاحب کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ” مولوی صاحب کا وجود از بس غنیمت ہے۔ آپ کی تشخیص بہت اعلیٰ ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ بیمار کے واسطے دُعا بھی کرتے ہیں۔ ایسے طبیب ہر جگہ کہاں مل سکتے ہیں۔“

(حیات نور صفحہ ۳۰۳)

آپؓ نے بے شمار طبی نسخے طبیبوں کو عطا کر کے طبی دنیا پر بے بہا احسانات کئے ہیں۔ آپ کے بعض نسخے تو ایسے مفید ثابت ہوئے کہ متعدد طبیب انہی نسخوں کے سہارے خوشحال اور پرسکون زندگی گذار رہے ہیں مثلاً نسخہ۔

حبِ اٹھرا۔ زدجام عشق۔ اکسیر جگر۔ صندل پاؤڈر۔ مرکب افینش۔ حبِ سعال نورِ نظر۔ اکسیر شافی لاتعداد بیمار۔ آپؓ کے ان نادر نسخوں کی بدولت شفایاب ہورہے ہیں اور اُسی طرح جسمانی طور پر بھی اہل دنیا آپ کے جاری کردہ نسخوں کے فیض سے متمتع ہوتی چلی آرہی ہے اور ہوتی چلی جائے گی۔

آپ کی ان ہی خوبیوں اور کمالات کے نہ صرف اپنے قائل تھے بلکہ غیر بھی آپ کی خوبیوں اور کمالات اور طبیّ مہارت کا برملا اعتراف کرتے تھے۔ آپؓ کی وفات پر اخبار طبیب لکھتا ہے:

” افسوس کہ ہندوستان کے ایک مشہور ومعروف طبیب حاجی حکیم نورالدین صاحب جو علوم دینیہ کے بھی متبحرّ عالم تھے اور جماعت احمدیہ کے محترم پیشوا کچھ عرصہ عوارض ضعف پیری میں مبتلا رہ کر آخر جمعہ گذشتہ کو اسی سال کی عمر پاکر رحلت فرما گئے ۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حکیم صاحب مغفور بلا لحاظ احمدی و غیر احمدی یا مسلم یا غیر مسلم سب کے ساتھ شفقت علیٰ خلق اللہ کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ آپ کے طریق علاج میں یہ چند باتیں خصوصیت سے قابل ذِکر ہیں۔

۱۔ یار و اغیار، مومن و کافر سب کو ایک نظر سے دیکھنا۔

۲۔ طب یونانی وویدک کے علاوہ مناسب موقعہ پر ڈاکٹری مجربات سے بھی ابنائے ملک و ملت کو مستفید فرمانا۔

۳۔ بعض خطرناک امراض کا علاج قرآن شریف سے استخراج کرنا۔

۴۔ دوا کے ساتھ دُعا بھی کرنا۔

۵۔ علاج و معالجہ کے معاملہ میں کسی کی دنیوی وجاہت سے مرعوب نہ ہونا۔

۶۔ مریضوں سے مطلق طمع نہ رکھنا اور آپ کا اعلیٰ درجہ توکل و استغناء۔

۷۔ نادار و مستحق مریضوں کا نہ صرف علاج مفت کرنا بلکہ اپنی گرہ سے بھی ان کی دستگیری و پرورش کرنا خصوصًا طلبہ قرآن وحدیث وطب کی۔

خدا تعالیٰ حکیم صاحب مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے ۔ (طبیب دہلی ۲۳ مارچ ۱۹۱۴ بحوالہ حیات نور ۷۶۶-۷۶۷)

☆☆☆

حضرت مولانا نورالدین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ
کے عظیم الشان کارنامے

(مکرم مولوی شیخ مجاہد احمد صاحب شاستری، اُستاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

"جب وہ میرے پاس آیا اور مجھ سے ملا اور میری نظر اُس پر پڑی تو میں نے اس کو دیکھا کہ وہ میرے رب کی آیت ہے۔"

"وہ اللہ کے منتخب بندوں میں سے ہے۔"

"مجھ کو اُس کے ملنے سے ایسی خوشی ہوئی کہ گویا کوئی جدا شدہ عضو مل گیا"

"اس کا نام اُس کی نورانی صفات کی طرح نورالدین ہے۔"

یہ بابرکت الفاظ جو سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام (۱۸۳۵۔۱۹۰۸) کی قلم مبارک سے نکلے اور ان کا مصداق وہ بابرکت وجود ہے جو برصغیر کی تاریخ میں حضرت حاجی الحرمین مولانا حکیم نورالدین کے نام سے خوب متعارف ہے۔ آپ کو خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ سعادت نصیب ہوئی کہ امام الزمان امام مہدی علیہ السلام کی زبان وقلم سے یہ تعریفی کلمات نصیب ہوئے۔ آپ کی قسمت اور تقدیر پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ اعزاز وسعادت بھی عطا فرمائی کہ آپ کو حضرت امام الزمان مسیح موعودؑ کے خلیفہ اوّل کے طور پر چھ سال (۲۷ مئی ۱۹۰۸ء تا ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء) تک جماعت احمدیہ عالمگیر کی قیادت اور راہنمائی کی توفیق ملی۔ زیرنظر مضمون میں آپ کے دورِ خلافت کے زریں وعظیم الشان کارناموں کو قارئین بدر کی خدمت میں پیش کرنا مقصود ہے۔

قارئین کرام! حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کا مقام ومرتبہ اتنا بلند وبالا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی جماعت کی اکثریت حضرت مولانا صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کا دایاں بازو قرار دیتی تھی کہ حضرت مصلح موعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"ان دنوں یہ بحثیں خوب ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دایاں فرشتہ کون سا ہے۔ اور بایاں کون سا ہے بعض کہتے مولوی عبدالکریم صاحب دائیں ہیں اور بعض حضرت استاذی المکرّم (خلیفہ) اوّل کی نسبت کہتے وہ دائیں فرشتے ہیں۔ علموں اور کاموں کا اُس وقت موازنہ کرنے کی طاقت ہی نہ تھی اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ سے جو حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مجھ سے کہا کرتے تھے میں الدین میں سے تھا" (انوار العلوم جلد ۸ صفحہ ۳۶۷)

دوسری طرف حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دل میں بھی حضرت مسیح موعودؑ کا عشق کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ مارچ ۱۸۸۵ء سے کچھ پہلے کی بات ہے کہ آپ حضرت مسیح موعودؑ کا پہلا اشتہار دیکھتے ہی جموں سے قادیان پہنچے اور حضرت مسیح موعودؑ کا نورانی چہرہ دیکھتے ہی حضور کی سچائی کو بھانپ گئے۔ آپ خود ہی فرماتے ہیں:۔

"اگلے زمانہ میں جب ہم چھوٹے تھے تو سنا کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آویں گے اور ایسے ہوں گے اور ویسے ہوں گے۔ غرض کہ یہ سب باتیں سن کر احمقوں نے جو دل میں ایک تصویر بنائی تھی اس کو عین سمجھ لیا اور مرزا صاحب کا انکار اس بناء پر کیا گیا کہ وہ ان کی خیالی تصویر کے مطابق نہ اترے...... مجھے مرزا صاحب کے ماننے میں ذرا دقت نہ ہوئی۔ خیالی تصویر تو ہم نے بنائی ہوئی نہ تھی۔ حدیث والے خط وخال ہم کو مل ہی گئے"۔ (بدر ۱۰ اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۳)

اس فراست اور حضرت مسیح موعودؑ سے عشق کامل کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد آپ کو جماعت احمدیہ کے خلیفہ اوّل بننے کی سعادت نصیب فرمائی اور آپ نے بحثیت خلیفۃ المسیح ان چھ سالوں میں جماعت کی ترقی کیلئے عظیم الشان کام کئے۔ ان کاموں میں سے اہم کاموں کو مضمون میں بیان کیا جاتا ہے۔

استحکام خلافت حقہ اسلامیہ

جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلیفۃ الرسولؐ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو استحکام خلافت کے سلسلہ میں غیر معمولی جدوجہد کرنے کا موقع ملا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے مقدر کر رکھا تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کے ذریعہ استحکام خلافت ہو۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے مختلف ارشادات اور اُس دور کی تاریخ کا مطالعہ کرنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضور نے اپنے مختصر دورِ خلافت میں خلافت کے صحیح اسلامی تصور کو ذہنوں میں راسخ کرنے اور خلافتِ حقہ راشدہ پر کئے جانے والے اعتراضات کے جوابات کے سلسلہ میں عظیم الشان کارنامے سرانجام دیئے اور ہمیشہ کیلئے معترضین کے منہ مُسکت دلائل سے بند کردئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا سب سے عظیم الشان کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے جماعت کے دلوں میں صحیح اسلامی خلافت کی قدر ومنزلت قائم فرمادی اور جماعت کو خلافت کے آہنی حصار میں محفوظ کرنے کیلئے جی جان سے کوشش کی۔ اس سلسلہ میں حضورؓ کی تحریرات سے چند حوالہ جات پیش خدمت ہیں۔

خلیفہ خدا بناتا ہے

انبیاء علیہم السلام کی وفات کے بعد جاری ہونے والی خلافت میں چونکہ بظاہر انسانوں کی پسند کا دخل نظر آتا ہے۔ اس لئے بعض نادان اسی وہم میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ خلیفہ راشد ہم لوگوں نے بنایا ہے اور جب چاہیں خلیفہ بنا سکتے ہیں یا کسی خلیفہ کو معزول کر سکتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے منشاء اور ارادہ سے ہی خلیفہ راشد کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ کسی انسان میں یہ طاقت نہیں کہ وہ از خود خلیفہ بنا سکے۔

تاریخ اسلام اس بات پر شاہد ہے کہ خلافت راشدہ خدا کی منشاء سے ہی بن سکتی ہے۔ انسان لاکھ کوشش کرے وہ خلیفہ نہیں بنا سکتا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ اس بارے میں ہمیں فرماتے ہیں:۔

"میں نے تمہیں بارہا کہا ہے اور قرآن مجید سے دکھایا ہے کہ خلیفہ بنانا انسان کا کام نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ آدم کو خلیفہ بنایا کس نے؟ اللہ تعالیٰ نے۔ انی جاعل فی الارض خلیفۃ۔"

(بدر ۴/ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۶)

پھر آپؓ فرماتے ہیں:۔

"جس طرح آدمؑ وداؤدؑ اور ابوبکرؓ وعمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے خلیفہ بنایا ہے۔ اُسی طرح اللہ تعالیٰ ہی نے مجھے خلیفہ بنایا ہے اگر کوئی کہے کہ انجمن نے خلیفہ بنایا ہے تو وہ جھوٹا ہے۔ اس قسم کے خیالات ہلاکت کی حد تک پہنچاتے ہیں۔ تم ان سے بچو"

(بدر ۴/ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

یہ بحث فاسقانہ ہے کہ خلافت کس کا حق تھا یا ہے؟

جب یہ امر روشن ہوگیا کہ مومنین کی جماعت کے ذریعہ سے منتخب خلیفہ جو دراصل خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کی مرضی سے ہی منتخب ہوتا ہے وہی سچا اور افضل و اعلیٰ ہوتا ہے اور خدا تعالیٰ کی رضا کی سند اُسے حاصل ہو جائے تو پھر کسی انسان کا حق نہیں کہ وہ خلیفہ کے حق کے بارے میں سوچتا پھرے کہ یہ کس کا حق تھا یا ہے۔ اس بارے میں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:۔

"میں نہیں سمجھتا کہ اس قسم کی بحثوں سے تمہیں کیا اخلاقی یا روحانی فائدہ پہنچتا ہے۔ جس کو خدا نے چاہا خلیفہ بنا دیا اور تمہاری گردنیں اس کے سامنے جھکا دیں۔ خدا تعالیٰ کے اس فضل کے بعد بھی تم اس پر بحث کرو تو سخت حماقت ہے" (بدر ۴ جولائی ۱۹۱۴ء صفحہ ۶)

پھر فرماتے ہیں:۔

"یہ اعتراض کرنا کہ خلافت حق دار کو نہیں پہنچی، رافضیوں کا عقیدہ ہے اس سے توبہ کرلو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے جس کو حق دار سمجھا خلیفہ بنا دیا۔ جو اس کی مخالفت کرتا ہے وہ جھوٹا اور فاسق ہے۔ فرشتے بن کر اطاعت وفرمانبرداری اختیار کرو، ابلیس نہ بنو"

(بدر ۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

خلیفہ کے مقابل پر انجمن کی حقیقت

بعض نادان یا شریر پسند لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رسالہ الوصیت کی بعض عبارتوں سے یہ مطلب نکالنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ کی اصل جانشین انجمن تھی اور اُس نے اپنے اختیارات وقتی طور پر خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کو سونپے تھے۔ اس کا جواب خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کے الفاظ میں سنئے۔ فرماتے ہیں:۔

"حضرت صاحب کی تصنیف میں معرفت کا ایک نکتہ ہے۔ وہ میں تمہیں کھول کر سناتا ہوں۔ جس کو خلیفہ بنانا تھا اُس کا معاملہ تو خدا کے سپرد کر دیا اور ادھر چودہ اشخاص کو فرمایا کہ تم بہ حیثیت مجموعی خلیفۃ المسیح ہو۔ تمہارا فیصلہ قطعی فیصلہ ہے اور گورنمنٹ کے نزدیک بھی وہی قطعی ہے۔ پھر ان چودہ کے چودہ کو باندھ کر ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت کرادی کہ اسے خلیفہ مانو اور اس طرح ہمیں اکٹھا کر دیا۔ پھر نہ چودہ کا بلکہ تمام قوم کا میری خلافت پر اجماع ہوگیا۔ اب جو اجماع کا مخالف ہے وہ خدا کا مخالف ہے"۔ (خطباتِ نور صفحہ ۴۱۹)

عزلِ خلیفہ کا مسئلہ

ظاہر بات ہے کہ خلیفہ خدا ہی بناتا ہے جیسا کہ ثابت ہے تو پھر غیر اللہ کی مجال کیا ہے کہ وہ خدا کے بنائے ہوئے خلیفہ کو معزول کر سکے خواہ وہ کوئی شخص ہو یا جماعت یا انجمن۔ چنانچہ اس بات کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ فرماتے ہیں:۔

"پھر سن لو کہ مجھے نہ کسی انسان نے نہ کسی انجمن نے خلیفہ بنایا ہے اور نہ ہی کسی انجمن کو اس قابل سمجھتا ہوں کہ وہ خلیفہ بنائے۔ پس مجھ کو نہ کسی انجمن نے بنایا اور نہ میں اس کے بنانے کی قدر کرتا ہوں۔ اس کے چھوڑ دینے پر تھوکتا بھی نہیں اور نہ اب کسی میں طاقت ہے کہ وہ اس خلافت کی ردا کو مجھ سے چھین لے"۔

(بدر ۱۴ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

اسی سلسلہ میں حضورؓ کے یہ الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیے:۔

"خدا نے جس کام پر مجھے مقرر کیا ہے میں بڑے زور سے خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ اب میں اُس کُرتے کو ہرگز نہیں اتار سکتا۔ اگر سارا جہان بھی اور تم بھی میرے مخالف ہو جاؤ تو میں اس کی بالکل پرواہ نہیں کرتا اور نہ کروں گا"۔ (خطبات نور صفحہ ۴۱۹)

قارئین! حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا سب کا عظیم کارنامہ جماعت احمدیہ میں نظام خلافت کو مضبوطی سے رائج کرنا اور مستحکم کرنا ہے۔ آپ کے ذریعہ خلافت کا جو پودا احمد کی جماعت میں لگایا گیا تھا وہ آج خلافت خامسہ کی شکل میں تناآور درخت بن چکا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنی تحریروں میں اس امر کو واضح کردیا تھا کہ میرے بعد بھی نظام خلافت بھی جاری رہے گا اور آئندہ خلیفہ بھی خدا کی تائید سے تائید یافتہ ہوگا۔ حضورؓ فرماتے ہیں:۔

"خلافت کیسری کی دکان کا سوڈا واٹر نہیں۔ تم اس بکھیڑے سے کچھ فائدہ نہیں اُٹھا سکتے۔ نہ تم کو کسی نے خلیفہ بنانا ہے نہ میری زندگی میں کوئی اور بن سکتا ہے میں جب مرجاؤں گا (اللھم متعنا بطولِ حیاتہٖ) تو پھر وہی کھڑا ہوگا جس کو خدا چاہے گا اور خدا اُس کو آپ کھڑا کردے گا"

(بدر ۱۱/ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۴)

قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ

"مولوی نور الدین صاحب بے تاب تھے کہ کس طرح قرآن کی دعوت کو عام کریں وہ خود اس دعوت کے امام بننے کی ہمت نہ رکھتے تھے۔ حسن اتفاق سے ان کو مرزا صاحب جیسی جرات مند اولوا العزم اور اپنے

اوپر اعتماد رکھنے والی شخصیت مل گئی ...... چنانچہ مرزا صاحب کو پیشوا اور امام ماننے میں مولوی صاحب کو مطلق کوئی تأمّل نہ ہوا کیونکہ وہ اُن کی قیادت میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق قرآنی دعوت کو عام اور اسلام کی خدمت کر سکتے تھے اور اس کام کے لئے جن اوصاف کی وہ اپنے اندر کمی پاتے تھے مرزا صاحب کی شخصیت میں وہ خوبیاں اُنہیں بذریعہ اتم مل گئی تھیں‘‘۔ (مولانا عبید اللہ سندھی افادات و ملفوظات از پروفیسر محمد سرور صفحہ ۴۰۲)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل مولانا حکیم نور الدین صاحبؓ کے بارے میں برصغیر پاک و ہند کے نامور سیاسی اور مذہبی راہنما ریشمی رومال تحریک کے بانی مولانا عبید اللہ سندھی کی بصیرت افروز مندرجہ بالا رائے بہت سے امور کو اپنے دامن میں سمیٹے ہوئے ہے۔ جن میں اوّل یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ قرآن کی دعوت کو عام کرنا چاہتے تھے اور آپ کا یہی شوق حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت اور صحبت سے نور پا کر ایک جہاں کے لئے روشن ہو گیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی صحبت سے فیض یاب ہونے سے سب صحابہ مسیح موعودؑ میں قرآن کے علوم کو دوسروں تک پہنچانے کا جوش و ولولہ پیدا ہو چکا تھا۔ خود حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا درس القرآن دینا اس امر کا ہی نتیجہ تھا۔ چنانچہ کئی احمدیوں نے قرآن شریف کی تفسیر لکھنے کی کوشش کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے رنگ میں اور اپنی اپنی استعداد کے مطابق ان کو کامیاب کیا۔ انہی کوششوں میں سے ایک کوشش مولانا محمد سرور شاہ صاحبؓ صحابیٔ خاص حضرت مسیح موعودؑ کی تھی۔ آپ نے صدر انجمن احمدیہ کے انتظام کے تحت ایک تفسیر بزبان اُردو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں شائع کی اور یہ کام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں بھی جاری رہا۔ افسوس یہ تفسیر مکمل نہ ہو سکی، قریباً آٹھ پاروں کی تفسیر شائع ہوئی۔

اس زمانہ میں یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے عہد خلافت کے اوائل میں صدر انجمن احمدیہ نے مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو مقرر کیا کہ وہ قرآن شریف کا انگریزی میں ترجمہ کریں اور اس کے ساتھ مختصر تفسیری نوٹ بھی لکھیں۔ مولوی محمد علی صاحب نے مسلسل محنت سے ترجمہ کا کام کیا اور تفسیری نوٹوں کیلئے حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ سے جو برصغیر میں عدیم المثال مفسر قرآن تھے، کافی مدد لی۔ پیشتر اس کے کہ یہ کام مکمل ہوتا حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی وفات ہو گئی۔ بعد میں مولوی محمد علی صاحب نے وہ تفسیر اپنے نام سے شائع کر دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ حضرت مسیح موعودؑ کے دور میں بھی درس القرآن دیا کرتے تھے اور پھر اپنے زمانہ خلافت میں بھی یہ درس جب تک صحت درست رہی جاری رکھا۔ حضور کا قرآن مجید سے عشق اور قرآن مجید کے نکات بیان کرنے میں الگ منفرد انداز اگر قارئین دیکھنا چاہیں تو پھر حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل کی تفسیر ’’حقائق الفرقان‘‘ کا مطالعہ کریں۔

جماعت احمدیہ کے پریس میں نمایاں اضافہ

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ خلافت میں جماعت کے پریس میں نمایاں اضافہ ہوا۔ یعنی آپ کے زمانہ میں جماعت میں چار نئے اخبارات جاری ہوئے۔

۱۔ ۱۹۰۹ء میں قادیان سے اخبار ’’نور‘‘ کا اجراء ہوا۔ جو شیخ محمد یوسف صاحب نے سکھوں میں تبلیغ اسلام کے لئے جاری کیا تھا۔

۲۔ ۱۹۱۰ء میں دہلی سے اخبار ’’الحق‘‘ میر قاسم علی صاحب نے جاری کیا۔

۳۔ ۱۹ جون ۱۹۱۳ء کو قادیان سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ (خلیفۃ المسیح الثانی) کی زیر ادارت اخبار ’’الفضل‘‘ جاری ہوا۔ اور یہی اخبار بعد میں جماعت احمدیہ کا مرکزی آرگن بنا۔ آج بھی مختلف ادوار سے گزرتا ہوا اخبار ’’الفضل‘‘ ہفت روزہ انٹرنیشنل لندن سے اور اخبار ’’الفضل‘‘ روزانہ ربوہ پاکستان سے شائع ہوتا ہے۔

۴۔ ۱۰؍ جولائی ۱۹۱۳ء کو اخبار ’’پیغام صلح‘‘ لاہور سے جاری ہوا۔ پہلے سے جاری گزشتہ اخبارات ’’بدر‘‘ اور ’’الحکم‘‘ کو شامل کریں تو یہ تعداد ۶ تک پہنچتی ہے۔ جو جماعت کی تعداد اور اوسط کے لحاظ سے ایک اچھی تعداد ہے۔

مدرسہ احمدیہ کا قیام

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے دور خلافت کے عظیم کارناموں میں سے ایک عظیم کارنامہ مدرسہ احمدیہ کا قیام ہے۔ حضور کی شروع ہی سے خواہش تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یادگار کے طور پر ایک دینی مدرسہ قائم ہونا چاہئے۔ چنانچہ صدر انجمن احمدیہ کے بعض سرکردہ لوگوں کی مدرسہ قائم نہ ہونے سے متعلق تمام تر کوششوں کے باوجود ۱۹۰۹ء کی پہلی سہ ماہی میں آپ کی یہ دلی تمنا پوری ہو گئی۔ جس کا نام حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کی رائے پر مدرسہ احمدیہ رکھا گیا۔ مدرسہ کے سب سے پہلے ہیڈ ماسٹر حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ مقرر ہوئے۔

مدرسہ کے قیام سے پہلے جنوری میں ایک سب کمیٹی مدرسہ کے نظام اور نصاب کے سلسلہ میں بنائی گئی جس کے ممبران یہ تھے۔

۱۔ حضرت صاحبزادہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ۔

۲۔ حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ

۳۔ حضرت مولوی سید سرور شاہ صاحبؓ

۴۔ حضرت قاضی امیر حسین صاحبؓ

۵۔ حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحبؓ

۶۔ مولوی محمد علی صاحب

سب کمیٹی نے ایک مکمل سکیم پیش کی جسے حضور نے معمولی ترمیم کے ساتھ منظور کر لیا۔ ابتداء میں اس شاخ میں دینیات کے طلباء اور بعض دوسرے طالب علم داخل ہوئے جن کی تعداد ۲۷ تھی۔ شروع شروع میں چار جماعتیں کھولی گئیں۔ بعض وجوہات کی بنا پر چوتھی جماعت قائم نہ رہ سکی لیکن ۱۹۱۰ء میں یہ جماعت پھر شروع ہو گئی اور تعداد انتالیس تک ہو گئی۔ ۱۹۱۱ء میں طلباء کی تعداد ۶۸ ہو گئی اور پانچویں کلاس بھی شروع ہو گئی۔

اس کے علاوہ حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے مشورہ سے ایک سپیشل کلاس شروع کی گئی جس میں لڑکوں کو ایک سال تک تعلیم دیکر دوسری کلاسوں کے ساتھ شامل کیا جانے لگا۔ ۱۹۱۲ء میں مدرسہ کی چھٹی کلاس ۱۹۱۳ء میں ساتویں کلاس بھی کھل گئی۔ اس طرح تمام کلاسیں کھل گئیں اور طلباء تعلیم مکمل کر کے سلسلہ کی خدمت کیلئے آنے لگے۔ مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے مدرسہ احمدیہ جامعہ احمدیہ میں تبدیل ہوا۔

آج جامعہ احمدیہ دنیا کے کئی ممالک میں قائم ہو چکا ہے۔ جس میں مشہور معروف جامعہ احمدیہ قادیان اور جامعہ احمدیہ ربوہ ہیں۔

جماعت احمدیہ کا پہلا بیرونِ ملک مشن

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے عہد مبارک کا ایک عظیم کارنامہ یہ ہے کہ آپ کے زمانہ میں جماعت کا پہلا بیرونی تبلیغی مشن قائم ہوا۔ اس وقت تک براہِ راست تبلیغ صرف ہندوستان تک محدود تھی اور بیرونی ممالک میں صرف خط و کتابت یا رسالہ جات وغیرہ کے ذریعہ تبلیغ ہوتی تھی لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے زمانہ میں آ کر جماعت کا پہلا بیرونی مشن لندن میں قائم ہوا جو آج تک بفضل تعالیٰ قائم دائم ہے۔

جماعتی عمارات میں توسیع

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے زمانہ میں جماعت نے جیسے جیسے ترقی کی اس کے ساتھ ہی جماعتی ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے نئی نئی عمارتوں کی بھی ضرورت پیش آئی اور آپ کے عہد خلافت میں بہت ساری جماعتی عمارتیں بھی تعمیر ہوئیں۔

☆۔ ۱۹۱۰ء کی پہلی سہ ماہی میں مسجد اقصیٰ کی توسیع عمل میں آئی جس کے نتیجہ میں ایک بڑا کمرہ اور برآمدہ تعمیر ہوا۔ مستورات کے لئے زیر تعمیر منارۃ المسیح کے ساتھ ایک چبوترہ بھی بنا دیا گیا۔

مارچ ۱۹۱۰ء میں جلسہ سالانہ منعقد ہونے والا تھا اور مسجد کے نچلے کمرہ میں مٹی ڈلوانے کیلئے مزدور نہ مل رہے تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی تحریک پر احباب جماعت مٹی کھودنے اور ٹوکریاں اٹھانے میں مصروف ہو گئے۔ خود حضورؓ نے مسجد اقصیٰ کی تعمیر نو کیلئے نہایت سرگرمی سے مٹی اٹھانی شروع کر دی جس نے احباب میں ایک نئی روح پھونک دی۔ مسجد اقصیٰ کی توسیع کے ساتھ ہی مستورات کو بھی جمعہ میں شامل ہونے کا موقع مل گیا۔ چنانچہ ۲۱ جنوری ۱۹۱۰ء کے جمعہ میں مستورات نے جن میں حضرت اماں جان بھی شامل تھیں، مسجد اقصیٰ میں سب سے پچھلی صف میں خطبہ سنا اور نماز پڑی۔

☆......قادیان کی بڑھتی آبادی کے پیش نظر یہ ضروری دکھائی دیتا تھا کہ پرانی آبادی سے نکل کر جدید محلّہ جات آباد کئے جائیں۔ اس کے پیش نظر قادیان کے مشرقی جانب جو ابتداء میں محلّہ بھٹہ یا چھاونی کہلاتا تھا، ایک نیا محلّہ پلاننگ کے ساتھ آباد کرنا شروع کیا۔ اس محلّہ میں بہت سی عالیشان عمارتیں تعمیر ہوئیں اس محلّہ میں اسکول کالج اور بورڈنگ ہاؤس تعمیر ہوئے جس کی مناسبت سے اس محلّہ کا نام حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے ’’دارالعلوم‘‘ رکھا۔

مسجد نور

محلّہ دارالعلوم کی آبادی کا آغاز مسجد نور سے ہوا۔ اس مسجد کی بنیاد خود حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے اپنے دست مبارک سے ۵ مارچ ۱۹۱۰ء کو رکھی۔ اس موقع پر احمدیوں کی کثیر تعداد موجود تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے متضرعانہ دعاؤں کے ساتھ پہلی اینٹ رکھی اور اینٹوں کے ڈھیر پر بیٹھ کر عمارتوں اور مسجدوں کے حقیقی فلسفہ پر ایک پر معارف تقریر فرمائی۔

(بدر ۲۴؍۱۲ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۲ کالم نمبر ۳)

بورڈنگ تعلیم الاسلام ھائی اسکول

قادیان سے باہر کے طلباء بڑی کثرت سے تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے قادیان آ رہے تھے ان کی رہائش کیلئے کوئی موزوں جگہ نہ تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے محلّہ دارالعلوم میں ۱۹۱۰ء میں ہی ایک عالی شان اور وسیع عمارت کی بنیاد رکھی جس میں دوصد طلباء کی رہائش کی گنجائش تھی۔ اس عمارت کے تین حصے جلد ہی ستمبر ۱۹۱۰ء تک مکمل ہو گئے۔ باقی حصہ بھی بعد میں مکمل ہو گیا۔ اس بورڈنگ ہاؤس میں سب سہولتیں موجود تھیں۔ (تاریخ احمدی جلد ۴ صفحہ ۳۳۰)

تعلیم الاسلام ھائی اسکول

تعلیم الاسلام اسکول کا اجراء دراصل حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں ہی ہو گیا تھا لیکن بڑھتی ضرورتوں کے پیش نظر ایک بڑے اور وسیع اسکول کی ضرورت تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے محلّہ دارالعلوم ہی میں ۲۵ جولائی ۱۹۱۲ء کو تعلیم الاسلام اسکول کی نئی عمارت کی بنیاد رکھی۔ اس عمارت میں عام کمروں کے علاوہ سائنس روم اور وسیع حال بھی موجود تھے۔ اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے جماعتی ترقی کی خاطر جس بنیاد کی ضرورت تھی اس کو پورا کیا تاکہ جماعت کے نوجوان دینی ماحول میں رہ کر اعلیٰ تعلیم حاصل کریں اور سلسلہ کے خادم ہوں۔

مختصر یہ کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا دور خلافت عظیم الشان کارناموں سے پُر ہے۔ آپ کے دل میں عشق قرآن کی محبت کے سوتے پھوٹتے تھے اور آپ ان سوتوں سے ساری جماعت کو تاحیات سیراب کرتے رہے۔ خلیفہ اور مقام خلافت کی قدر و منزلت کا جو لہجہ آپ نے جماعت میں بویا، اس کے نتیجہ میں آج جماعت احمدیہ خلافت کے بابرکت نظام کے تحت ساری دنیا میں اشاعت اسلام اور قلوب کی تسخیر کا کام سرانجام دے رہی ہے۔

حضرت مسیح موعودؑ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقین بودے

••••••••••

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

بابرکت تحریکات

(مکرم مولوی محمد یوسف صاحب انور، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)

دنیا میں خدا تعالیٰ کے بے شمار نیک اور پیارے بندے گزرے ہیں جن کی زندگی کا لمحہ لمحہ حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی میں گذرا ہے جن کو اپنے مولیٰ کریم اور خالق حقیقی سے بے انتہا محبت تھی۔ آج کی خصوصی اشاعت میں خاکسار جس عظیم شخصیت کے بارے ذکر کرنے لگا ہے وہ بھی خدا تعالیٰ کے نیک اور پیاروں میں سے، اپنے مولیٰ کریم اور آنحضرت صلعم اور ان کے عاشق صادق حضرت مسیح موعودؑ کا فدائی تھا، مجھے اُن کی بابرکت تحریکات پر مضمون تحریر کرنا ہے۔

زمانہ کے تقاضہ کے تحت تبلیغی و تربیتی اور دیگر مختلف قسم کے امور کے پیش نظر خلفائے کرام جماعت کے سامنے اُن تحریکات کا ذکر فرماتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے اُن کے دل میں ڈالی جاتی ہیں، جن کا مقصد حقوق اللہ اور حقوق العباد کے ساتھ ساتھ احباب جماعت کا ازدیاد ایمان ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے وصال کے بعد خدا کے وعدہ اور آپؑ کی پیشگوئی کے مطابق جماعت احمدیہ میں خلافت کا نظام جاری ہوا اور سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے حضرت حکیم حاجی حافظ نور الدین صاحبؓ کو خلعت خلافت سے نوازا۔ ۱۹۰۸ء سے لیکر ۱۹۱۴ء تک قریباً چھ سال آپ مسند خلافت پر متمکن رہے۔ آپؓ کا سب بڑا کارنامہ استحکام خلافت ہے۔ جس طرح آنحضرت صلعم کے بعد ایک عجیب بے چینی پیدا ہوگئی تھی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس بے چینی کو دور کیا اور خلافت کے نظام کو مستحکم کیا بالکل اسی طرح اس دور میں حضرت مسیح موعودؑ کے وصال پر اضطراب کی کیفیت کا عالم تھا اور لوگ عجیب کشمکش میں تھے مگر خدا تعالیٰ کے اس بندے نے خلافت پر متمکن ہوتے ہی منکرین خلافت اور مخالفین کو ایسا خاموش کردیا کہ وہ دم بخود رہ گئے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے اپنے دور خلافت میں بعض نہایت اہم اور مبارک تحریکات احباب جماعت کے سامنے رکھیں جن پر احباب جماعت نے والہانہ لبیک کہا اور اس طرح یہ آسمانی اور روحانی نظام ترقی کی منازل طے کرتا رہا۔ چونکہ اب جبکہ خلافت جوبلی دنیا بھر میں منائی گئی اور نئی صدی کا پہلا جلسہ سالانہ منعقد ہو رہا ہے۔ اس موقعہ پر ایک خصوصی اشاعت بیادگار حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ شائع ہو رہی ہے۔ خلافت اولیٰ کی مبارک تحریکات اختصار سے ہدیہ قارئین کی جاتی ہیں۔

خلافت پر متمکن ہونے کے بعد آپؓ نے جو پہلی تحریک جماعت کے سامنے رکھی وہ یہ تھی کہ۔

۱۔ تمام بیعت کنندگان کو قادیان آکر ملنے کی تحریک۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کا حکم ہے کہ تمام بیعت کنندگان کے واسطے ضروری ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہوسکے کچھ نہ کچھ فرصت نکال کر ملاقات کے واسطے سب قادیان آویں۔ کیونکہ اس سے روحانی ترقی ہوتی ہے اور ایمان میں تقویت پیدا ہوتی ہے۔

(اخبار بدر ۱۹۰۸ء)

۲۔ خوش نویس حضرات کو مرکز میں آکر رہنے کی تلقین:

حضورؓ نے یہ تحریک فرمائی تھی کہ خوش نویس حضرات یہاں مرکز میں آکر رہیں تا کہ سلسلہ کے کام بروقت ہوسکیں۔ (الحکم ۱۴ جون ۱۹۰۸ء)

چونکہ اس زمانے میں آج جیسی سہولیات نہیں تھیں اس لئے اس تحریک کی ضرورت تھی۔

دینی مدرسہ کیلئے تحریک:

چونکہ یہ الٰہی سلسلہ ہے اور نشاۃ ثانیہ کا دور ہے اسلئے حضورؓ کے دل میں خلافت کے ابتدائی ایام میں ہی یہ تحریک اُٹھی کہ حضرت مسیح موعودؑ کی یاد میں ایک دینی مدرسہ قائم کیا جائے جس میں واعظین تیار کئے جائیں۔ ۱۹۰۵ء میں ایک ’’شاخ دینیات‘‘ مدرسہ تعلیم الاسلام کے ساتھ قائم تھی۔ مگر غالباً فنڈ کی کمی کی وجہ سے اس کی حالت نہایت درجہ ناقص تھی۔ لہٰذا حضرت خلیفہ اوّل کے حکم سے حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، حضرت نواب محمد علی خان صاحب ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نے یہ تحریک پوری جماعت کے سامنے رکھی اور بتایا کہ اعلیٰ پیمانہ پر چلانے کیلئے عمدہ مکان اور بہترین لائبریری کا ہونا ضروری ہے۔ یہ مدرسہ دنیا میں اشاعت اسلام کا ایک بھاری ذریعہ ہوگا۔

اور حضرت مسیح موعودؑ کی عظیم الشان یادگار بھی، لہٰذا دوستوں کو اس کیلئے پوری پوری مالی قربانی کرنی چاہئے۔ نیز لکھا۔ اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوکہ یہ بڑے بھاری اخراجات ہیں......اور قوم ان اخراجات کے بوجھ کو برداشت نہ کرسکے گی تو یہ ایک کمزوری کا خیال ہوگا۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم)

۴۔ چوتھی بابرکت تحریک:

مبائعین کی تحریری فہرست تیار کرنے کی ہے۔ ایک اہم تحریک آپ نے یہ فرمائی کہ جماعت کے مبائعین کی مکمل و مفصّل فہرست تیار کی جائے تا قادیان سے جو کچھ شائع ہو جلد سے جلد جماعت کے ہر فرد تک پہنچ جائے۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم)

۵۔ واعظین سلسلہ عالیہ احمدیہ کے تقرر کی تحریک:

یاد رہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں انجمن کی طرف سے باقاعدہ کوئی واعظ......سلسلہ کیلئے مقرر نہ تھے مگر اب خلافت اولیٰ کے شروع میں ہی اس کی شدت سے ضرورت محسوس ہوئی اور خود حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے اس کی تحریک ہوئی۔ اس سلسلہ میں حضرت خلیفہ اوّل کی اجازت سے انجمن نے سب سے پہلے شیخ غلام احمد صاحب نومسلم کو اور بعد ازاں مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی کو مولوی حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی اور حضرت مولوی غلام رسول صاحب راجیکی کو واعظ مقرر کیا، ان کے بعد بعض اور واعظ مثلاً الٰہ دین صاحب فلاسفر بھی نامزد ہوئے۔ (الحکم ۲؍اگست ۱۹۰۸ء)

۶۔ اولوالامر کی اطاعت کی تحریک:۔

حضرت خلیفۃ المہدی کا فرمان تمام احمدیہ جماعت کے نام

اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم۔ ترجمہ: اللہ اور اُس کے رسول اور حکام وقت کی اطاعت کرو۔ فرمایا: اس وقت میں اپنی تمام جماعت کو ایک نہایت ضروری امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ اس سلسلہ کے بانی حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کا ایک ضروری جزو گورنمنٹ کی وفاداری تھی یہاں تک کہ کوئی کتاب آپ کی ایسی نہیں جس میں اس بات پر زور نہیں دیا گیا۔ آپؑ نے نہ صرف اپنی جماعت کو عام طور پر گورنمنٹ کے احسان اور اس کی برکات یاد دلا کر ہی یہ نصیحت کی تھی کہ وہ اس گورنمنٹ کے دل و جان سے وفادار اور ہر حال میں خدمات کے لئے تیار رہیں۔ جیسا کہ تعلیم قرآنی ھل جزاء الاحسان الاّ الاحسان کا منشاء ہے بلکہ اپنی اس تعلیم سے...... اس سلسلہ میں شامل ہونے والوں کے دلوں کو پھر ایک قسم کی بغاوت اور فساد اور شر کے خیالات پھیلانے شروع کئے تو اُس وقت بھی ہمارے امام نے پرزور الفاظ میں ساری جماعت کو یہ نصیحت کی کہ وہ گورنمنٹ کی وفاداری میں ثابت قدم رہیں اور نہ صرف ایسے لوگوں کے ساتھ جو گورنمنٹ کے خلاف لوگوں کو اُکسانے میں شامل نہ ہوں۔ بلکہ حتیٰ الوسع اپنے دوسرے وطنی بھائیوں کے اُن غلط اور مفسدانہ خیالات کی اصلاح کی کوشش کریں۔ چنانچہ ۷ مئی ۱۹۰۷ء کے اشتہار میں جو بعنوان ’’اپنی تمام جماعت کے لئے ضروری نصیحت‘‘ آپؑ نے شائع فرمایا تھا۔ آپ نے یہ تحریر فرمایا تھا کہ چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ ان دنوں میں بعض جاہل اور شریر لوگ اکثر ہندوؤں میں سے اور کچھ مسلمانوں میں سے گورنمنٹ کے مقابل پر ایسی ایسی حرکتیں ظاہر کرتے ہیں جن سے بغاوت کی بو آتی ہے بلکہ مجھے شک ہوتا ہے کہ کسی وقت باغیانہ رنگ اُن کی طبائع میں پیدا ہو جائے گا۔ اس لئے میں اپنی تمام جماعت کے لوگوں کو جو مختلف مقامات پنجاب اور ہندوستان میں موجود ہیں جو بفضل تعالیٰ کئی لاکھ تک ان کا شمار پہنچ گیا ہے۔ نہایت تاکید سے نصیحت کرتا ہوں کہ وہ میری اس تعلیم کو خوب یاد رکھیں جو قریباً چھبیس برس سے تقریری اور تحریری طور پر اُن کے ذہن نشین کرتا آیا ہوں۔ یعنی یہ کہ اس گورنمنٹ انگریزی کی پوری اطاعت کریں کیونکہ وہ ہماری محسن گورنمنٹ ہے اور پھر اشتہار میں آگے چل کر یوں تحریر فرمایا تھا: سو یاد رکھو اور خوب یاد رکھو کہ ایسا شخص میری جماعت میں داخل نہیں رہ سکتا جو اس گورنمنٹ کے مقابلہ پر کوئی باغیانہ خیال دل میں رکھے اور میرے نزدیک یہ سخت بدذاتی ہے کہ جس گورنمنٹ کے ذریعہ ہم ظالموں کے پنجہ سے بچائے جاتے ہیں اور اس کے زیر سایہ ہماری جماعت ترقی کررہی ہے۔ اس کے احسان کے ہم شکر گذار نہ ہوں۔ (اخبار بدر ۱۹۰۸ء)

۷۔ ناصر وارڈ کیلئے چندہ کی تحریک:

ناصر نواب صاحب کو جو انجمن ضعفاء کے سرگرم ممبر تھے۔ بیماروں کیلئے ایک وسیع مکان بنانے کا خیال آیا۔ حضرت خلیفہ اوّلؓ تحریر فرماتے ہیں۔

میر صاحب کی تجویز ہے کہ بیماروں کیلئے ایک وسیع مکان بنانا ضروری ہے تا کہ ڈاکٹر صاحب اور طبیب ایک ہی جگہ ان کو دیکھ لیا کریں اور ان کی تیمار داری میں کافی سہولت ہو۔ ان کی اس جوش بھری خواہش کو میں نے محسوس کر کے ایک سو روپے کا وعدہ ان سے بھی کرلیا ہے۔ اور تیس روپے نقد بھی دیئے ہیں۔ ایک پرانی رقم ساٹھ روپے کی جو اس کام کیلئے میں نے جمع کی اس کو بھی دینے کا وعدہ کیا۔ اس جوش بھرے مخلص نے قادیان کی بستی مخالفوں اور موافقوں اور ہندوؤں اور ؛مسلمان و دوست سب کو چندہ کیلئے تحریک کی۔ جہاں تک مجھے علم ہے اس کا اثر تھا کہ رات کے وقت میری بیوی نے مجھ سے بیان کیا کہ آج جو میر صاحب نے تحریک کی ہے اس میں میں نے سچے دل اور کامل جوش اور پورے اخلاص سے چندہ دیا ہے اور میں چاہتی ہوں کہ اگر ایسے مکان کیلئے ہمارے کوئی مکان کسی طرح بھی مفید ہوسکیں تو میں اپنی خام حویلی دینے کو دل سے تیار ہوں۔

۸۔ یتامیٰ، مساکین اور طالب علموں کی امداد کی تحریک:

ہماری قوم کے سامنے کئی قسم کے چندے مثلاً لنگر خانہ، مدرسہ، اشاعت اسلام، تعمیر مدرسہ۔ یادگار وغیرہ کے اور بھی ہیں۔ لہٰذا ان تمام چندوں کو مدنظر رکھ کر قریباً چار ہزار روپیہ یتامیٰ اور مساکین کی مدد کیلئے الگ نکل آنا اللہ تعالیٰ کے فضلوں میں سے ہے چونکہ درخواستیں زیادہ آنے کی صورت میں گنجائش اتنی نہیں

ہے اور درخواستوں کو منظور ہونے کی کوئی سبیل نظر نہیں آتی جب یہ بات حضرت خلیفۃ المسیح اوّل کے علم میں لائی گئی تو حضورؓ نے اس تحریک کی اجازت دے دی۔ اور جماعتوں کو اس سے مطلع کیا گیا۔

۹۔ بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام کی تعمیر کیلئے تیس ہزار روپے کی تحریک:

حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ کے دور خلافت میں اس کی تحریک کی گئی۔ حضورؓ نے اس رقم کی فراہمی کیلئے ایک وفد بھی مقرر فرمایا جس کے ممبر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب، جناب ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب، حضرت مفتی محمد صادق صاحب، جناب خواجہ کمال الدین صاحب، جناب ڈاکٹر سید محمد حسین شاہ صاحب، حضرت شیخ یعقوب علی صاحب اور جناب مولوی محمد علی صاحب تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح کے چھ سو روپے کے چندہ سے جو کل رقم کا پچاسواں حصہ تھا اس مبارک کام کی ابتداء کی۔

(حیات نور صفحہ ۴۳)

۱۰۔ خصوصی دعاؤں کی تحریک:

فرمایا: چونکہ ان ایام میں اللہ تعالیٰ کے قہری نشانات ظاہر ہو رہے تھے۔ ایران۔ یونان۔ وسط ایشیا سسلی اور امریکہ کے پے در پے زلازل، حیدرآباد اور پیرس کے تباہ کن سیلاب۔ متفرق مقامات کے طوفان اور جہازوں کی غرقابیاں کس قدر عبرت گاہوں کا نقشہ انسانوں کے سامنے پیش کر رہی ہیں۔ غیر قومیں ان باتوں کو سمجھیں یا نہ سمجھیں پر مسلمانوں کی مقدس کتاب تو ان واقعات کو آیات اور نشانات کے نام سے پکارتی ہے فرمایا: فارسلنا علیھم الطوفان والجراد والقمل والضفادع والدّم آیات مفصلات فاستکبروا وکانوا قومًا مجرمین۔ آیا ہے۔

پس ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹڈیاں اور چچڑیاں اور مینڈک اور لہو۔ یہ سب نشانات جدا جدا ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے فرمایا کہ یہ دعائیں نماز فجر و شام کے بعد بالالتزام پڑھی جائیں۔

بسم الله الذی لا یضر مع اسمہ شیئ فی الارض ولا فی السماء وھو السمیع العلیم۔ اعوذ بکلمٰت الله التامات من شر ما خلق۔

انشاءاللہ طاعون سے محفوظ رہیں گے۔

(بدر ۳ مارچ ۱۹۱۰)

حضورؓ نے فرمایا۔ میری طرف مختلف علاقوں سے خط آ رہے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ طاعون بڑی سرعت و شدت کے ساتھ ترقی کر رہا ہے۔

۱۔ بہت استغفار کرو۔ بہت استغفار کرو۔ ۲۔ گھروں میں دُعا کرنے کی عادت ڈالو۔ اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی دُعا و استغفار کی تاکید کرو۔ ۳۔ حسب استطاعت مالی خیرات کرو۔ ۴۔ باطنی صفائی ساتھ ظاہری صفائی کی طرف توجہ کرو۔ مکانوں کو اور گھروں کے اسباب کو بہت صاف رکھو۔ ۵۔ چوہوں کے دفیعہ کی تدابیر عمل میں لاؤ۔ غالباً اسی کی راہ سے یہ مرض پھیلتا ہے۔ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ یہ بڑا فاسق ہے۔ (بدر ۳/مارچ ۱۹۱۰ء)

۱۱۔ اسلامی یونیورسٹی کی امداد کی تحریک:

اس ضمن میں حضورؓ نے فرمایا چونکہ اس وقت ایک عام تحریک اسلامی یونیورسٹی کے ہندوستان میں قائم کرنے کیلئے ہو رہی ہے اور بعض احباب نے دریافت کیا ہے کہ اس چندہ میں ہمیں شامل ہونا چاہئے یا نہیں۔ اس لئے ان سب احباب کی اطلاع کے لئے جو اس سلسلہ میں شامل ہیں یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اگرچہ اپنے سلسلہ کی ضروریات بہت ہیں اور ہماری قوم پر بہت چندوں کا بوجھ ہے تاہم چونکہ یونیورسٹی کی تحریک ایک مفید اور نیک تحریک ہے۔ اس لئے ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ہمارے احباب بھی اس میں شامل ہوں اور قلمے، قدمے، سخنے، درمے مدد دیں۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم ۳۶۸)

۱۲۔ کتب حضرت مسیح موعودؑ کی اشاعت کی تحریک:

حضورؓ نے ایڈیٹر اخبار بدر کی ایک رپورٹ سن کر فرمایا۔

'' میں توجہ میں اتنا ضرور کہوں گا کہ توجہ دو طرف مشکل ہوتی ہے جب تک احباب ان کتب اور ریویو پر توجہ نہ فرمائیں گے، کام نہیں چلے گا''۔

'' ہم انشاءاللہ وقتاً فوقتاً حسب ضرورت حضرت اقدسؑ کی کتابوں کی فہرست اخبار ادر میں شائع کرتے رہیں گے۔'' (اخبار بدر قادیان ۲۲ فروری ۱۹۱۲)

۱۳۔ لنگرخانہ کیلئے چندہ کی تحریک:

حضورؓ نے فرمایا...... یہاں ایک لنگر خانہ ہے ان لوگوں کیلئے ہے جو اپنے دنیوی کاروبار سے فراغت کا وقت نکال کر یہاں علم دین سیکھنے کیلئے آتے ہیں۔ یہ اس سلسلہ کی سب سے پہلی شاخ ہے۔ وہ اس وقت قریباً دو ہزار روپے کا مقروض ہے۔ اگر سب احمدی اپنے اوپر حسب استطاعت ایک رقم مقرر کر کے اسے باقاعدہ ادا کریں تو اس کے اخراجات بآسانی چل سکتے ہیں۔ مگر بہت ہیں جن کو باوجود بار بار کی تاکید کے اس طرف توجہ نہیں ہوئی یا کوئی رقم مقرر کر کے وعدہ کر لیتے ہیں پھر ادا نہیں کرتے۔ پھر ایک مدرسہ ہے جس میں تمہارے بچوں کی دنیوی و دینی تعلیم کا سامان کیا گیا ہے اور اس زہریلی ہوا سے بچانے کی فکر اس میں کی جاتی ہے جس نے بہت سی روحوں کو ہلاک کر دیا ہے۔ ایک دوسرا مدرسہ ہے جس میں صرف دینی تعلیم دی جاتی ہے اس کے استحکام کیلئے ابھی بہت سے روپیہ کی ضرورت ہے۔ اشاعت اسلام کا سلسلہ ہے۔ یتامیٰ اور مساکین کیلئے علیحدہ ضرورت ہے۔ ایسے ہی اور کئی قسم کے ضروری کاروبار ہیں جن میں تم سب کو حصہ لینا ضروری ہے۔ پھر ان کے ساتھ ہر ایک کام کیلئے عمارت کی ضرورت ہے۔ تمہیں ان اخراجات کا فکر کم از کم تو ہونا چاہئے۔ جتنا اپنی ضروریات کا فکر رکھتے ہو......

ان اغراض کیلئے جو اس سلسلہ کے اہم اغراض ہیں، چندہ دینے کو اپنے اوپر فرض کر لو۔ دنیا کی حرص کو کم کرو۔ اور ہر ایک قسم کے ناجائز طریق حصول روپیہ کو سخت آگ سمجھو۔ میں نے محض تمہاری خیرخواہی کیلئے اور تمہارے ساتھ ہمدردی کی وجہ سے یہ باتیں تم کو کہی ہیں۔ اگر تم ان باتوں کو مان لو گے تو دنیا اور آخرت میں سکھ پاؤ گے۔ والسلام من اتبع الہدیٰ۔

(بدر ۱۹ نومبر ۱۹۱۱ء)

۱۴۔ یتامیٰ فنڈ کی تحریک: فرمایا کہ میں اُمید کرتا ہوں کہ ہماری جماعت کے مخلص جلد اس طرف توجہ کر کے یتیم فنڈ کی موجودہ حالت کو ایسا بنانے کی کوشش کریں گے کہ اس کے لئے دوبارہ مجھے کہنے کی ضرورت نہ ہو۔

(بدر ۲۸ مارچ ۱۹۱۲ء)

۱۵۔ اسی طرح ترکی کے زخمیوں کی امداد کیلئے آپؓ نے تحریک فرما۔

۱۶۔ ایک مرتبہ آپؓ نے علم الرؤیا پر ایک ضخیم کتاب تیار کرنے کا ارشاد فرمایا۔

۱۷۔ درس القرآن میں شامل ہونے والی مستورات کی فہرست تیار کرنے کی تحریک۔

(الحکم ۱۴ دسمبر ۱۹۱۲ء)

۱۸۔ مکرم خواجہ کمال الدین صاحب کی طرف سے لندن سے جاری کردہ رسالہ کی امداد کیلئے تحریک۔

(اخبار بدر ۶ مارچ ۱۹۱۳ء)

۱۹۔ اسی طرح آپؓ نے درس حال تعمیر کرنے کی تحریک فرمائی۔ (بدر ۳ مارچ ۱۹۱۳ء)

جملہ تحریکات کے علاوہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترجمہ قرآن مجید اور کتب احادیث کی اشاعت کی تحریک فرمائی۔

(تاریخ احمدیت جلد ۳ صفحہ ۴۶۷)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کا چھ سالہ دور خلافت ہر لحاظ سے بابرکت ثابت ہوا۔ جو برکتوں، رحمتوں اور انوار الٰہی کے نزول سے معمور تھا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضورؓ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

☆☆☆☆☆☆

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی یاد میں

(کلام: حضرت قاضی ظہور الدین اکمل صاحبؓ)

آپ اے امیر المؤمنین، آپ اے امامِ متقیں ۔ ہر وقت ہم کو یاد ہو۔ بھولے نہیں بھولے نہیں
اسلام کے ماہِ مبیں، اے آفتابِ علم و دیں ۔ کیوں چھپ گئے زیرِ زمیں، چمکو با نوارِ یقیں
بے چین ہے پہلو میں دل، جانِ حزیں ہے مضمحل ۔ سینہ پر اپنے رکھ کے سل، رہتے ہیں ہم اندوہگیں
نالائقی اُس قوم کی، کچھ بھی نہ جس نے قدر کی ۔ وہ رسمِ الفت چھوڑ دی، باہم بڑھایا بغض و کیں
اُف کیا کہوں کیا ہوگیا، جو مال تھا وہ کھوگیا ۔ بیدار ہوکر سوگیا، یہ مجمعِ اخوانِ دیں
یارب یہ کیا اندھیر ہے، قسمت کا کیسا پھیر ہے ۔ تیرے کرم کی دیر ہے، ہاں بات تو کچھ بھی نہیں
اے کاش وہ سوچیں کبھی، آیا تھا ہم میں اک نبی ۔ اُس نے ہمیں تعلیم دی، مل کر کریں خدماتِ دیں
جوں دانہ تسبیح ہم، ہوں ایک رشتے میں بہم ۔ جاتے رہیں سب غم و ہم، خوشیاں منائیں ہم یہیں
اک دوسرے پر جان دیں، منوائیں کچھ کچھ مان لیں ۔ اور صدقِ دل سے جان لیں، چارہ بغیر اس کے نہیں
ہو اک امام و مقتدا، محمود احمدِ میرزا ۔ ہردلعزیز و پارسا، عالم باعمال متیں
فاروق ہے سرگرم ہے، دل کا نہایت نرم ہے ۔ آنکھوں میں اس کی شرم ہے، چہرہ ہے یا ماہِ مبیں
اے کاش! وہ آتے یہاں، قرآن کا سنتے بیاں ۔ وہ نکتہ ہائے دلستاں، جو ہیں غذائے مؤمنیں
مرکز بناتے قادیاں، جو کچھ ہے لاتے قادیاں ۔ آتے تو آتے قادیاں، مأمن بنالیتے یہیں
دارالاماں کو چھوڑ کر، اللہ سے منہ موڑ کر ۔ ہاں عہد اپنا توڑ کر، جاتے نہ پھر ہرگز کہیں
اے نورِ دینِ مصطفیٰ، میں قبر پر تیری کھڑا ۔ روناہی رونے لگا، جس سے مرا دل ہے حزیں
میں ضبط سے معذور ہوں، اس خبط سے مجبور ہوں ۔ خدمت سے تیری دور ہوں، کچھ سوجھتا مجھ کو نہیں
اکملؔ کا جی گھبرا گیا، اس واسطے یاں آگیا ۔ اس کو تو یہ غم کھا گیا، مانا نہ حکم نوردیں

کس درد سے کس پیار سے کتنے بڑے اصرار سے
اس نے کہا اخیار سے، میرا ہو کوئی جانشیں

(رسالہ انصار اللہ ربوہ، خلافت جوبلی نمبر صفحہ ۲۴۰ سے ماخوذ)

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ

توکل علی اللہ اور تواضع کے واقعات کی روشنی میں

(مکرم مولوی عطاء اللہ نصرت صاحب، مربی سلسلہ اصلاح وارشاد قادیان)

علم و معرفت کے بحر بیکراں اور ولایت و کرامات کی چلتی پھرتی تصویر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو دیکھ کر بزرگان سلف کے کارناموں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔امیر المؤمنین سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ مسلمہ طور پر اپنے علم وعرفان اور تقوی کے لحاظ سے حضرت مسیح موعودؑ کے بعد سب سے بلند اور سب سے ممتاز مقام رکھتے تھے۔سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ اپنے علم و فضل وتقوی وطہارت اور توکل علی اللہ اور اطاعت میں ایسا مقام رکھتے تھے جو بعض لحاظ سے عدیم المثال تھا۔آپ کی تعریف میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کا یہ شعر کافی ہے۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک زامت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک دل پُر از نور یقیں بودے

اور صرف یہی نہیں حضرت مسیح موعودؑ نے اپنی تحریرات میں آپ کے متعلق بہت حسین خیالات کا اظہار فرمایا جس سے آپ کی سیرت نمایاں طور پر روشن ہوتی نظر آتی ہے۔حضرت مسیح موعودؑ اپنی ایک عربی کتاب حمامۃ البشری میں فرماتے ہیں :۔

’’میرے سب دوست متقی ہیں لیکن ان سب سے قوی البصیرت اور کثیر العلم اور زیادہ نرم اور زیادہ حلیم اور اکمل الایمان اور سخت محبت اور معرفت اور خشیت اور یقین اور ثبات والا ایک مبارک شخص بزرگ متقی عالم صالح فقیہہ اور جلیل القدر محدث اور عظیم الشان حاذق حاکم حاجی الحرمین حافظ قرآن قوم کا قریشی اور نسب کا فاروقی ہے۔جس کا نام مع لقب گرامی حکیم نورالدین بھیروی ہے۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد سوم)

جب حضرت مسیح موعودؑ نے اسلام کی نشاۃ ثانیہ کا مشن شروع فرمایا تو آپ کو بمطابق سنت انبیاء انصار کی ضرورت پیش آئی جیسا کہ آپ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

فضل کے ہاتھوں اب اس وقت کر میری مدد
کشتی اسلام تا ہو جائے اس طوفاں سے پار

چنانچہ اللہ تعالی نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور یوں مدد ونصرت کا وعدہ فرمایا۔**ینصرک رجال نوحی الیھم من السماء۔**

حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں فرماتے ہیں:

’’میں رات دن خدا تعالی کے حضور چلاتا اور عرض کرتا تھا کہ اے میرے رب میرا کون ناصر ومددگار ہے۔میں تنہا ہوں جب دعا کا ہاتھ پے در پے اٹھا تو اللہ تعالی نے میری عاجزی اور دعا کو شرف قبولیت بخشا اور رب العالمین کی رحمت نے جوش مارا اور اللہ تعالی نے مجھے ایک مخلص صدیق عطا فرمایا۔اس مرد خدا کا نام اس کی نورانی صفات کی طرح نور الدین ہے۔جب وہ میرے پاس آکر مجھ سے ملا تو میں نے اسے اپنے رب کی آیتوں میں سے ایک آیت پایا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میری اس دعا کا نتیجہ ہے جو میں ہمیشہ کیا کرتا تھا۔‘‘

(روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۵۷۱ تا ۵۸۶)

اگر چہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول سیدنا حضرت مسیح موعودؑ سے منسلک ہونے سے پیشتر بھی بہت بڑے عالم تھے۔لیکن آپؑ کی صحبت سے وہ نور علی نور ہو گئے۔آپ سے کسی نے ایک مرتبہ یہ سوال کیا کہ آپ خود اتنے بڑے عالم تھے آپ کو مرزا صاحب کی بیعت سے کیا ملا آپ نے جواباً فرمایا ’’آپ سے پہلے مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت خواب میں ہوتی تھی اب بیداری کے عالم میں بھی ہو جاتی ہے۔

فطرت زرخیز میں کیا تخم الفت بو گئی
صحبت مرزا سونے پر سہاگہ ہو گئی
نوردیں کے نور سے تارے ہوئے تھے ماند ماند
اس کی سیرت کو لگائے میرزا نے چار چاند

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی سیرت میں توکل علی اللہ ایک نمایاں اور خاص پہلو ہے آپ کی سیرت کا ذکر توکل علی اللہ کے بغیر نامکمل ہے جب بھی آپ کا ذکر خیر کیا جائے تو آپ کے توکل علی اللہ کے بے شمار واقعات یاد آجاتے ہیں۔جن کے ذکر سے ایمان کو تقویت حاصل ہوتی ہے اور یہ ضروری ہے کہ ایک عارف باللہ اور صاحب ایمان آپ کے ان واقعات سے جھوم اٹھے گا۔آپ کا خدا تعالی سے ایسا ذاتی تعلق تھا۔کہ آپ کی ہر ضرورت کے پورے ہونے کا غیب سے سامان ہو جاتا تھا۔اور اس بارے میں آپ کی زندگی میں اتنے واقعات پیش آئے جن کا شمار ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔آپ فرمایا کرتے تھے کہ میری آمدنی کا راز خدا نے کسی کو بتانے کی اجازت نہیں دی۔سیدنا حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ توکل کا مقام سب سے بڑا مقام ہے لہذا حضرت خلیفۃ المسیح الاول روحانی اعتبار سے اعلی اور ارفع مقام پر فائز تھے آپ کو ایک ایسی فطرت عطا ہوئی تھی۔جو مادی اسباب پر بھروسہ کرنے سے سخت متنفر تھی۔چنانچہ پنڈ دادخان اسکول کا واقعہ اس پر خوب روشنی ڈالتا ہے آپ فرماتے ہیں ایک دفعہ ایک شخص نے جو افسر مدارس تھا۔اور میں پنڈ داد خان میں ہیڈ ماسٹر تھا۔ وہاں انسپکٹر مدارس آگئے میں اس وقت کھانا کھا رہا تھا۔میں نے ان کو کہا آپ بھی آجائیں تو انہوں نے بجائے اس کے کہ میرے ساتھ کھانا کھاتے مجھے فرمایا آپ نے مجھے پہچانا نہیں؟ میں انسپکٹر ہوں اور میرا نام خدا بخش ہے۔میں نے کہا آپ بہت نیک آدمی ہیں۔مدرسوں کے ہاں کھانا نہیں کھاتے۔تو بس پھر تو یہ بہت ہی بہتر ہے۔یہ کہہ کر میں بڑے مزے سے اپنی جگہ بیٹھا رہا اور وہ بیچارہ اپنا گھوڑا خود ہی پکڑے ہوئے اس بات کا انتظار کرتا رہا کہ شاید اب بھی یہ کسی لڑکے کو میرا گھوڑا پکڑنے کیلئے بھیج دے۔جب میں نے کوئی لڑکا نہیں بھیجا تو اس نے خود ہی مجھ سے کہا کہ کسی لڑکے کو تو بھیج دیجئے۔جو میرا گھوڑا تھام لے۔میں نے کہا جناب آپ مدرسوں کے گھر کا کھانا تو کھاتے ہی نہیں کیونکہ آپ اس کو رشوت سمجھتے ہیں تو پھر ہم لڑکے کو گھوڑا پکڑنے کیلئے کیسے کہہ دیں کیونکہ وہ تو یہاں صرف پڑھنے ہی آتے ہیں گھوڑے تھامنے کیلئے تو نہیں آتے۔پھر اگر کسی لڑکے کو گھوڑا تھامنے کیلئے کہہ دیا جائے تو آپ یہ بھی کہیں گے کہ اس کو کہیں باندھ بھی دو۔اور گھاس بھی ڈالا جائے۔تو پھر جب آپ مدرسوں کے کھانے کو رشوت سمجھتے ہیں تو ہم آپ کے گھوڑے کو گھاس کیسے دیں؟

اس کا گھوڑا بڑا شور کرتا تھا۔اتنی دیر میں اس کے ملازم بھی آگئے انہوں نے گھوڑے کو باندھا اور جلدی ہی روٹی وغیرہ تیار کرلی۔اس نے کہا کہ میں امتحان لوں گا۔میں لڑکوں کو امتحان دینے کے لئے تیار کر کے علیحدہ جا بیٹھا۔وہ خود ہی امتحان لیتا رہا بعد میں مجھے کہنے لگا کہ میں نے سنا ہے آپ بڑے لائق ہیں۔اور بڑی لیاقت سے آپ نے نارمل وغیرہ پاس کر کے بہت عمدہ اسناد حاصل کی ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسی باعث سے آپ کو اس قدر ناز ہے میں نے یہ بات سن کر اس کو کہا کہ جناب ہم اس ایک بالشت کا غذ کو خدا نہیں سمجھتے اور ایک شخص کو کہا کہ بھائی اس بت کو ذرا نکال کر تو لاؤ پھر اس کے سامنے ہی اسے منگا کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا کہ ہم کسی چیز کو خدا کا شریک نہیں سمجھتے (اس شخص کو میری اس طرح پر اپنی اسناد کو پھاڑ ڈالنے سے رنج بھی ہوا جس کا اس نے نہایت تاسف سے اظہار کیا۔اور کہنے لگا آپ کے اس نقصان کا باعث میں ہوا ہوں۔نہ میں یہ بات کہتا اور نہ آپ کا نقصان ہوتا) لیکن حقیقت میں جب سے میں نے اس ڈپلومہ کو پھاڑا تب ہی سے میرے پاس اس قدر روپیہ آتا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔میں نے لاکھوں روپیہ کمایا ہے۔‘‘(بحوالہ تاریخ احمدیت صفحہ نمبر 32)

مذکورہ بالا واقعہ سے آپ کا توکل علی اللہ اور استغناء عن الدنیا وما فیھا خوب عیاں ہوتا ہے۔آپ سولہ سال تک مہاراجہ کشمیر کے یہاں ملازم رہے جو 80 ہزار مربع میل کا مالک اور 25 لاکھ نفوس پر حکمران تھا 48 ہزار فوج اس کے ادنی اشارے پر حرکت میں آجاتی تھی۔بادشاہ کی سطوت وشوکت اور رعب اور دبدبہ سے درباریوں کی چاپلوسی و مداہنیت مشلزم تھی۔لیکن مہاراجہ کے دربار میں آپ کی حق گوئی جرأت خودداری مشہور تھی۔۔

مہاراجہ کشمیر بارہا سر دربار تمام درباریوں کو مخاطب کر کے کہا کرتے تھے کہ تم سب اپنی اپنی غرض کو آکر میرے پاس جمع ہو گئے ہو اور میری خوشامد کرتے ہو۔لیکن صرف ایک یہ شخص (میری طرف اشارہ کر کے) ہے جس کو میں نے اپنی غرض کو بلایا ہے اور مجھ کو اس کی خوشامد کرنی پڑتی ہے۔

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ 256)

اللہ تعالی قرآن کریم میں متوکلین کے بارے میں فرماتا ہے کہ’’ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ‘‘اور جو خدا پر توکل کرے تو وہ اس کے لئے کافی ہے۔مندرجہ ذیل واقعہ سے بخوبی اس بات کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

’’22 اکتوبر 1905ء کو حضرت اقدسؑ حضرت ام المؤمنین کو آپ کے خویش و اقارب سے ملانے کیلئے دہلی تشریف لے گئے۔ابھی دہلی پہنچے چند ہی دن ہوئے تھے کہ حضرت میر ناصر نواب صاحب بیمار ہو گئے۔ اس پر حضور کو خیال آیا کہ اگر مولوی نور الدینؓ کو بھی دہلی بلا لیا جائے تو بہتر ہوگا۔چنانچہ حضرت مولوی صاحب کو تار دلوا دیا جس میں تار دینے والے نے امیجیٹ (immediate) یعنی بلا توقف کے الفاظ لکھ دئے۔جب یہ تار قادیان پہنچا تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے تھے۔اس خیال سے کہ حکم کی تعمیل میں دیر نہ ہو۔اسی حالت میں فوراً چل پڑے۔نہ گھر گئے نہ لباس بدلا اور نہ بستر لیا اور لطف یہ ہے کہ ریل کا کرایہ بھی پاس نہ تھا۔جب آپ بٹالہ پہنچے تو ایک متمول ہندو رئیس نے جو گویا آپ کا انتظار ہی کر رہا تھا۔عرض کی میری بیوی بیمار ہے۔مہربانی فرما کر اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیجئے۔فرمایا۔میں نے اس گاڑی پر دہلی جانا ہے رئیس نے کہا میں اپنی بیوی کو یہاں ہی لے آتا ہوں۔چنانچہ وہ لے آیا آپ نے اسے دیکھ کر نسخہ لکھ دیا۔وہ ہندو چپکے سے دہلی کی ٹکٹ خرید لایا۔اور معقول رقم بطور نذرانہ بھی پیش کی۔اس طرح سے آپ دہلی پہنچ کر حضرت اقدس کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔(حیات نور صفحہ 285)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ’’خدا تعالی کا میرے ساتھ یہ وعدہ ہے کہ میں اگر کہیں جنگل بیاباں میں بھی ہوں تب بھی خدا تعالی مجھے رزق پہنچائے گا۔‘‘

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 595)

اور واقعۃً ایک مرتبہ ایک بیاباں میں بھی خدا کا یہ وعدہ پورا ہوا۔محترم حکیم محمد صدیق صاحب کی روایت ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول فرمایا کرتے تھے کہ’’ایک دفعہ جنگل میں تین ساتھیوں کے ساتھ ہم راستہ بھول گئے۔اور کہیں دور نکل گئے۔کوئی بستی نظر نہیں آتی تھی۔میرے ساتھیوں کو بھوک اور پیاس نے ستایا تو ان میں سے ایک نے کہا کہ نورالدین جو کہتا کہ میرا خدا مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔آج ہم دیکھتے ہیں کہ کس طرح کھلاتا پلاتا ہے۔فرمایا کرتے تھے کہ میں دعا کرنے لگا۔چنانچہ جب ہم آگے گئے تو پیچھے سے زور کی آواز آئی۔ٹھہرو! ٹھہرو جب دیکھا تو دو شتر سوار تیزی کے ساتھ آرہے تھے۔جب پاس آئے تو انہوں

نے کہا۔ہم شکاری ہیں ہرن کا شکار کیا تھا اور خوب پکایا ۔گھر سے پراٹھے لائے تھے۔ہم سیر ہو چکے ہیں اور کھا نا بہت ہے۔آپ کھالیں۔چنانچہ ہم سب نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ نورالدین سچ کہتا تھا''

فرمایا کرتے تھے کہ''اللہ کا نورالدین کے ساتھ وعدہ ہے کہ میں تیری ضرورت کو پورا کروں گا۔

(حیات نور)

اس غیر معمولی سلوک کے چند اور حیرت انگیز واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ بیان فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نانا جانؓ دارالضعفاء یا نور ہسپتال کے چندے کیلئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے فرمایا ۔میرے پاس اس وقت کچھ نہیں مگر حضرت نانا جان نے کئی بار اصرار کیا۔اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے کپڑا اٹھایا اور وہاں سے ایک پونڈ اٹھا کر دے دیا اور فرمایا اس پر صرف نورالدین نے ہاتھ لگایا ہے۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 556)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ کو کوئی ضرورت پیش آئی تو آپ نے دعا مانگی۔مصلّی اٹھایا تو ایک پونڈ پڑا ہوا تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 556)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے تمام امت مسلمہ کو یہ موعظہ حسنہ کرتا ہے۔وتوکل علی الحی الذی لا یموت

(سورۃ الفرقان)

کہ اس زندہ خدا پر توکل کر جس کو موت نہیں ہے۔

چنانچہ جب عمائدین صدر انجمن احمدیہ پر روحانی اعتبار سے موت آئی تو آپؓ کا زندہ جاوید خدا پر توکل دیدنی تھا۔

حضرت ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی خدمت میں اسقدر گھبرائے ہوئے حاضر ہوئے کہ آسمان ٹوٹ پڑا ہے اور آتے ہی سخت گھبراہٹ کی حالت میں عرض کی کہ بڑی خطرناک بات ہو گئی ہے۔آپ جلدی کوئی فکر کریں ۔ حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کیا بات ہے؟انہوں نے کہا مولوی محمد علی صاحب کہہ رہے ہیں کہ میری یہاں سخت ہتک ہوئی ہے میں اب قادیان میں نہیں رہ سکتا۔آپ جلدی سے کسی طرح ان کو منوالیں ایسا نہ ہو کہ وہ قادیان سے چلے جائیں اس موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے توکل علی اللہ کی بلند شان نظر آتی ہے۔آپ نہ صرف محمد علی کی خدمات کے معترف تھے بلکہ آپ کو یہ بھی اندازہ تھا کہ یہ فتنہ ظاہری طور پر جماعت کیلئے خطرناک ہو سکتا ہے۔مگر آپ نے اس موقع پر بڑے اطمینان سے فرمایا

''ڈاکٹر صاحب میری طرف سے مولوی محمد علی صاحب کو جا کر کہہ دیں کہ اگر انہوں نے کل جانا ہے تو آج ہی قادیان سے تشریف لے جائیں۔

(تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 264)

استقامت واستقلال و توکل علی اللہ کا یہ عظیم مرتبہ کیوں کر آپؓ کو نصیب نہ ہوتا۔آپ جو

خدادار ی چہ غم داری
خدادارم چہ غم دارم (کے مصداق تھے)

وما لنا الا نتوکل علی اللہ و قد ھدنا سبلنا۔

غیروں سے دل غنی ہے جب سے ہے تجھ کو جانا
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

بے نیاز ایں و آں تھا حق تعالیٰ کا ولی
عشق کے مضمون کا شایہ تھا عنوان جلی

توکل علی اللہ کی یہ صفت روز افزوں ترقی پذیر تھی اس کی انتہا و معراج کا اندازہ مندرجہ ذیل واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

جناب ایڈیٹر صاحب الحکم لکھتے ہیں:۔

''میں نے ایک موقعہ پر کسی ذریعہ سے عرض کیا کہ اگر پسند کریں۔تو حاذق الملک کو دہلی سے بلواؤں ۔اور مجھے یقین تھا اور بحمد اللہ ہے کہ وہ حضرت کی علالت کی خبر پا کر فوراً آجائیں۔اور ان کی طبی مشورہ کی ضرورت ہو۔تو وہ خوشی سے دیں۔مگر اس کا جواب جو آپ نے دیا ۔ وہ آب زر سے لکھنے میں بھی پوری قدر نہیں پاتا۔فرمایا۔

خدا پر توکل کرو میرا بھروسہ نہ ڈاکٹروں پر ہے نہ حکیموں پر میں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہوں۔اسی پر تم بھی بھروسہ کرو۔

اک رنگ حیا چال سے گفتار سے ظاہر
ہر رنگ پہ غالب تھا تو تھا رنگ غنا کا

اللہ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے آپ کے خصائل حمیدہ اور صفات محمودہ سے حصہ وافر عطا فرمائے خصوصاً توکل علی اللہ سے۔

چہ خوش بودے اگر ہر یک ز امت نور دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پُر از نور یقیں بودے

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا ۔

کہ رحمٰن خدا کے بندے زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں رحمٰن خدا کو کبر اور فخر اور غرور ہرگز پسند نہیں ہے اور تواضع انکساری اختیار کرنے والوں کے درجات بلند کرتا ہے۔جیسا کہ حدیث نبوی میں آتا ہے۔

اذا تواضع العبد رفعہ اللہ الی السماء السابعۃ

پسند آتی ہے اس کو خاکساری
تذلل ہی رہ درگاہ باری (درثمین)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں کہ:

''ہماری بابت کچھ خیال نہ کرو۔ ہم کیا اور ہماری ہستی کیا۔ہم اگر بڑے تھے تو گھر رہتے۔پاکباز تھے تو پھر امام کی ضرورت ہی کیا تھی۔اگر کتابوں سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا تھا تو پھر ہمیں کیا حاجت تھی۔ ہمارے پاس بہت سی کتابیں تھیں۔۔۔۔ صادق مامور ہی ہے جو مسیح اور مہدی ہو کر آیا ہے۔۔(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ 10)

آپؓ فرماتے ہیں''میں ریاست کشمیر میں ملازم تھا۔وہاں میری بڑی تنخواہ تھی۔بعض اسی روپیہ ماہوار کے طبیب مجھ سے اول بیٹھنے کی کوشش کرتے اور میں ان کو آگے بیٹھنے دیتا اور بہت خوش ہوتا۔''

(مرقاۃ الیقین فی حیاۃ نورالدین صفحہ 248)

آپؓ نے جب شاہی ملازمت کو ترک کیا تو اپنے وطن بھیرہ میں مطب اور مہمانوں کیلئے مکانات تعمیر کروانے شروع کئے۔اسی اثنا میں ایک دفعہ آپ لاہور ہوتے ہوئے قادیان آئے۔حضرت مسیح موعودؑ نے چند دن کے بعد فرمایا کہ اب قادیان میں ہی بود و باش اختیار کرو۔چنانچہ پہلے آپؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کے ارشاد پر اپنی کتابیں پھر بیوی کو بلوالیا۔پھر دوسری بیوی کو بھی بلایا۔پھر قادیان میں زمین خرید کر کچے دیواروں کے مکان بنوالئے۔اور ہجرت میں ایسے پختہ ہو کر بیٹھے کہ''قطب از جاز جنید'' کی مثال گویا آپ ہی پر بنائی گئی تھی۔

وہ اک شاہ طبیب اس کی بسر اوقات شاہانہ
پر اس کے باوجود اس کی طبیعت تھی فقیرانہ

آپؓ فرماتے ہیں۔میں نے ایک مرتبہ ایک جگہ ڈیڑھ روپیہ ماہوار کی نوکری کی۔اس شخص سے جس کی نوکری کی۔کچھ نہیں کیا کہ کس قدر علوم و کمالات سے واقف ہوں۔کچھ عرصہ بعد جب کام اور نوکری کا تعلق ختم ہو گیا۔میں ان کے یہاں گیا اور برابر گدیلے پر جا کر بیٹھ گیا۔اور کہا کہ میں حکیم ہوں۔محدث ہوں ۔ادیب ہوں۔وغیرہ۔وہ سن کر

جو خاک میں ملے اسے ملتا ہے آشنا
اے آزمانے والے یہ نسخہ بھی آزما

وہ لوگ جو اپنے آپ کو بڑا سمجھتے ہیں وہ معمولی کام کرنا اپنی شان کے خلاف سمجھتے مگر آپؓ مجسم انکسار و سادگی کا نمونہ تھے۔اس تعلق میں حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں:۔

مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں حضرت خلیفہ اول جب درس دے کر واپس آئے تو ان دنوں جلانے کیلئے گڈوں پر اپلے آیا کرتے تھے۔دو تین مواقع ایسے یاد ہیں کہ چھوٹی مسجد کی سیڑھیوں کے پاس چوک میں وہ اپلے پڑے ہوتے۔بارش کے آثار ہوتے تو خادم ان سے کہتا کہ دو چار آدمی دے دیں تا کہ ان کو اندر رکھ لیں۔آپ فرماتے کہ چلو ہم آدمی بن جاتے ہیں۔اور قرآن شریف کسی کے ہاتھ دے کر اُپلے اٹھانے لگ جاتے اور پھر دوسرے لوگ بھی شامل ہو جاتے۔'' (انوار العلوم جلد 5 صفحہ 376)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ

''آپ کی طبیعت بڑی سادہ تھی اور معمولی سے معمولی کاغذ کو بھی آپ ضائع کرنا پسند نہیں فرماتے تھے''

(تفسیر کبیر جلد 2 صفحہ 580-579)

شاہ تھے پر فقر سے رکھتے تھے ہمت کو بلند
ہیچ تھی ان کی نظر میں رفعت چرخ بریں

حضرت مصلح موعودؓ احساس ذمہ داری کا ذکر کرتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کے بارہ میں فرماتے ہیں:۔

''حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے ایک دفعہ کسی شخص کو ایک رقعہ دیا کہ فلاں جگہ پہنچا دو مگر کچھ دیر کے بعد آپ نے اسے وہیں پھرتے دیکھا تو دریافت فرمایا کہ کیا ہوا رقعہ پہنچا آئے اس نے جواب دیا کہ حضور ابھی کوئی آدمی نہیں ملا تو آپ نے فرمایا۔تھوڑی دیر کیلئے تم خود ہی آدمی بن جاتے تو کیا حرج تھا۔غرض کام اسی طرح ہو سکتا ہے کہ ہر انسان یہ سمجھ لے کہ میں ہی وہ آدمی ہوں جس کے سپرد یہ کام ہے اگر اکیلا ہے تو اسے تو اور بھی زیادہ خوش ہونا چاہئے کہ مجھے ثواب کا موقع مل گیا۔'' (خطبات محمود جلد 12 صفحہ 405)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ جو ادب و تواضع حضرت مسیح موعودؑ کی محفل و مجلس میں دکھاتے وہ آپؓ کی سیرت کا ایک درخشندہ باب ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ:

''حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کو ہم نے دیکھا ہے حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس میں آپ ہمیشہ پیچھے ہٹ کر بیٹھا کرتے تھے۔حضرت مسیح موعودؑ کی آپ پر نظر پڑتی تو آپ فرماتے مولوی صاحب آگے آئیں اور آپ ذرا کھسک کر آگے ہو جاتے۔پھر دیکھتے تو فرماتے مولوی صاحب اور آگے آئیں تو پھر آپ اور آگے آجاتے۔(بحوالہ الفضل 10 راپریل 1983ء صفحہ 6)

حضرت قمر الانبیاء آپؓ کے ادب و تواضع کا ذکر کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

''ادب اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ ایک دفعہ جب ہمارا چھوٹا بھائی مبارک احمد بیمار تھا اور اسی بیماری میں وہ فوت ہو گیا اس کی طبیعت زیادہ خراب ہوئی تو غالباً حضرت مسیح موعودؑ نے میرے ہاتھ ہی حضرت خلیفہ اولؓ کو بلا بھیجا اس وقت مبارک احمد کی چارپائی دار المسیح کے صحن میں بچھی ہوئی تھی اور حضرت مسیح موعودؑ اسی چارپائی پر تشریف رکھتے تھے۔حضرت خلیفہ اولؓ تشریف لائے مبارک احمد کو دیکھا اور پھر حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بات کرنے کیلئے ایک سیکنڈ کی جھجک اور تامل کے بغیر چارپائی کے ساتھ صحن میں ننگی زمین یعنی فرش خاک پر بیٹھ گئے۔حضرت مسیح موعودؑ نے شفقت سے فرمایا۔مولوی صاحب چارپائی پر بیٹھیں اس وقت بس یہی ایک چارپائی تھی جس پر مبارک مرحوم لیٹا ہوا تھا اور حضرت مسیح موعودؑ بیٹھے ہوئے تھے۔حضرت خلیفہ اول سرک کر چارپائی کے قریب ہو گئے اور ایک ہاتھ چارپائی کے کنارے پر رکھ کر بدستور فرش پر بیٹھے بیٹھے عرض کیا۔حضرت میں ٹھیک ہوں ۔حضرت مسیح موعودؑ نے پھر محبت کے ساتھ فرمایا اور اس دفعہ غالباً حضرت خلیفہ اولؓ کی طرف اپنا

(باقی صفحہ 38 پر ملاحظہ فرمائیں)

سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ تاریخوں کی روشنی میں

............(مکرم مولوی مبشر احمد صاحب، استاذ جامعہ احمدیہ قادیان)............

مامور زمانہ سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہامًا یہ خوشخبری دی تھی کہ يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوْحِىْ اِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ یعنی" تیری مدد وہ عظیم الشان لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم الہام کریں گے"۔

چنانچہ اس الٰہی بشارت کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فرشتوں کے ذریعہ" اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ "کے مصداق سینکڑوں مومنوں نے اپنے آقا سیدنا و مولانا حضرت مسیح موعودؑ کے عشق میں معطر ہوکر سیدنا حضرت محمد مصطفیٰؐ کے دین کی وہ عظیم الشان خدمت کی جس کی وجہ سے عرش کے خدا نے انہیں رضی اللہ عنھم کے عظیم الشان آسمانی سے نوازا۔

آپؐ کی بعثت ثانیہ مسیح موعود کے رنگ میں ظاہر ہوئی چنانچہ حضرت مسیح موعودؑ کے ان عاشقوں اور فرمانبرداروں میں سے ایک وہ مرد مومن بھی تھا جس نے اپنے آقا کی عشق اور فرمانبرداری کو انتہا تک پہنچا دیا۔ حضرت الحاج مولانا حکیم مولوی نور الدین صاحبؓ اپنے علم و فضل اور تقویٰ اور طہارت اور توکل علی اللہ اور اطاعت امام میں ایسا مقام رکھتے تھے جو بعض لحاظ سے عدیم المثال تھا۔ آپؓ کی تعریف میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ اپنے فارسی شعر میں فرماتے ہیں۔

چہ خوشبودے اگر ہر یک زامت نوردین بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک پر ازنور یقین بودے

ترجمہ: یعنی کیا ہی اچھا ہوگا کہ میری امت میں سے ہر ایک نور الدین ہوتا۔ اور نور الدین کی طرح ہر دل یقین کے نور سے پُر ہوتا۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے اس مرد مومن کے متعلق یہ شاندار توصیفی الفاظ استعمال کئے ہیں کہ:۔

" مولوی نور الدین صاحب اس طرح میری پیروی کرتے ہیں جسطرح انسان کی نبض اس کے دل کی حرکت کی پیروی کرتی ہے" (حیات نور)

حضرت مولوی نور الدینؓ کا مقام اطاعت اور مقام توکل بہت ہی بلند تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کو آپؓ پر بہت اعتماد تھا۔ ایک مقام پر فرمایا کہ ہمیں یقین ہے کہ اگر ہم مولوی صاحب کو یہ بھی کہیں کہ آگ میں گھس جاؤ یا پانی میں کود جاؤ تو ان کو عذر نہیں ہوگا۔

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام دعویٰ سے پہلے یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ" خدا تعالیٰ مجھے کوئی ایسا مددگار عطا فرمائے جو میرا دست و بازو ہوکر کام کر سکے"۔ چنانچہ جب حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے حضرت مسیح موعودؑ کی زیارت کا شرف حاصل کیا تو آپ کو دیکھتے ہی حضورؑ کے دل سے یہ صدا نکلی ھٰذا دُعَائِی یعنی یہ مرد مومن میری دعاؤں کا نتیجہ ہے۔

قارئین! تاریخ احمدیت اس بات پر شاہد ہے کہ اس مرد مومن نے اپنے آقا حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت و فرمانبرداری کے ایسے عظیم الشان نمونے اپنے پیچھے چھوڑے ہیں جو ہمارے لئے مشعل راہ ہیں۔

اب خاکسار ذیل میں حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی سیرت تاریخوں کی روشنی میں تحریر کرے گا۔ آپؓ کی سیرت کو اس مضمون میں دو حصوں میں بانٹا گیا ہے۔ اوّل آپؓ کی سیرت خلافت سے قبل تاریخوں کی روشنی میں دوم آپؓ کی سیرت بعد از خلافت تاریخوں کی روشنی میں۔

قبل از خلافت:

۱۸۴۱ء بھیرہ ضلع شاہ پور کے محلہ معماراں میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے والد صاحب کا نام غلام رسول اور والدہ صاحبہ کا نام نور بخت تھا۔ بچپن میں والدہ محترمہ سے قرآن کریم پڑھا۔ فقہ کی چند کتب پنجابی میں پڑھیں۔ مدرسہ میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔

۱۸۵۳: اپنے بڑے بھائی سلطان احمد کے پاس لاہور آ گئے۔ آپ کو خناق کا مرض ہوگیا۔ منشی محمد قاسم صاحب سے فارسی کی تعلیم پائی۔ ۱۸۵۵ء بھیرہ واپسی عربی اور فارسی کی تعلیم کا حصول۔ ۱۸۵۷ء دل میں قرآن کریم کی اُلفت محبت کا پیدا ہوتا۔ ترجمہ قرآن کی طرف رغبت۔

۱۸۵۸ء: راولپنڈی کے نارمل اسکول میں داخلہ اور کامیابی۔ ۴ سال تک ورنیکلر مڈل اسکول پنڈ داد نخان کے ہیڈ ماسٹر رہے۔ ملازمت کے بعد ایک سال تک سفر و حضر میں مولوی احمد الدین صاحب بنگوی سے عربی کی تعلیم پائی۔ تین ساتھیوں کے ہمراہ رامپور، مراد آباد اور لکھنؤ میں کئی اساتذہ سے استفادہ کیا۔

۱۸۶۴ء: سفر میرٹھ دہلی بھوپال۔

۱۸۶۵ء: حرمین شریفین کا سفر حج بیت اللہ کی سعادت پائی مکہ مکرمہ میں شیخ محمد خزرجی صاحب سید حسین صاحب، اور مولوی رحمت اللہ صاحب سے حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ مدینہ میں حضرت شاہ عبد الغنی مجددی سے بیعت کی۔

۱۸۶۹: مکہ معظّمہ سے کو واپسی۔

۱۸۷۰: ہندوستان کو واپسی، دلی میں مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی کے درس میں شمولیت۔

۱۸۷۱: آبائی وطن بھیرہ میں آمد، علماء کی طرف سے شدید مخالفت و قتل کی کوششیں۔

آپ کی پہلی شادی محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہ بنت مفتی شیخ مکرم صاحب قریشی عثمانی سے ہوئی۔

بھیرہ میں درس و تدریس اور مطب کا آغاز۔

آپ کے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب کا انتقال۔

۱۸۷۴: آپ کی بیٹی حفصہ کی ولادت۔

یکم جنوری ۱۸۷۷ء وائسرائے لارڈ لٹن کے دربار میں شمولیت۔

بھوپال میں چند ماہ تک ملازمت اور پھر بھیرہ کو واپسی۔

اپریل ۱۸۷۷ء: لاہور میں بانی آریہ سماج سوامی دیانند سرتوتی پر اتمام حجت آخر ۱۸۷۷ء ریاست جموں و کشمیر میں ملازمت کا آغاز۔

۱۸۷۹ء: کشمیر میں ہیضہ کی وبا کے دوران زبردست طبی خدمات۔ دعوت الی اللہ کی وسیع سرگرمیاں جموں میں درس قرآن۔

۱۵/نومبر ۱۸۷۹ء: اشاعت فصل الخطاب فی مسئلۃ فاتحۃ الکتاب۔

۱۸۸۰ء: انجمن اشاعتِ اسلام لاہور کے ممبر بنے۔

۱۸۸۱ء: کشمیر میں ایک ماہ کے سفر کے دوران چودہ پارے حفظ کر لئے بقیہ سولہ پارے بعد میں حفظ کئے۔

۱۸۸۲ء: براہین احمدیہ یا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشتہارات دیکھ کر پہلا غائبانہ تعارف۔

۱۸۸۴ء: انجمن حمایت اسلام لاہور میں شمولیت۔

۱۸۸۵ء: حضرت مولانا نور الدین صاحبؓ کی قادیان میں پہلی بار آمد اور حضرت مسیح موعودعلیہ السلام سے شرفِ ملاقات اسی سال حضورؑ سے دوبارہ ملاقات اور حضورؑ کا ارشاد کہ عیسائیت کے مقابل پر ایک کتاب لکھیں۔

۱۸۸۶ء: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف" سرمہ چشم آریہ" کی سو جلدیں خرید کر مفت تقسیم کیں۔

حضرت مولوی عبد الکریم صاحب سیالکوٹیؓ آپ کی شاگردی میں آئے۔

جون ۱۸۸۷ء:" نور افشاں" میں پادری تھامس ہاول کے" شحنہ حق" پر اعتراضات کے جواب میں ایک زبردست مضمون" منشورِ محمدیؐ" میں تحریر فرمایا۔

۱۸۷۷: سر سید احمد خاں کی قائم کردہ آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کی معاونت۔

۷/جنوکری ۱۸۸۸ء: حضرت مولانا صاحبؓ کی بیماری کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام عیادت کی خاطر جموں تشریف لے گئے۔

مختلف زبانوں کے علماء تیار کرکے خدماتِ دینیہ بجالانے کا منصوبہ۔

۱۸۸۸ء: اشاعت تصنیف" فصل الخطاب المقدمۃ اہل الکتاب"

حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کے نام وہ تاریخی خط جو فتح اسلام میں حضورؑ نے درج فرمایا۔

مہاراجہ کشمیر کی ملازمت سے استعفیٰ دینے کا پروگرام مگر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام نے منع فرما دیا۔

۱۸۸۸ء: حضرت مفتی محمد صادق صاحبؓ آپ کی شاگردی میں آئے۔

مارچ ۱۸۸۹ء: حضرت مولوی صاحبؓ کا عقد ثانی حضرت صغریٰ بیگم صاحبہ بنت حضرت منشی احمد جان صاحب کے ساتھ۔ حضرت مسیح موعودعلیہ السلام بھی برات کے ساتھ لدھیانہ تشریف لائے۔

۲۳ مارچ ۱۸۸۹ء: لدھیانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک پر بیعت کرکے اوّل المبائعین ہونے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت مسیح موعودؑ کی وفات تک

۱۸۹۰ء:" تکذیب براہین احمدیہ" از پنڈت لیکھرام کے جواب میں آپ کی تصنیف" تصدیق براہین احمدیہ" کی اشاعت۔

آپ کا سب سے پہلا فوٹو راجہ امر سنگھ نے لیا جو پہلی دفعہ ۱۹۰۷ء میں شائع کیا۔

مارچ ۱۸۹۱ء: ڈاکٹر جگناتھ (جموں) سے حقیقت دین پر خط و کتابت۔

۱۳/اپریل ۱۸۹۱ء: لاہور میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سے مسئلہ حیات اور وفات مسیح پر گفتگو۔

۱۸۹۱ء:" ازالہ اوہام" کی اشاعت میں مالی معاونت۔☆ اشاعت تصنیف" ردِ تناسخ"

ملازمت سے استعفیٰ کا دوبارہ خیال مگر حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی طرف سے ممانعت۔

۲۷دسمبر ۱۸۹۱ء: جماعت احمدیہ کے پہلے جلسہ سالانہ قادیان میں شمولیت۔

۳۱ جنوری ۱۸۹۲ء: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر لاہور اور منشی میراں بخش کی کوٹھی پر حضورؑ کے خطاب کے بعد تائیدی تقریر۔

۱۸۹۲ء: مہمانان جلسہ کیلئے قادیان میں ایک مکان تعمیر کرایا۔

ستمبر ۱۸۹۲ء: ریاست جموں و کشمیر میں ملازمت کا خاتمہ۔ بھیرہ واپسی پر ایک شفاخانہ عالی شان مکان کی تعمیر کا آغاز۔

۲۸دسمبر ۱۸۹۲ء: جلسہ سالانہ کے موقع پر یورپ سے ایک رسالہ نکالنے کی منظّم کمیٹی کے صدر بنے۔

۱۸۹۰ء: انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں شرکت اور پر معارف لیکچر۔

اپریل ۱۸۹۳ء: سفر لاہور۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کیلئے قادیان میں آمد اور پھر حضورؑ کے ارشاد پر وہیں کے ہو کے رہ گئے" الدار" میں رہائش قادیان میں مطب، درسِ قرآن و حدیث۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اولاد کو تعلیم دیتے رہے۔ آپ کی تحریک پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسالہ" برکات الدعا" تحریر فرمایا۔

۲۲ مئی تا ۵ جون ۱۸۹۳ء: عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ (جنگ مقدس) میں حضرت مسیح موعود کی معاونت اور اس کے بعد امرتسر میں پبلک تقاریر۔

جون ۱۸۹۳ء: حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ سفر جنڈیالہ اور تقریر۔

اگست ۱۸۹۳ء حضرت مسیح موعودؑ کی شان میں فصیح و بلیغ عربی میں مضمون اور قصیدہ رقم فرمایا جو" کرامات الصادقین" میں شائع ہوا۔

دسمبر ۱۸۹۴ء: جلسہ سالانہ پر آپ کی شاندار تقریر۔

۱۸۹۵ء: سفر جموں مہاراجہ کشمیر کی طرف سے دوبارہ ملازمت کی پیشکش مگر آپ کا انکار۔

اُم الالسنہ کی تحقیق میں گراں قدر حصہ لیا۔

۲۰ ستمبر ۱۸۹۵ء: مقدس چولہ دیکھنے کیلئے سفر ڈیرہ بابا نانک میں حضرت مسیح موعودعلیہ السلام کی

رفاقت۔
۱۸۹۶ء: سفر بہاولپور اور حضرت خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف سے ملاقات۔
اپریل تا اکتوبر ۱۸۹۶ء: حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کو قرآن پڑھانے کیلئے حضرت موعودؑ کے ارشاد پر مالیر کوٹلہ میں رہے۔
۲۸۔۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء: جلسہ مذاہب عالم لاہور میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون ''اسلامی اُصول کی فلاسفی'' آپ کی صدارت میں پڑھا گیا۔ اجلاس کا آغاز اور اختتام آپ کی تقریر سے ہوا۔

۱۸۹۷ء

جنوری سفر مالیر کوٹلہ: مارچ تک وہیں رہے۔
۳۰ جنوری: انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں لیکچر۔
اپریل: لیکھرام کے قتل کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علاوہ آپ کی بھی خانہ تلاشی لی گئی۔
۲۰،۲۱ جون: جلسہ احباب قادیان میں شمولیت اور تقریر۔
۱۲/اگست: مقدمہ مارٹن کلارک کے سلسلہ میں کپتان ڈگلس کی عدالت میں گواہی۔
اکتوبر: حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ سفر ملتان۔ مدرسہ اسلامیہ کے ہال میں تقریر۔
۲۷ دسمبر۔ جلسہ سالانہ پر وجد انگریز خطاب۔

۱۸۹۸ء

جنوری: تعلیم الاسلام ہائی سکول کے اجراء اور تکمیل کیلئے شاندار جدوجہد کی۔
فروری: الحکم کی قلمی معاونت کا آغاز۔
۳۱ مئی: آپ کی بیٹی حفصہ کی شادی حکیم مفتی فضل الرحمٰن صاحبؓ سے ہوئی۔
جولائی: انجمن ہمدردانِ اسلام میں لیکچروں کا سلسلہ۔
۲۶ اگست: حضورؓ کی بیٹی اُمامہ کی وفات۔
نومبر: حضرت نواب محمد علی خان صاحبؓ کا دوسرا نکاح پڑھانے کیلئے سفر مالیر کوٹلہ۔
دسمبر: جلسہ سالانہ پر تقاریر۔

۱۸۹۹ء

۴/جنوری: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر گورداسپور۔
۲۸ جنوری: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر دھاریوال۔
۱۵ فروری۔: ولادت میاں عبدالحی صاحب۔
مولوی کرم دین آف بھین کے خطوط کی اشاعت
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ آپ کا سب سے پہلا فوٹو لیا گیا اس سال سوالات پر مشتمل قریباً تین ہزار خطوط آپ کی خدمت میں موصول ہوئے۔ جن کے جواب آپ نے بذریعہ الحکم یا بذریعہ خطوط دیئے۔

۱۹۰۰ء

۲۴ مارچ: آپ کی تجویز پر بعض قومی ضرورتوں میں مالی معاونت کی خاطر آمد وخرچ کے رجسٹر کھولے گئے۔
۲۹/مارچ: علامہ شبلی نعمانی سے خط وکتابت اور انہیں دعوت حق۔
مارچ: پیر مہر علی صاحب گولڑوی سے خط و کتابت۔☆ ۱۱/اپریل: خطبہ الہامیہ قلمبند کیا۔
مئی: منارۃ المسیح کیلئے سو روپیہ چندہ۔
۲۷ دسمبر: جلسہ سالانہ پر تقریر۔

۱۹۰۱ء

۱۴ فروری: بغرض شہادت سفر سیالکوٹ راستہ میں لاہور میں عظیم الشان تقاریر۔
یکم اپریل: انجمن اشاعتِ اسلام کے صدر مقرر ہوئے۔
۱۵ جولائی: مقدمہ دیوار کے سلسلہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ گورداسپور کا سفر۔
یکم اگست: آپ کی صاحبزادی امۃ الحی صاحبہ کی ولادت جو ۱۹۱۴ء میں حضرت مصلح موعودؓ کے عقد میں آئیں۔
اکتوبر: آپ کی تصنیف خطوط جواب شیعہ در ردِ نسخ قرآن کی اشاعت۔
حضرت مولوی صاحبؓ نے اس سال قرآن مجید کا مکمل ترجمہ فرمایا۔ مگر اس کا صرف ایک پارہ شائع ہوسکا۔ جو ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا۔

۱۹۰۲ء

۱۲ ستمبر: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ کا نکاح پڑھا۔
۲/اکتوبر: حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کا پہلا نکاح پڑھا۔
۲۴ اکتوبر: فونوگراف میں آپ کا وعظ ریکارڈ کیا گیا۔ ۳۱ اکتوبر اخبار ''البدر'' کے جاری ہونے پر اس کی قلمی معاونت کا آغاز۔

۱۹۰۳ء

جنوری: قادیان میں درس قرآن کا آغاز کیا گیا۔ ۲۸ مئی تعلیم الاسلام کالج قادیان کا افتتاح فرمایا۔
۲۲/ستمبر: آپ کے صاحبزادہ عبد القیوم کی ولادت۔
۴/اکتوبر: حضرت محمد خان صاحبؓ کپورتھلوی کے علاج کیلئے سفر کپورتھلہ وہاں پر جلسہ میں تقریر فرمائی۔ اشاعت تفسیر الجمعہ۔

۱۹۰۴ء

۲۰ اگست: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر لاہور۔
اگست: آخر اگست تا اکتوبر مقدمات کرم دین کے سلسلہ میں گورداسپور میں مقیم رہے اور وہاں مجلس علم وحکمت جاری رہی۔
۲۷/اکتوبر: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ سفر سیالکوٹ لیکچر سیالکوٹ آپؓ کی صدارت میں پڑھا گیا۔
اسی سال ترک اسلام کے جواب میں آپ کی کتاب نور الدین شائع ہوئی نیز رسالہ ابطال الوہیت مسیح کی اشاعت۔

۱۹۰۵ء

۱۷ اپریل زلزلہ کانگڑہ پر ایک لطیف مضمون تحریر فرمایا۔
۱۵ جون: شدید بیماری کی وجہ سے وصیت تحریر فرمائی مگر حضرت مسیح موعودؑ کو الہاماً آپ کی شفایابی کی بشارت دی گئی۔
۲۷ جون: صاحبزادہ عبدالحی کا ختم قرآن۔
۲۸/۲۹ جون: ختم قرآن کی خوشی میں حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہؑ کے ارشاد پر دعوت کا اہتمام۔
۲۸/جولائی: آپؓ کے حرم اوّل کی وفات۔
۱۲/اگست صاحبزادہ عبدالقیوم کی وفات
۲۸/اکتوبر: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بلاوے پر سفر دلی۔
۳ نومبر: دہلی میں حضرت مسیح موعودؑ کی موجودگی میں لیکچر۔
۵ نومبر: لدھیانہ میں آپؓ کا لیکچر۔
۲۰ دسمبر: انجمن کارپرداز مصالح قبرستان بہشتی مقبرہ کے امین مقرر کئے گئے۔
۲۵ دسمبر: ولادت میاں عبدالسلام صاحب۔
اسی سال طبیب حاذق میں آپؓ کے مجربات کی اشاعت شروع۔

۱۹۰۶ء

جنوری: مسائل نماز کے متعلق دینیات کا پہلا رسالہ شائع فرمایا:
۲۹ جنوری: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ کو صدر انجمن احمدیہ کا پہلا صدر مقرر فرمایا۔
۵ فروری: حضرت میر محمد اسحٰق صاحبؓ کا نکاح پڑھایا۔☆ ۲۸ دسمبر: جلسہ سالانہ پر تقریر۔
اسی سال آپؓ کا رسالہ ''مبادی الصرف'' اور ۱۹۰۷ء میں بعض اضافہ جات کے ساتھ ''مبادی الصرف والنحو'' کے نام سے شائع ہوا۔

۱۹۰۷ء

جنوری: نماز کسوف پڑھائی۔
اپریل: آپ کا ترجمہ شدہ پہلا پارۂ قرآن شائع ہوا۔
۱۲ مئی: جماعت احمدیہ کو ملکی شورش میں پرامن رہنے کیلئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قادیان میں جلسہ منعقد فرمایا۔ حضرت مولوی صاحبؓ نے بھی اس میں تقریر فرمائی۔
اگست: شدید علالت۔ ۲۳/اگست کو غسل صحت۔
۳۰ اگست: حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب اور اپنے فرزند میاں عبدالحی صاحب کا نکاح پڑھایا۔
ستمبر: حضرت صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب کے علاج میں حصہ لیا۔
۲،۳،۴ دسمبر: آریہ سماج وچھووال لاہور کے زیر اہتمام مذاہب کانفرنس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مضمون پڑھ کر سنایا۔
۲۵/دسمبر: انجمن تشحیذ الاذہان کے تحت جلسہ عام سے خطاب۔
۲۸ دسمبر: جلسہ سالانہ پر تقریر فرمائی۔

۱۹۰۸ء

۸/فروری ولادت میاں عبدالوہاب صاحب۔
۱۷ فروری: حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کا نکاح پڑھایا۔☆ ۱۹ مارچ: مجمع الاخوان قائم فرمایا۔
۳۰ مارچ: قرآن کریم سیکھنے کا لطیف طریق بیان فرمایا۔
۲۴ اپریل: قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں آخری خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔
مئی: حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے آخری سفر لاہور کے درمیان آپؓ کو لاہور طلب فرمالیا۔ لاہور میں درس قرآن کا آغاز۔
۱۵ مئی: مفتی غلام مرتضٰی صاحب میانوی سے حیات ووفات مسیح علیہ السلام پر مباحثہ۔
۱۷ مئی: رؤسائے لاہور کو پیغام حق پہنچانے کیلئے دعوتِ طعام۔ آپ نے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خطاب فرمایا۔
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مرض الموت میں علاج۔
۲۶ مئی: حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات ڈھائی بجے حضرت مولوی صاحبؓ نے جنازہ پڑھایا۔ پونے چھ بجے نعش مبارک کو گاڑی پر لاہور سے بٹالہ لایا گیا۔ حضرت مولوی صاحبؓ بھی ساتھ تھے۔
۲۷ مئی: تمام جماعت نے حضرت مولانا نور الدین صاحب رضی اللہ عنہ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین اور قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر کے طور پر بیعت کی۔ بیعت سے پہلے خطاب عام اور بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ پڑھایا۔

دور خلافت کا مبارک آغاز

۲۷ مئی ۱۹۰۸ء: امام جماعت احمدیہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے وصال کے بعد ۲۷ مئی کو حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے جانشین اور قدرت ثانیہ کے پہلے مظہر کے طور پر بیعت کی۔ آپؓ کا بیعت سے پہلے خطاب عام ہوا اور بعد میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جنازہ پڑھا گیا۔
اس موقعہ پر جہاں جماعت کو حضورؑ کی وفات سے سخت صدمہ پہنچا وہیں مخالفین کی طرف سے منظم قلمی اور لسانی یورش کی گئی جس کے جواب میں امام جماعت احمدیہ حضرت مولانا نورالدین رضی اللہ عنہ نے وفات مسیح اور حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے ''صادقوں کی روشنی کون دور کرسکتا ہے'' کے عنوان سے رسائل تحریر فرمائے۔
۳۰ مئی ۱۹۰۸ء کو حضورؓ کے عہد میں صدر انجمن احمدیہ کا پہلا اجلاس حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کی صدارت میں ہوا۔
جون ۱۹۰۸ء میں حضرت مرزا بشیر الدین احمد صاحبؓ نے قادیان میں پہلی پبلک لائبریری قائم کی۔
حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ نے کتابیں اور چندہ عنایت فرمایا۔ ۱۴ جون کو حضور نے تحریک فرمائی

کہ خوشنویس حضرات مرکز میں آکر رہیں تا سلسلہ کے کام بروقت ہوسکیں۔ جون میں حضورؓ کے ارشاد پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی یاد میں دینی مدرسہ کے قیام کی تحریک کی گئی۔ ۱۸ جولائی میں حضورؓ نے تحریک فرمائی کہ جماعت مبائعین کی مکمل فہرست تیار کی جائے تاکہ مطبوعہ لٹریچر ہر فرد تک پہنچایا جاسکے۔

جولائی: حضورؓ نے اپنی بھیرہ کی جائیداد صدر انجمن احمدیہ کے نام ہبہ کردی۔

یکم اگست: واعظین سلسلہ کے تقرر کے بعد پہلے واعظ شیخ غلام احمد صاحب کی روانگی۔ دسمبر میں حضورؓ نے قادیان میں ڈسپنسری کے ساتھ وسیع حال تعمیر کرنے کے لئے چندہ کی تحریک فرمائی۔

۱۹۰۹ء

۲۱ جنوری: حضورؓ نے یتامیٰ مساکین اور طلبہ کی امداد کی تحریک فرمائی۔

۳۱ جنوری: منکرین خلافت کے اٹھائے ہوئے فتنہ کہ انجمن خلیفہ پر حاکم ہے کے متعلق حضورؓ نے مجلس مشاورت طلب کی۔ ۲۵۰ نمائندے شریک ہوئے۔ حضورؓ نے جلالی تقریر فرمائی اور مولوی محمد علی اور خواجہ کمال الدین صاحب کی دوبارہ بیعت لی۔

فروری: اشاعت درس القرآن۔

یکم مارچ: مدرسہ احمدیہ کی مستقل درسگاہ کی حیثیت سے بنیاد رکھی گئی۔

۲۵/اپریل: حضورؓ کی صدارت میں صدر انجمن احمدیہ پنجاب میں اردو کو تعلیمی زبان بنانے کے لئے قرارداد پاس کی۔

۱۴/اکتوبر: عید الفطر کے روز منصبِ خلافت کے حق میں حضورؓ کی زبردست تقریر ہوئی۔ اکتوبر میں ہی آپ کے عہد مبارک میں نیا اخبار ''نور'' جاری ہوا۔

۱۰ نومبر: کو حضرت صاحبزادہ مرزا ناصر احمد صاحب جو بعد میں تیسرے خلیفہ بنے کی ولادت ہوئی اسی سال حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب نے انجمن ارشاد قائم کی حضورؓ نے بورڈنگ مدرسہ تعلیم الاسلام کی تعمیر کے لئے تیز ہزار روپے کی اپیل کی۔

۱۹۱۰ء

۷ جنوری: حضرت میر قاسم علی صاحبؓ نے دہلی سے اخبار الحق جاری کیا۔ ۲۱ جنوری کو نماز جمعہ میں احمدی مستورات نے پہلی بار شرکت کی۔ فروری میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب ''لُجّۃُ النُّور'' پہلی دفعہ شائع ہوئی۔ فروری میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے درس القرآن دینا شروع کیا۔

۵ مارچ کو حضورؓ نے دار العلوم میں مسجد نور کا سنگِ بنیاد رکھ کر محلّہ کی آبادی کا آغاز کیا۔ ۱۱ مارچ کو مسجد اقصیٰ کی توسیع کے لئے اجتماعی وقارِ عمل میں حضور نے شرکت فرمائی۔ ۲۵ مارچ کو خطبہ جمعہ میں پہلی بار آواز آگے پہنچانے کے لئے آدمی مقرر کئے گئے۔ ۲۵ سے ۲۷ مارچ دسمبر ۱۹۰۹ء کا مؤخر جلسہ منعقد ہوا۔ ۲۷ مارچ کو راجپوتوں میں دعوت الی اللہ کے لئے ''انجمن راجپوتانِ ہند'' کا قیام ہوا۔ مارچ میں ہی حضورؓ نے ''الانذار'' کے نام سے اعلان شائع کر کے زلازل سے خبردار فرمایا۔

۱۹/اپریل کو حضورؓ کے چوتھے فرزند میاں عبد المنان عمر صاحب پیدا ہوئے۔ ۲۳/اپریل مسجد نُور میں نمازِ عصر پڑھا کر افتتاح فرمایا۔ مئی میں حضرت مرز ابشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے نوجوانوں کے لئے تربیتی کلاس جاری فرمائی۔ ۲۴ جولائی کو منصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد حضورؓ نے پہلا سفر ملتان کی طرف اختیار فرمایا جو طبی شہادت کے سلسلہ میں تھا۔ آپ نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمدؓ کو امیر مقامی مقرر فرمایا۔ ۲۷ جولائی کو ملتان میں انجمن اسلامیہ کے ہال میں ڈیڑھ گھنٹہ کا خطاب فرمایا۔ ستمبر میں حضرت مسیح موعود کا الہام: ''ایک مشرقی طاقت اور کوریا کی نازک حالت'' پورا ہوا۔

۱۸ نومبر: حضور گھوڑے سے گر گئے اور سخت چوٹیں آئیں۔ ۲۹ نومبر کو حضور نے جماعت احمدیہ کے نام ایک پُر درد پیغام دیا۔ ۲ دسمبر کو آپ نے اپنی جگہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کو صدر انجمن احمدیہ کا امیر مقرر فرمایا۔ ۲۵ تا ۲۷ دسمبر جلسہ سالانہ میں حضورؓ کے تین پُر معارف خطاب ہوئے۔ اسی سال حضور نے حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کو جماعت لاہور کا مبلغ مقرر فرمایا۔ آپؓ نے بورڈنگ تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عمارت کی بنیاد رکھی۔

۱۹۱۱ء

۱۹ جنوری کو حضور نے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے حق میں بطور خلیفہ وصیت تحریر فرمائی مگر تندرست ہونے پر چاک کردی۔

جنوری: حضرت میر قاسم علی صاحبؓ نے رسالہ ''احمدی'' جاری کیا۔ قادیان میں دار الضعفاء کا قیام۔ حضرت میر ناصر نواب صاحب منتظم مقرر ہوئے۔

فروری: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے انجمن انصار اللہ قائم کی حضورؓ نے فرمایا میں بھی انصار اللہ میں شامل ہوں۔ ۱۴/اپریل کو انجمن کا افتتاحی اجلاس ہوا۔

۱۹ مئی کو حضور نے بیماری کے بعد مسجد اقصیٰ میں پہلا خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔

جولائی: حضورؓ نے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے حکومت سے اجازت کی خاطر میموریل کی تحریک فرمائی جو مارچ ۱۹۱۳ء میں حکومت نے منظور کرلی۔

یکم ستمبر: حضورؓ کی اجازت سے حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ اعلیٰ تعلیم کے لئے انگلستان روانہ ہوئے۔

۹/اکتوبر کو حضور نے بیماری کے بعد درس القرآن شروع فرمایا۔

۱۲ دسمبر: تقسیم بنگال کی تنسیخ کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا الہام پورا ہوا۔ ۲۶ تا ۲۸ دسمبر کو جلسہ سالانہ قادیان منعقد ہوا اور ۲۷ دسمبر کو حضورؓ کا خطاب ہوا۔

۱۹۱۲ء

فروری: حضورؓ کی تحریک پر ''انجمن مبلغین'' کا قیام۔ فروری تا جون: حضورؓ نے اپنے حالات وسوانح لکھوائے جو آکر سال میں ''مرقاۃ الیقین'' کے نام سے شائع ہوئے۔

۱۰ مارچ: ایک خاص درس میں شامل ہونے والوں کے لئے دعا اور جنت کی بشارت۔

۳/اپریل: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد اور دوسرے بزرگ علماء کا دورۂ ہندوستان (دہلی، سہارنپور، دیوبند وغیرہ)

۱۰ جون: شیخ رحمت اللہ صاحب کے گھر کا سنگ بنیاد رکھنے کے لئے سفر لاہور۔ یہ حضورؓ کے عہد خلافت کا آخری سفر تھا۔ سنگِ بنیاد رکھنے کا وعدہ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا تھا ایفاء سے پہلے حضورؑ فوت ہوگئے۔

۱۶-۱۷ جون کو لاہور اور امرتسر میں رُوح پرور خطاب۔

۲۵ جولائی کو تعلیم الاسلام ہائی سکول کی عمارت کی بنیاد رکھی۔ جولائی: خطبات نور کی اشاعت دوسرا حصہ نومبر میں شائع ہوا۔ ۲۵ ستمبر کو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے سفر حج سے قبل جلسۃ الوداع اور حضور کا خطاب ہوا۔ ستمبر: حضرت شیخ یعقوب علی صاحبؓ نے رسالہ ''احمدی خاتون'' جاری کیا۔

یکم نومبر: مولانا عبد الواحد برہمن بڑیہ کی بیعت

دسمبر: ڈاکٹر سر محمد اقبال سے خط وکتابت۔ ۲۵ تا ۲۷ دسمبر جلسہ سالانہ قادیان۔ ۲۵ تاریخ کو حضورؓ کا خطاب۔

۱۹۱۳ء

۱۴ فروری: حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ کے سفر حج سے واپسی پر استقبالیہ تقریب میں حضورؓ کی شرکت اور خطاب۔ صلوٰۃ الحاجۃ پڑھی گئی۔

مارچ: حضورؓ نے بخاری شریف کا درس شروع فرمایا۔

۱۹ جون: الفضل جاری ہوا جس کے بانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ تھے۔

جون میں حضرت چوہدری فتح محمد صاحب سیالؓ کو بطور مبلغ انگلستان بھیجا گیا۔

۱۰ جولائی: لاہور سے ''پیغام صلح'' کا اجراء۔

۲۶ جولائی: عربی کی اعلیٰ تعلیم کی خاطر حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحبؓ کو مصر اور شام کے لئے روانہ کیا گیا۔

ستمبر: حضورؓ نے ایک خاص کیفیت میں پنجابی اشعار کہے۔

نومبر: لاہور سے منکرین خلافت کے خفیہ ٹریکٹوں کی اشاعت جن کا جواب حضورؓ نے انجمن انصار اللہ کے ذمہ لگایا۔

۲۸ نومبر: حضورؓ کے صاحبزادہ محمد عبد اللہ کی ولادت۔

۱۸ دسمبر: اخبار بدر کو عیسائیت کے خلاف ایک مضمون لکھنے کی پاداش میں بند کردیا گیا۔ ۲۶ تا ۲۸ دسمبر جلسہ سالانہ۔ ۲۷ دسمبر کو حضورؓ کا خطاب۔ حضور نے درس القرآن کے لئے ایک ہال کی تعمیر کی تحریک فرمائی۔ عرب ممالک میں پیغام حق کے لئے ''مصالح العرب'' کے نام سے بدر کے ساتھ ہفتہ وار عربی ضمیمہ شائع ہوتا رہا۔

۱۹۱۴ء

جنوری: حضورؓ کی اجازت سے حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے اشاعت حق کی ملک گیر سکیم تیار کی اور دعوت الی الخیر فنڈ قائم کیا۔ بیماری کے باوجود حضورؓ مولوی محمد علی صاحب کے انگریزی ترجمہ قرآن کے نوٹ سُنتے اور ہدایات دیتے رہے۔ وسط جنوری میں مرض الموت کا آغاز ہوا مگر ہر ممکن حد تک حضورؓ قرآن کریم اور بخاری کا درس دیتے رہے۔

۸ فروری: فرمایا کہ خدا نے اس بیماری میں مجھ سے وعدہ کیا ہے کہ پانچ لاکھ عیسائی افریقہ میں احمدی ہونگے۔ ۲۷ فروری: کھلی آب و ہوا کی خاطر حضورؓ حضرت نواب محمد علی خان صاحب کی کوٹھی دار السلام میں منتقل ہوگئے۔ ۴ مارچ: شدید ضعف کا آغاز اور آخری وصیت تحریر فرمائی۔

۱۳ مارچ: حضورؓ کے عہد کا آخری جمعہ حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے پڑھایا۔ ۱۳/مارچ حضورؓ کی اپنی اولاد کو دین پر قائم رہنے کی وصیت۔ اسی دن دوپہر دو بجکر بیس منٹ پر حالت نماز میں اپنے رفیق اعلیٰ سے جاملے۔ ۱۴/مارچ مسجد نور میں حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحبؓ نے بیعت لی بیعت کے بعد خطاب فرمایا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے دو ہزار سے زائد افراد کے مجمع میں حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھایا اور سوا چھ بجے شام اس مبارک وجود کو ہزاروں دعاؤں کے ساتھ اس کے آقا ومحبوب کے پہلو میں بہشتی مقبرہ کے اندر دفن کردیا گیا۔

آخر پر یہ مضمون سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ایک اقتباس کے ساتھ ختم کیا جاتا ہے جس میں آپؑ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے متعلق فرماتے ہیں کہ:

''حضرت مولوی صاحب کا محبت نامہ موصوفہ کے چند فقرے لکھتا ہوں تا معلوم ہو کہ کہاں تک رحمانی فضل سے ان کو انشراح صدر اور صدق قدم ویقین کامل عطا کیا گیا ہے اور وہ فقرات یہ ہیں۔

''عالی جناب مرزا جی! مجھے اپنے قدموں میں جگہ دو، اللہ کی رضامندی چاہتا ہوں اور جس طرح وہ راضی ہوسکے تیار ہوں۔ اگر آپ کے مشن کو انسانی خون کی آبپاشی کی ضرورت ہے تو یہ نابکار (مگر محبّ انسان) چاہتا ہے کہ کسی کام میں کام آوے''۔

حضرت مولوی صاحب کو انکسار اور ادب اور ایثار مال وعزت اور جاں فشانی میں فانی ہیں وہ خود نہیں بولتے بلکہ ان کی روح بول رہی ہے''

(رسالہ آسمانی فیصلہ)

پس آخر میں اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کی سیرت کا مطالعہ کرنے اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

☆☆☆

اخبار بدر خود بھی پڑھیں اور دوسروں کو بھی پڑھنے کیلئے دیں۔
یہ تبلیغ وتربیت کا بہترین ذریعہ ہے۔ (ادارہ)

باقی: اداریہ از صفحہ نمبر 4

خلاف تمہارا کوئی اعتراض چل نہیں سکتا۔ یہ درست ہے کہ ان معاملات میں حضرت مسیح موعودؑ کا طریق اور تھا یعنی آپ مخالف کو چپ کرانے کی بجائے اس کی تسلی کرانے کی کوشش فرماتے تھے۔ اور گفتگو میں مخالف کو خوب ڈھیل دیتے تھے۔ مگر ہر ایک کے سامنے خدا کا جداگانہ سلوک ہوتا ہے اور یہ بھی ایک شان خداوندی ہے کہ خصم تسلی پائے یا نہ پائے۔ مگر ذلیل ہو کر خاموش ہو جائے اسی لئے کسی کہنے والے نے کہا ہے

''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است''

حضرت خلیفہ اوّل کے دل میں حضرت مسیح موعودؑ کی اطاعت کا جذبہ اس قدر غالب تھا کہ ایک دفعہ جب ۱۹۰۵ء میں حضرت مسیح موعودؑ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں ہمارے نانا جان مرحوم یعنی حضرت میر ناصر نواب صاحب بیمار ہو گئے۔ تو ان کے علاج کیلئے حضرت مسیح موعودؑ نے حضرت مولوی صاحب کو قادیان میں تار بھجوائی کہ بلا توقف دہلی چلے آئیں۔ جب یہ تار قادیان پہنچی تو حضرت مولوی صاحب اپنے مطب میں بیٹھے ہوئے درس و تدریس کا شغل کر رہے تھے اس تار کے پہنچتے ہی آپ بلا توقف وہیں سے اٹھ کر بغیر گھر گئے اور بغیر کوئی سامان یا زادِ راہ لئے سیدھے بٹالہ کی طرف روانہ ہو گئے جو ان دنوں قادیان کا ریلوے سٹیشن تھا۔ کسی نے عرض کیا۔ حضرت بلا توقف آنے کا یہ مطلب تو نہیں تھا کہ آپ گھر جا کر سامان بھی نہ لیں اور اتنے لمبے سفر پر یوں خالی ہاتھ روانہ ہو جائیں؟ فرمایا امام کا حکم ہے کہ بلا توقف آؤ۔ اس لئے میں ایک منٹ کے توقف کو بھی گناہ خیال کرتا ہوں اور خدا خود میرا کفیل ہوگا۔ خدا نے بھی اس نکتہ کو ایسا نوازا کہ بٹالہ کے اسٹیشن پر ایک متمول مریض مل گیا۔ جس نے آپ کا بڑا اکرام کیا اور دہلی کا ٹکٹ خرید کر دینے کے علاوہ ایک معقول رقم بھی پیش کی۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجھے ارشاد فرمائیں کہ اپنی لڑکی کسی چوہڑے کے ساتھ بیاہ دو تو بخدا مجھے ایک سیکنڈ کیلئے بھی تامل نہ ہو۔

یقیناً ایسا پاک جوہر دنیا میں کم پیدا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کو بھی حضرت مولوی صاحب کے ساتھ از حد محبت تھی اپنے ایک شعر میں فرماتے ہیں۔

چہ خوش بودے اگر ہریک زامت نوردیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر دل پراز نور یقین بودے

یعنی کیا ہی اچھا ہو اگر قوم کا ہر فرد نور الدین بن جائے۔ مگر یہ تب ہی ہو سکتا ہے کہ ہر دل یقین کے نور سے بھر جائے''۔ (سلسلہ عالیہ احمدیہ صفحہ ۳۲۵-۳۲۳۔ بحوالہ تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ ۵۷۲)

.... (منیر احمد خادم)

بقیہ: سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاول .... از صفحہ 24

فرمایا اور پھر اتوار کے روز حضرت مولانا سید محمد سرور شاہ صاحب کیے ہمراہ دس پندرہ روز کے لئے بغرض تبدیلی آب و ہوا شملہ تشریف لے گئے۔ حضرت نواب محمد علی خان صاحب اہل و عیال سمیت پہلے ہی شملہ میں تشریف فرما تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ نے آپ کو رخصت کرتے وقت گلے لگایا اور پیار کیا اور فرمایا: جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں بہت سی برکتیں دے''۔

پس مذکورہ بالا تمام تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ جیسے عظیم وجود نے، جن کے کاموں کو دیکھ حضرت مسیح موعودؑ بھی رشک فرمایا کرتے، حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح الثانیؓ کس قدر محبت کا اظہار فرمایا۔ پس ہمیں بھی ایسے عظیم الشان انسان سے محبت کرنی چاہئے اور خالص محبت کا تقاضا یہ ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تمام نصائح اور ہدایات پر پورا پورا عمل کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس عظیم شخصیت کی نصائح کے مطابق اپنی زندگی بسر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ وباللہ التوفیق۔ ☆☆☆☆☆

اعلان نکاح

مورخہ ۵ دسمبر ۲۰۰۹ء کو مکرم شیخ بستان احمد صاحب ابن مکرم شیخ عبدالقادر صاحب زونل امیر بھدرک اُڑیسہ کا نکاح ہمراہ صباحت نور بنت مکرم محمد سلیم نور صاحب بھدرک حق مہر مبلغ ایک لاکھ دس ہزار روپے پر محترم مولوی محمد معراج علی صاحب مبلغ سلسلہ بھدرک نے پڑھایا۔ قارئین بدر سے اس نکاح کی ہر لحاظ سے بابرکت و مثمر بالثمرات ہونے کی عاجزانہ دُعا کی درخواست ہے۔ اعانت بدر پانچ صد روپے۔

(سید انوار الدین احمد نمائندہ بدر اُڑیسہ)

بقیہ: سیرت حضرت خلیفۃ المسیح الاول .... از صفحہ 34

ہاتھ بڑھا کر فرمایا۔ مولوی صاحب یہاں مرے ساتھ چارپائی پر بیٹھیں۔ حضرت خلیفہ اولؓ ناچار اٹھے اور چارپائی کے ایک کنارے پر اس طرح جھک کر بیٹھ گئے کہ بس شاید چارپائی کے ساتھ آپ کا جسم چھوتا ہی ہوگا۔ یہ نظارہ میری آنکھوں دیکھے کا ہے۔ اور تر تالیس سال گزر جانے کے باوجود میرا دل ابھی تک حضرت مسیح موعودؑ کی اس بے نظیر شفقت اور حضرت خلیفہ اولؓ کے اس بے نظیر ادب و تواضع سے اس درجہ متاثر ہے کہ گویا یہ کل کا واقعہ ہے۔

(الفضل 6 دسمبر 1950ء)

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ آپؓ کی عاجزی اور تواضع و سادہ زندگی کا بیان کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ:۔ ''ہمارا خلیفہ اور موجودہ امام نہایت سادہ مزاج اور نہایت ہی بے تکلف امام ہے وہ ادنیٰ و اعلیٰ کے ساتھ ایسے طور پر کلام کرتا ہے کہ ہر شخص یقین کرتا ہے کہ جو محبت اور بے تکلفی اس کے ساتھ ہے شاید کسی اور کے ساتھ نہ ہو مگر یہ غلطی ہے وہ سب کے ساتھ وہی ہمدردی اور محبت رکھتا ہے اس کی اندرونی اور بیرونی نشست میں سادگی ہی سادگی ہے اس کے کھانے میں اس کے پہنے میں بھی وہی سادگی ہے غرض اس کو عام لوگوں میں سے جو چیز ممتاز کرتی ہے وہ اس کا پُر شوکت اور نورانی چہرہ اور اسکی عام ہمدردی اور خدمت دین ہے جس میں تمام وقت مصروف رہتا ہے''۔ (حیات نور)

رعب و ادب ایسا کہ عرض حال دشوار تھا بے تکلف اس قدر بچے بھی کہہ لیں ماجرا۔ آپ کی وفات پر اخبار ''بھارت'' نے لکھا:۔ ''آپ درویش اور منکسر المزاج خلیق اور ملنسار تھے۔ عالم باکمال اور طبیب بے مثال تھے۔ مذہب کا آپ کو اتنا خیال تھا کہ ایام علالت میں بھی قرآن شریف کے ترجمے میں گہری دلچسپی لیتے رہے۔''

(بھارت 20 مارچ 1914ء)

تھا تیرا فقر و توکل لاجرم ایماں فروز سیرت اقدس تیری ہے بخشتی ہر دل کو سوز
جنت الفردوس میں رتبہ تیرا ممتاز ہو سوئے سدرہ روح تیری کی سدا پرواز ہو

اللہ تعالیٰ ہمیں حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ کی سیرت کے ہر پہلو پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆☆☆

باقی: خطاب حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل از صفحہ 6

اوّل بیمار، پھر اس قدر بوجھ، نثر، نظم، تصنیف دیگر ضروری کام۔ ادھر میں حضرت صاحب کے قریب عمر، وہاں تائیدات روزانہ موجود۔ یاں میری حالت ناگفتہ بہ۔ اسی لئے فرمایا ''فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ.....'' کہ یہ سب کچھ خدا کے فضل پر موقوف ہے۔

میں ایک بڑا امر پیش کرتا ہوں کہ جناب ابوبکرؓ کے زمانہ میں عرب میں ایسی بلا پھیلی تھی کہ سوا مکہ اور مدینہ اور جواثی کے سخت شور و شر اٹھا۔ مکہ والے بھی فرنٹ ہونے لگے۔ مگر وہ بڑی پاک روح تھی۔ جس نے انہیں کہا کہ اسلام لانے میں تم سب سے پیچھے ہو۔ مرتد ہونے میں کیوں پہلے بنتے ہو۔ صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میرے باپ کے اوپر جو بوجھ پہاڑ گراہے وہ کسی اور پر گرتا تو چور ہو جاتا۔ پھر بیس ہزار کی جماعت مدینہ میں موجود تھی اور چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حکم دے چکے تھے کہ ایک لشکر روانہ کرنا ہے بس اس کو بھیج دیا۔ ادھر اپنی قوم کا یہ حال تھا کہ مگر آخر خدا نے اپنی قدرت کا ہاتھ دکھلایا۔ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ...... کا زمانہ آ گیا۔ اس وقت بھی اس قسم کا واقعہ پیش آیا ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ دفن ہونے سے پہلے تمہارا کلمہ ایک ہو جائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکرؓ کے زمانے میں صحابہ کرام کو بہت سی مساعی جمیلہ کرنی پڑیں۔ سب سے پہلا اہم کام جو کیا وہ جمع قرآن ہے۔ اب موجودہ صورت میں جمع یہ ہے کہ اس پر عمل درآمد کرنے کی طرف خاص توجہ ہو۔

پھر حضرت ابوبکرؓ نے زکوٰۃ کا انتظام کیا۔ یہ بڑا عظیم الشان کام ہے انتظام زکوٰۃ کے لئے اعلیٰ درجے کی فرمانبرداری کی ضرورت ہے پھر کنبہ کی پرورش ہے۔ غرض کئی ایسے کام ہیں۔

اب تمہاری طبیعتوں کے رُخ خواہ کسی طرف ہوں تمہیں میرے احکام کی تعمیل کرنی ہوگی۔ اگر یہ بات تمہیں منظور ہو تو میں طوعاً و کرھاً۔ اس بوجھ کو اُٹھاتا ہوں وہ بیعت کے دس شرائط بدستور قائم ہیں ان میں خصوصیت سے میں قرآن کو سیکھنے اور زکوٰۃ کا انتظام کرنے، واعظین کے بہم پہنچانے اور ان امور کو جو وقتاً فوقتاً میرے دل میں ڈالے کو شامل کرتا ہوں۔ پھر تعلیم دینیات، دینی مدرسہ کی تعلیم میری مرضی اور منشاء کے مطابق کرنا ہوگی۔ اور میں اس بوجھ کو صرف اللہ کے لئے اُٹھاتا ہوں جس نے فرمایا............ یاد رکھو کہ ساری خوبیاں وحدت میں ہے۔ جس کا کوئی رئیس نہیں وہ مرچکی۔ (الحکم 6 جون 1908ء)

اس تقریر کے بعد سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ ہم آپ کے احکام مانیں گے آپ ہمارے امیر ہیں اور ہمارے مسیح کے جانشین ہیں چنانچہ باغ میں موجود تقریباً بارہ سو احباب نے بیعت کی۔ 28 مئی کے الحکم میں حضرت مسیح موعودؑ کی وفات اور حضرت خلیفہ اوّل کے انتخاب و بیعت کی خبر خصوصی پرچہ کی صورت میں شائع کر کے احباب تک پہنچادی گئی۔ ☆☆☆